تصویر کا دُوسرا رُخ

انگریزوں سے قبل

۱۶۹۹ء سے ۱۸۴۹ء تک

برصغیر کے مسلمانوں پر کیا گذری
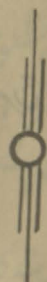
راقم

عباد اللہ گیانی

پبلشر

گورونانک اکیڈمی (پاکستان)، گوجرانوالہ

پہلی بار   ایک ہزار   دسمبر ۱۹۷۵ء

قیمت :-

مطبع :- آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس ۔ اُردو بازار لاہور

کتابت :- محمد ارشد ربوہ

انتساب

ان ہزاروں معصوم، مظلوم اور بیکس مسلمان حاملہ
عورتوں کے نام جن کے شکم چاک کر کے اور
ان کے بچے نکال کر بندہ سنگھ اور اُس کے ساتھیوں نے
ٹکڑے ٹکڑے کئے

(مصنف)

فہرست مضامین

پیش لفظ

(از قلم مکرم محترم جناب مولانا عبدالمالک خانصاحب ناظر اصلاح وارشاد)

مذاہب عالم کی بنیاد اس عقیدہ پر قائم ہے کہ اس دُنیا کا ایک خالق اور مالک خُدا ہے۔ اور ہم سب اسکی مخلوق ہیں۔ اس کی یہی تعلیم ہے کہ ہم سب باہم مل کر رہیں اور ان راہوں سے بچیں جن سے حقوق انسانی کی پامالی ہو۔ خدا تعالیٰ نے آج اس زمانہ میں آمد ورفت کی سہولتیں پیدا کر کے اپنے عمل سے اپنے منشاء کو ظاہر کر دیا کہ وہ دُنیا میں ملاپ کو پسند کرتا ہے۔ اسلام دنیا میں اسی پیغام کو لے کر ظاہر ہوا۔ کہ تمام بنی آدم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ اور سب خُدائے واحد ویگانہ کے پرستار بنیں اور تمام راستبازوں کی عظمت قائم ہو اور ساری مخلوق خُدا کا ایک کنبہ بن کر رہے۔ لیکن کچھ لوگ دنیا میں ایسے ہوتے ہیں کہ جو خُدا کی منشاء کے خلاف سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔ ان کا مشغلہ قوموں میں منافرت پھیلانے اور ایسی بے بنیاد باتوں کو ہوا دینا ہوتا ہے جس سے قوموں میں باہم نفاق اور منافرت کے جذبات کو فروغ ملے۔ ایسے لوگ نہ مذہب کے سچے پیروکار ہوتے ہیں اور نہ ہی مخلوق کے ہمدرد۔

پاکستان کے پڑوسی ملک میں سکھوں کی ایک بڑی قوم آباد ہے۔ حضرت باوا نانک رحؒ سے اس پنتھ کی بنیاد پڑی وہ ایک ولی اور بزرگ تھے۔ انہوں نے اسلام کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے ان کی خُدا پرستی اور بلند نگاہی کا پتہ چلتا ہے۔ اور دل کہہ اُٹھتا ہے کہ وہ ایک راستباز انسان تھے۔ پھر ان کے بعد بھی تاریخ ہم کو یہ بتاتی ہے۔ کہ سکھ گورو صاحبان اور مسلم راہنماؤں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ امرت سر کے گوردوارہ کی بنیاد حضرت میاں میرؒ نے رکھی جو اس امر کا نشان ہے کہ پرانے زمانے میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار تھے۔ البتہ کچھ واقعات ایسے بھی ملتے ہیں جو باہم تعلقات کی خرابی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے اہل علم و دانش لوگوں نے بعد تحقیق اس حقیقت

کا برملا اعلان کیا کہ ہندوستان میں بسنے والی قوموں کے تعلقات کے بگاڑ کا باعث وہ تاریخ ہے جو انگریز حکمرانوں نے اپنے مفاد کی خاطر تیار کرائی۔ چنانچہ ہندوستان کے مخلص و معروف لیڈر مولانا محمد علی صاحب جوہر جنہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی اور جو میرے حقیقی چچا تھے بارہا یہ فرمایا کہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کی اصل جڑ وہ تاریخ ہے جو انگریز حکمرانوں نے تیار کرائی اور جس سے مفاد پرست طبقہ نے فائدہ اٹھایا۔ یہی بات ایک سکھ دانشور سردار دلیپ سنگھ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی :۔

"میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہم میں فرقہ وارانہ جذبات ابھارنے میں بہت حد تک انگریز ذمہ دار ہے..... آج ضرورت باہمی عداوت اور بغض کو دُور کرنے کی ہے۔ انہیں مزید پیچیدہ بنانے کی نہیں"

(رسالہ پریت لڑی مارچ ۱۹۶۵ء)

ایک کھوج دان پنڈت جوالا سنگھ جی کے نزدیک سکھوں میں رائج سکھ تاریخ انگریزوں کی تیار کردہ ہے۔ اور یہ پھوٹ پیدا کرنے کا موجب بن رہی ہے۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ :۔

"سکھ تاریخ پھُوٹ پھیلانے کا موجب ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں اور سب سیڈیری سکھ سرداروں نے وقت کی سیاسی ضروریات کے مطابق سکھ تاریخ تیار کرائی۔ جو سکھوں میں رائج ہوگئی۔ بے پڑھے لکھے سکھوں نے ان کتب کو مستند دھارمک اتہاس تسلیم کرلیا"

(سکھ اتہاس دا نشٹ کویں ہویا صہ ۴۴)

افسوس اس امر کا ہے کہ اس حقیقت کو بعض لوگ جانتے ہوئے بھی ان کارروائیوں سے نہیں رُکتے جو منافرت پھیلانے کا موجب ہوتی ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ امرتسر میں ایک ایسا سکھ میوزیم تیار کیا گیا ہے جس میں اس تاریخ کے بے بنیاد اور غلط واقعات کو صحیح سمجھکر تصویری زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسا زہر ہے جو دلوں سے سچی ہمدردی کو ملیامیٹ کر دیگا۔ اور محبت کی شمع کو بجھا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سکھوں میں سے سمجھدار اور تاریخی حقائق پر نگاہ رکھنے والوں کو بھی یہ بات کھٹکی اور انہوں نے اس روش کے خلاف توجہ دلائی۔ چنانچہ سردار گوربخش سنگھ ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی لکھتے ہیں :۔

"گیانی عباد اللہ صاحب کی چھٹی میں نے ان کے مطالبہ کی بناء پر سکھ دانشوروں کے غور کے لئے شائع کر دی ہے۔ جس عجائب گھر کا اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ میں نے ایک دفعہ دیکھا تھا۔ میرا دل نڈھال ہو گیا تھا اور دوسری مرتبہ دیکھنے کا حوصلہ نہیں کر سکا۔

انسانیت کا ایک حقیر خادم ہونے کی وجہ سے میں ہر فرقہ کی کمزوریوں کو اپنے عالمگیر کنبہ کی کمزوریاں ہی خیال کرتا ہوں۔ ان کی یادگار بنانا اس لئے مجھے اپنے ہی کنبہ کی تذلیل کرنا محسوس ہوتا ہے۔ یادگار میں کنبہ کی خوبیوں کی ہی بنانا چاہتا ہوں۔"

(پریت لڑی جنوری ۱۹۶۵ء)

نیز ایک اور دانشور سردار سنتوکھ سنگھ نے لکھا:-

"پنتھ پرکاش" مصنفہ گیانی گیان سنگھ بھی رہت نامہ تسلیم کیا گیا ہے۔ پنجاب سرکار کے "بھاشا وبھاگ" کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اور شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے پردھان اور پرچارک اس کے حوالے اپنے پرچار میں استعمال کرتے ہیں۔ پنتھ پرکاش کے مطابق...... سکھ دنگہ باز اور لٹیرے تھے۔ انہوں نے گوروجی سے دنگا فساد ہی طلب کیا تھا۔ سکھوں نے مسلمانوں کے بچے قتل کئے۔ ان کی بہو بیٹیوں کو جبراً پکڑا اور سور مار مار کر کھلائے اور امرت پلا کر ان سے شادیاں کیں۔ ایک مکان میں متعدد مسلمان بند کر دیئے اور تیسرے دن دروازہ کھولنے پر آدھے مرے ہوئے تھے۔ ایک کو زندہ جلا دیا۔ ایک اور کو نیزے پر لٹکا دیا۔ مساجد گرا دیں۔ اور ان میں سور مارے۔ نماز اور اذان بند کر دی۔

جس پنتھ میں مندرجہ بالا مذکورہ باتوں والے پنتھ پرکاش..... ایسے گرنتھ رہت ناموں میں تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے طبع کروائے جا سکتے ہیں۔ اور یونیورسٹی میں کورس مقرر ہو سکتے ہیں۔ اُسے ماننے والوں کا خدا ہی حافظ ہے۔........ اگر کوئی منچلا سکھوں کو مسجد مسمار کرتے ان کے اندر سور مارتے۔ مسلمانوں کے بچے قتل کرتے۔ ان کی بہو بیٹیوں کو زبردستی پکڑ کر سور کھلاتے۔ امرت پلا کر شادیاں کرتے۔ کسی کو نیزے میں پروتے۔ زندہ جلاتے۔ ایسی تصاویر بنا کر ناقابل بیان اور ناقابلِ برداشت مظالم کی یاد تازہ

کرادے تو کیا کہا جائے گا"

(جیون پریتی چنڈی گڑھ جون ۱۹۷۵ء)

سکھ علماء کے سمجھانے کے باوجود چونکہ تاحال اس غلط قسم کے میوزیم کو دُور کرنے اور ہٹانے کی طرف توجہ نہیں دی گئی اس لئے ایسے مورکھوں کو سمجھانے کے لئے بامر مجبوری مکرم گیانی عباد اللہ صاحب کو تصویر کا دُوسرا رُخ دکھانا پڑا جس میں ظلم کے ان واقعات کو درج کیا گیا ہے جو سکھوں کی طرف سے مسلمانوں پر روا رکھے گئے اور جن کو خود سکھ علماء اور مؤرخین نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔

مکرم گیانی عباد اللہ صاحب کو سکھوں کا پڑھا لکھا طبقہ بخوبی جانتا ہے۔ وہ گوربانی اور قرآن کریم کے ذریعہ ہمیشہ ہی پریم کہانی اور فطرت انسانی کے نیک جذبات کو ابھارنے والے مضامین اور کتب لکھتے رہے ہیں۔ ان کی قابلیت اور معلومات کی بابت سکھ علماء معترف ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے سکھ مصنفین کی کتب سے جو حوالہ جات نقل کئے ہیں ان کا منشاء ان لوگوں کو سمجھانا ہے جو شیشے کے محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر مارتے ہیں۔ اور قوموں میں بُغض و عناد کے بیج بوتے ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھ کر اپنی روش کو ترک کر دیں گے۔ اور یہ انسانیت کی بڑی خدمت ہوگی۔

ہمارے نزدیک باہمی اختلافات کو مٹانے کا صحیح اصل یہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کیا کہ اگر ماضی میں کسی نے کسی پر ظلم کیا ہے تو ظالم اور مظلوم دونوں خُدا کے رُوبرو جا چکے ہیں وہ خود ان کا فیصلہ کر دیگا۔ گذرے ہُوئے لوگوں کے بوئے ہوئے کانٹے ہمیں اپنی زمین میں نہیں بونے چاہئیں وہ اپنے عمل کے خود جوابدہ ہوں گے اور ہم اپنے عمل کے جوابدہ۔ یہی وہ سچا فکر ہے جو دلوں سے منافرت کو دُور کر سکتا ہے۔ اور اہل عقل اسے تسلیم کر رہے ہیں۔ چنانچہ سردار گوربخش سنگھ صاحب نے اس اصل کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا:۔

"وہ اتہاس نہ پڑھیں جو تمہارے دلوں میں دوسروں کے لئے نفرت پیدا کرتا ہے۔ وہ یادیں بھلا دیں، ان کہانیوں کو بھُول جائیں جو دشمنی کو تازہ رکھتی ہیں۔ اور جو تمہارے ہمسائیوں کو تمہارا دشمن بناتی ہیں۔" (رسالہ پریت لڑی اگست ۱۹۷۵ء)

امن عالم کے خواہشمندوں کو اس پر غور کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔

عرضِ حال

خاکسار نے اس کتاب میں ۱۶۹۹ء سے ۱۸۴۹ء تک کا مستند تاریخی جائزہ پیش کیا ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم اور اہلِ دانش حضرات عاجز کی اس کوشش کو پسند فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

عموماً سکھ صاحبان فرضی قصے بیان کر کے مسلمان حکمرانوں کو کوستے رہتے ہیں۔ اور الزام دیتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے سیاسی غلبہ کے دوران سکھوں پر بڑے بڑے مظالم ڈھائے ہیں۔ حالانکہ خود سکھ لٹریچر ہی ان فرضی الزامات کی تردید کر رہا ہے۔ البتہ تصویر کا دوسرا رُخ" دیکھا جائے تو مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم اور بربریت کے حالات پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ حالات فرضی یا کسی مسلمان کے بیان کردہ نہیں۔ بلکہ خود سکھوں کے قلم سے بیان ہوئے ہیں۔

ایک مرتبہ اپنے سکھ دوست سردار شمشیر سنگھ جی اشوک سکھ ہسٹری ریسرچ سکالر سے خاکسار نے وعدہ کیا تھا کہ وقت آنے پر میں تصویر کا دوسرا رُخ پیش کروں گا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے وعدہ پورا کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔

واضح رہے کہ اس کتاب میں جو حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں۔ یہ اصل کتب عاجز کے پاس موجود ہیں۔ جو صاحب اس بارہ میں تسلی کرنا چاہیں ان کو اصل کتب دکھا کر مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین فرماتے ہیں:۔

"سکھوں کے حالات سکھوں کے علاوہ اور کوئی نہیں لکھ سکتا۔" [۱]

اس کتاب میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے۔ اس میں میری اپنی رائے یا کسی فرضی قصے کا کوئی دخل نہیں۔ خاکسار نے سکھوں ہی کی زبانی بیان کیا ہے۔

مَیں اپنے پُرانے دوست مکرم محترم مولوی محمد اسماعیل صاحب دیال گڑھی کا بے حد شکر گذار ہوں کہ اُنہوں نے اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے اور بڑی محنت اور توجہ سے اس

۱:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۳۳

کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھ کر جگہ جگہ مضمون کی اصلاح کی۔عبارات کو سنوارا اور میری اس جد وجہد میں پُورا پُورا حصّہ لیا۔ خدا تعالےٰ قبول فرمائے ۔ اور بہتر جزاء عطا کرے۔ آمین ثم آمین ؛

خاکسار

عباداللہ گیانی

ربوہ

ستمبر ۱۹۷۵ء

۱

گورو گوبند سنگھ سے بندہ سنگھ تک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سکھ دَور کی ابتداء اَور انتہا

گورو گوبند سنگھ سے بندہ سنگھ تک

یہ کتاب پنجاب میں سکھوں کے اس دَور کا نقشہ پیش کر رہی ہے جس کی ابتداء ۱۶۹۹ء (مطابق ۱۷۵۶ بکرمی) میں گورو گوبند سنگھ کے ہاتھوں ہوئی۔ اور جس کا خاتمہ بام عروج پر پہنچنے کے بعد ۱۸۴۹ء (مطابق ۱۹۰۶ بکرمی) میں اس وقت ہوا۔ جب انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کر کے سکھ حکمرانوں کو بیدخل کر دیا اور ان سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چنانچہ اس سکھ دَور کے ابتداء سے متعلق ایک اہل قلم سکھ گیانی ام سنگھ جی کا بیان ہے کہ:-

"گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے ۱۷۵۶ بکرمی (مطابق ۱۶۹۹ء) کی بیساکھی کو سری کیس گڑھ صاحب (آنندپور) کے پوتر استھان پر کھنڈے کا امرت تیار کیا اور اپنے سکھوں کو چھکا کر ان سے خود چھک کر اس دھرم کو مکمل کیا۔ اس کا نام خالصہ پنتھ رکھا۔ اور پھر حکم کیا۔

"میرا یہ خالصہ پنتھ ظالم حکومت کی جڑھیں اکھاڑ دے گا"

پس ۱۷۵۶ء سے لے کر تقریباً سَو سال تک سکھ ظالم حکومت کے خلاف لڑتے رہے ..... پورے سَو سال کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور پر سکھ جھنڈا لہرایا۔" [۱]

مضمون شروع کرنے سے قبل یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ موجودہ زمانہ کے اکثر سکھوں کی رائے ہے کہ سکھ تحریک گورو نانک جی سے شروع ہوئی اور وہی سکھ دھرم کے اصل بانی ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ کئی سکھ محققین اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک خالصہ پنتھ کے بانی گورو گوبند سنگھ جی ہیں۔ جن کا مسلک (مشن) گورو نانک جی کے مسلک سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ سے بھی ظاہر ہے۔ نیز ایک سکھ وِدوان کا بیان ہے:-

---

[۱]:- مہاراجہ رنجیت سنگھ صفحہ ۱

"گوردگھر کے (خادم) کہلانے والے اور دانا بینا فلاسفر اور گیانی سمجھے جانے والے گورونانک جی اور گورو گوبند سنگھ جی کا مشن ایک ہونے میں شک کرتے ہیں" [1]

بعض دیگر سکھ معززین نے بھی اس نظریئے کو اپنایا ہے۔ [2]

جہاں تک گورو گوبند سنگھ جی کے اپنے بیانات، خیالات اور سکھ دانشوروں کے تصورات کا تعلق ہے اس سے واضح ہے کہ ان سے قبل ہندوستان میں دو بڑے مذہب تھے۔ ایک ہندو دھرم اور دوسرا اسلام۔ آپ نے تیسرا پنتھ سنگھوں کا جاری کیا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

دوہوں پنتھ میں کپٹ ودیا چلانی ؛ بہر تیسرا پنتھ کیجے پردھانی [3]

بھائی گورداس جی (دوسرے) کا بیان ہے کہ:۔

ایہہ تیسر مذہب خالصہ اُپجیو پردھانا [4]

یعنی

ایوں تیسر پنتھ چلائن ودسور گو ہیلا [5]

خود گورو گوبند جی کا اپنا یہ ارشاد بیان کیا جاتا ہے کہ:۔

"گورونانک جی سے لے کر نو گورو صاحبان نے کوئی اور مذہب مریادہ نہیں چلائی صرف ہمیں ہندو مذہب سے نفرت پیدا ہوئی تو تیسرا پنتھ سنگھوں کا جاری کیا ہے۔" [6]

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ گورو گوبند جی سے قبل ہندوستان میں صرف دو بڑے مذہب ہندو دھرم اور اسلام تھے۔ اور تیسرا پنتھ خالصہ گورو گوبند سنگھ جی نے جاری کیا اور وہی اس کے بانی تھے۔ ان سے پہلے کسی تیسرے مذہب کا ہندوستان میں وجود نہ تھا۔ اور اگر کوئی تھا تو وہ گورو گوبند سنگھ جی کے بقول قابل ذکر نہ تھا۔ ورنہ گورو جی خالصہ پنتھ کو تیسرا پنتھ کبھی نہ کہتے اور نہ سکھ تاریخ میں خالصہ پنتھ کا ذکر تیسرے مذہب کے طور پر کیا جاتا۔

---

[1] :۔ ہفت روزہ خالصہ سماچار امرت سر ۲۷ جنوری ۱۹۳۸ء [2] :۔ مالوہ اتہاس حصہ اول صفحہ ۲۷۳۔ رسالہ گورومت امرتسر جنوری ۱۹۶۳ء۔ [3] نام دھاری نت نیم صفحہ ۲۸۸۔ درتمان سکھ راجنیتی صفحہ ۳۔ ہم ہندو نہیں صفحہ ۵۵۔ گیتا اپدیش ساگر صفحہ ۳۴۰۔ کیش فلاسفی صفحہ ۲۸۴۔ رسالہ گورومت امرتسر اپریل ۱۹۶۳ء۔ [4] :۔ واراں بھائی گورداس۔ وار ۱ پوڑی ۱۶۔ [5] :۔ واراں بھائی گورداس وار ۱ پوڑی ۱۶ [6] :۔ بچے مکت صفحہ ۲۰۳ ؛

سکھ مؤرخین کے بقول گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ کے لوگوں نے بھی یہ سوال اٹھایا تھا۔ کہ گورو صاحب موصوف نے پہلے گورو صاحبان کے مسلک کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ جیسا کہ بھائی کوئر سنگھ جی کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ :۔

آد گورن کی ریت سوٹاری ؛ اوریں ریت جگت بستاری[1]

مشہور سکھ بزرگ بھائی سنتوکھ جی بیان کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مسلک بیان کرنے کے ساتھ ہی سکھوں کے مسلک کی یوں وضاحت کی ہے کہ :۔

پیر پیغمبر جان سجود ؛ دیت فاتحہ بہت درود
روزہ بانگ نماز سجان ؛ مسلمان ان کرہے پرمان
ترے سندھیا کرنی دھر پریت ؛ دیول پاہن پوجا ریت
تیاگن کرے بھاؤ لکھ بیجا ؛ اتپت کریو خالصہ تیجا
جھوٹے لکھ دونوں ہم چھوڑے ؛ پنتھ اکال پورکھ کو لورے[2]

اس سے بھی یہ امر واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی سے قبل ہندوستان میں اسلام اور ہندو دھرم دو مذہب پائے جاتے تھے اور ان کے ماننے والوں کے الگ الگ مسلک تھے۔ گورو صاحب نے ان دونوں مذہبوں کو چھوڑ کر اپنا تیسرا مذہب خالصہ پنتھ جاری کیا جس کا مسلک ان دونوں سے جُدا ہے۔ اور اس خالصہ پنتھ کو نہ تو نماز۔ روزہ سے کوئی تعلق تھا۔ اور نہ سندھیا وغیرہ سے۔

خالصہ پنتھ مذہبی نہیں سیاسی تحریک ہے

سکھوں میں ایسے دانشوروں اور ودوانوں کی بھی کمی نہیں جن کے نزدیک گورو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ کا اجراء خالص سیاسی مقاصد کے لئے کیا تھا۔ مذہب سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ :۔

"سکھ مذہب مغلیہ عہد کی ایک سیاسی تحریک تھی۔"[3]

میرے قابل احترام دوست اور پنجابی کے مشہور و معروف ادیب سردار گوربخش سنگھ جی

---

[1] : گور بلاس پاتشاہی دس ادھیائے ۱۱ ؛
[2] : گور پرتاپ سورج۔ این ۲۔ انسو ۶۶ ؛
[3] : روزنامہ گورسیوک امرتسر جنوری ۱۹۳۷ء ؛

ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی نے بیان کیا ہے کہ :-

"میرے نزدیک خالصہ پنتھ کا قیام مذہبی نہیں۔ ایک سیاسی کام تھا۔" [1]

یعنی :-

"گورو صاحب کو میں نے پرم منکھ اس لئے بھی کہا ہے کہ وہ انسانوں کے انسان تھے......... انہوں نے کوئی نیا دھرم جاری کرنے کے لئے جدوجہد نہیں کی تھی۔......... سیاسی ہندوستان میں وہ چھاپہ مار جنگ کے بانی تھے۔...... گورو صاحب کسی مذہب کے پرچارک نہیں تھے۔" [2]

سردار صاحب موصوف نے اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ :-

"گورو صاحب کا مشن جیسا کہ میں دیکھتا ہوں۔ کوئی الگ مذہب چلانا نہ تھا۔" [3]

سردار صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ :-

"ان کا نصب العین ایک خالصہ فوج تیار کرنا تھا۔ جو اپنے حقوق چھوڑ کر صرف دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرے۔" [4]

یعنی :-

"ان کے اپنے سکھوں نے ان کی تعلیم کو مذہب کا روپ دیدیا ہے۔ حالانکہ گورو صاحب نے اس تعلیم کو ایک راستہ "پنتھ" ہی کہا ہے۔" [5]

پروفیسر شیر سنگھ جی ایم ایس سی کا بیان ہے کہ گورو صاحب نے سکھوں کے لئے جو پانچ ککار تجویز کئے وہ در اصل ایک بردی تھی۔ جو سکھوں کے لئے ضروری قرار دی گئی۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ :-

"گورو گوبند سنگھ جی نے......... ان دھرمیوں کے سداچاری انسانوں کو منظم کیا۔ اور ان کا نام خالصہ رکھا۔ گورو جی نے انہیں ہتھیاروں سے سجایا اور پانچ ککار کی بردی ان کے جسم کا حصہ بنا دی۔ اس بردی میں سری صاحب (تلوار یا کرپان ہے [6]) ان کے لئے خودداری انکھ اور شکتی کا ہمیشہ کے لئے نشان مقرر کی گئی۔" [7]

---

[1] رسالہ پریت لڑی فروری ۱۹۳۵ء۔ [2] پرم منکھ ص۱۰۱۔ [3] پرم منکھ ص۷۔ [4] پرم منکھ ص۸۔ [5] پرم منکھ ص۱۱۰۔ [6] سکھ مصنفین نے کرپان کے یہ معنے کئے ہیں کہ جسکی موجودگی میں رحم قریب نہیں بھٹک سکتا۔ (ملاحظہ ہو مہان کوش ص۱۰۷۳؛ سکھ قانون ص۱۵۲)۔ [7] گورمت درشن ص۳۹۔

یعنی :-

- "فوجوں کے اپنے بھیس ہوتے ہیں...... گورو صاحب نے سچے کیس اور دستار خالصے کی بردی مقرر کردی۔ اور اس ثابت صورت سے اس وقت خالصہ فی الحقیقت دوسروں سے اچھا دکھائی دینے لگ پڑا۔" ؎۱

ایک سکھ وِدوان کا بیان ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ جاری کر کے ایک فوج تیار کرنی چاہیئے تھی۔ جس کے ذمہ بھارت کی آزادی کے لئے جنگ کرنا تھا۔ اس مقصد کی خاطر ہی انہوں نے اپنے سکھوں کو کھنڈے کا امرت چھکایا تھا۔ اور کرپان دھارن کرنا ضروری قرار دیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"نئی جتھے بندی کے ہر ممبر کے لئے ہتھیاروں کا عقیدتمند ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ مطلب یہ دھرم یدھ میں ضرورت کے وقت ہتھیار سے کر کودنا شرط تھا۔ یہ ایک فوجی بھرتی تھی اور اس کا کام جنگ کرنا ضروری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نئے دل کے ہر ممبر یا سپاہی کے لئے کھنڈے کا امرت تیار کیا گیا۔ ہر ایک کے واسطے کرپان دھاری ہونا ضروری قرار دیا گیا۔" ؎۲

جن سنگھ دانشوروں کے نزدیک خالصہ پنتھ ایک سیاسی تحریک تھی۔ اس مندرجہ بالا حوالہ سے ان کی تائید ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس سے یہ امر واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ کا اجراء اپنے سیاسی پروگرام کی تکمیل کے لئے کیا تھا۔ اور یہ ایک فوجی بھرتی تھی۔ جس سے گورو جی نے آئندہ چل کر میدان جنگ میں کام لینا تھا۔

ایک اور سکھ ودوان شری سردار سنگھ جی رتڑ ایم۔ اے نے بیان کیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے آنندپور میں جمہوری طرز کی اپنی حکومت قائم کردی تھی۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"آریوں کے بعد ہندوستان میں گورو گوبند سنگھ جی نے ہی دوبارہ جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی۔ اٹھارویں صدی کے شروع میں گورو جی نے آنندپور میں جمہوری حکومت قائم کی۔ آنندپور کے باشندے...... مل کر اپنے ہر قسم کے انتظام

؎۱ :- اُدّتی پیشوا گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ؎۲ :- گورو گوبند سنگھ سمرن گرنتھ صفحہ ۲۷

کے لئے اپنے پنچ منتخب کرتے تھے۔ پھر سبھی مل کر اپنا پردھان یا جتھیدار چُنا کرتے تھے
پنچوں کے پردھان کے لئے اصول کی پابندی اتنی ہی ضروری تھی جتنی کہ عام لوگوں کیلئے
گورو گوبند سنگھ جی ہر لحاظ سے اپنی عظمت کی وجہ سے اپنی تمام عمر پردھان چُنے جاتے
رہے۔" [۱]

اس سے واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی ایک سیاسی راہنما تھے۔ اور انہوں نے مغلیہ حکومت کے دوران آنند پور میں اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی جس کے سربراہ وہ خود تھے۔ گورو جی کو جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے۔ وہ لوگوں کے ووٹوں سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنے سے پہلے گذر چکے سکھ گورو صاحبان کی طرح تاحیات اس لئے گورو نہیں تھے کہ انہیں ان کے والد گورو تیغ بہادر جی نے اپنے بعد ہمیشہ کے لئے گورو مقرر کر دیا تھا۔ بلکہ وہ لوگوں کے ووٹ حاصل کر کے آنند پور میں قائم ہوئی سکھوں کی جمہوری حکومت کے سربراہ بنتے رہے۔ کیونکہ ان سے بڑھ کر دانشور سکھوں میں کوئی نہ تھا۔

اس کے برعکس گورو انگد جی سے متعلق ایک سکھ وِدوان کا یہ بیان ہے کہ:۔

"اگر گورو نانک جی کی وفات کے بعد انتخاب ہوتا تو گورو انگد جی کبھی بھی گورو نہ چُنے جاتے" [۲]

گورو گوبند سنگھ جی نے بقول سکھ وِدوانوں کے اپنی اس سیاسی اور فوجی تنظیم کی تکمیل کے پیش نظر آنند پور میں ہتھیار بنانے کا کارخانہ بھی قائم کیا۔ اور اس میں توپیں تک بنوائیں [۳]۔ نیز قلعہ بندی بھی کی۔ چنانچہ ایک سکھ وِدوان نے اس سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ:۔

"گورو گوبند سنگھ جی نے اپنی حفاظت کے لئے آنند پور میں فوجی نکتہ نگاہ سے ۶ قلعے
بنوائے۔ آنند گڑھ، کیس گڑھ، لوہ گڑھ، نرموہ گڑھ، ہول گڑھ اور فتح گڑھ۔
یہ قلعے گورو صاحب کی فوجی قوت کے ۶ مرکز تھے۔" [۴]

اور

"ان قلعوں میں سکھوں کی جنگی فنون سے ماہر کافی فوج رہتی تھی اور ان کے استعمال
کے لئے آلات حرب بھی جمع کئے گئے تھے۔" [۵]

---

[۱]:۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر دسمبر ۱۹۴۹ء۔ [۲]:۔ سکھی اور راج نیتی صفحہ ۱۰۔ [۳]:۔ دھرم دا چھتر صفحہ ۱۲۷

[۴]:۔ رسالہ گورمت پرکاش امرتسر فروری ۱۹۶۵ء۔ [۵]:۔ سنکھیپ جیون چرتر گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۹۱

گویا کہ گوروجی نے اپنی فوجی تیاری کی ہر جہت سے تکمیل کی۔ اور خالصہ پنتھ کو فوجی سانچے میں ڈھال دیا۔

گورو گوبند سنگھ جی کے عقائد

گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے جن عقاید کا اظہار کیا ہے۔ وہ انہیں ہندوؤں اور مسلمانوں سے بالکل الگ کر دیتے ہیں۔ اسلام نے جو تعلیم دی ہے اس میں خدائے واحد اور فرشتوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام اور قرآن شریف اور دوسری کتب سماویہ پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہندو دھرم میں ویدوں اور اوتاروں کو مانا جاتا ہے۔ مگر گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے کلام میں ان سب کا واضح الفاظ میں رد کیا ہے۔ چنانچہ جملہ انبیاء علیہم السلام سے متعلق ان کا بیان ہے کہ :۔

جے جے غوث انبیاء بھئے ٭ میں میں کرت جگت تے گئے

مہاں پورکھ کاہوں نہ پچھاتا ٭ کرم دھرم کو کچھو نہ جانا [1]

یعنی۔ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں۔ (نعوذ باللہ) وہ سب کے سب متکبر تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی خدائے واحد کی شناخت نصیب نہ ہو سکی۔ اور وہ کرم دھرم کی پہچان سے بھی محروم رہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق گورو صاحب موصوف نے یہ لکھا ہے کہ :۔

مہاں دین تب پربھ اپراجا ٭ عرب دیس کو کینو راجہ

تن بھی اپنا اک پنتھ اپراجا ٭ لنگ بناں کینے سب کاجا

سب تے اپنا نام جپائیو ٭ ست نام کاہوں نہ درڑائیو [2]

یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عرب میں پیدا کیا۔ آپ نے اپنا ایک پنتھ جاری کیا۔ اور ختنے کی رسم شروع کر دی۔ نیز لوگوں سے اپنا نام جپایا۔ اور خدائے واحد کی پرستش کرنے کی کبھی بھی تلقین نہ کی۔ (نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات)

---

[1] :۔ دسم گرنتھ ۵۵ ٭ [2] :۔ دسم گرنتھ ۵۵ ٭

یاد رہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے قول "مُہاں دین تب پربھ اپرا جا" کے معنے سکھ ادیبوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کئے ہیں۔ ان کے نزدیک اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور اسلام کا ذکر ہے۔ [۱]

سکھ مؤرخین اور مصنفین کے بقول گورو صاحب اپنی پرائیویٹ مجالس میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا رد کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:۔

"گورو گوبند سنگھ جی سکھوں کے گورو اپنے روزمرہ کے طریق پر جوہ ہندوؤں کو ظالم ترکوں (مسلمانوں) کے پنجہ سے نجات دلانے کے لئے خاص تقریریں اور اپدیش کر کے ہمیشہ ابھارتے رہتے تھے۔ ایک دن بقرعید کے موقعہ پر بہت سے ہندوؤں کو اپنے لیکچروں میں ترکوں کے مقابلہ پر کھڑا کرنے کے لئے بیر رس کی پان چڑھا رہے تھے۔ اور محمدی دین کو دھوکہ کی ٹٹی۔ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے خلفاء کو ان کی احادیث اور قرآن شریف سے جعلساز (نعوذ باللہ) ثابت کر رہے تھے۔ خواہ اس وقت مسلمانوں نے جوش میں آکر گورو جی کے گلے پڑنا چاہا۔ مگر ہندوؤں اور سکھوں نے متحد ہوکر ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔" [۲]

گورو گوبند سنگھ جی نے ہندو بزرگوں سے متعلق بھی کوئی اچھی رائے ظاہر نہیں کی۔ چنانچہ برہما۔ بشن اور مہیش سے متعلق ان کا یہ بیان ہے کہ:۔

مہاندیو اچیت کہوائیو ٭ بشن آپ ہی کو ٹھہرائیو
برہما آپ پار برہم بکھانا ٭ پربھ کو پربھو نہ کنہوں جانا [۳]

یعنی۔ مہاندیو نے خود کو خدا کہلوایا۔ بشن نے بھی خود کو پربھو ٹھہرایا۔ برہما نے خود کو پار برہم قرار دیا۔ خداتعالیٰ کو کسی نے بھی خدا نہ جانا۔

گورو جی نے جملہ اوتاروں سے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:۔

جے جے بھئے پہل اوتارا ٭ آپ آپ تن جاپ اچارا
پربھ دوکھی کوئی نہ بدارا ٭ دھرم کرم کو راہ نہ ڈارا [۴]

---

[۱] :۔ مہان کوش صفحہ ۷۰۰۔ گورمت سدھاکر صفحہ ۵۱۔ دھرم داچھتر صفحہ ۱۔ [۲] گورپد پرکاش صفحہ ۱۱۲، تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۱۶
[۳] :۔ دسم گرنتھ صفحہ ۵ ٭ [۴] دسم گرنتھ صفحہ ۵۰ ٭

یعنی - جتنے بھی اوتار ہوئے ہیں۔ ان سب نے کسی کو بھی خدائے واحد کی تعلیم نہیں دی اور نہ خُدا تعالیٰ کے کسی دشمن کو ہی غارت کیا۔

گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے عقاید سے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

مَیں نہ گنیشہ پرتھم مناؤں ❊ کشن بشن نہ کبہوں دھیاؤں
کان سنے پہچان نہ تن سوں ❊ لِو لاگی موری پگ ان سوں[1]

یعنی - جتنے بھی اوتار ہوئے ہیں۔ مَیں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں مانتا۔ ان میں سے کسی نے بھی کرم دھرم کا راستہ نہیں بتایا۔

ہندو دھرم کی مقدس کتابوں، ویدوں اور شاستروں کا بھی گورو صاحب نے رد کیا ہے چنانچہ ان کا بیان ہے کہ:۔

برہمے چارہی وید بنائے ❊ سرب لوک تہہ کرم چلائے
جن کی لِو ہر چرنن لاگی ❊ تے بیدن تے بھئے تیاگی[2]

یعنی - برہما نے چاروں وید بنائے ہیں۔ جن لوگوں کی لِو اپنے خالق اور مالک خُدا تعالےٰ سے لگ گئی ہے وہ ویدوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان کا راستہ اختیار نہیں کرتے۔

سمرتیوں سے متعلق گورو صاحب نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:۔

جے سمرتن کے بھئے انوراگی ❊ تن تن کریا برہم کی تیاگی
جن من ہر چرنن ٹھہرائیو ❊ سو سمرتن کے راہ نہ آئیو[3]

گورو صاحب موصوف نے اس بارہ میں یہ بھی کہا ہے کہ:۔

جن مت بید کیتن تیاگی ❊ بار برہم کے بھئے انوراگی[4]

یعنی:۔

بید کتیب کے بھید سبے تج ❊ کیول کال کرپا ندھ مانیو[5]

گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے ان اقوال میں جملہ کتب سماویہ اور ویدوں کا رد کیا ہے اور اپنے بارہ میں بھی بیان کیا ہے کہ وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔

---

[1]:۔ دسم گرنتھ ❊ [2]:۔ ایضاً [3]:۔ ایضاً
[4]:۔ ایضاً۔ [5] گورمت سدھاکر ص ۴۹

گورو صاحب نے ویدوں کے ساتھ ہی قرآن شریف کو بھی شامل کر کے یہ رائے دی ہے کہ:-

بید پوران کتیب قرآن ❊ بھید نرپان سبھے پچھارے
بھید نہ پائے سکیں ان بھیدن کو ❊ کھیدت ہیں ان چھید پکارے [1]

ایک اور مقام پر گورو صاحب نے لکھا ہے کہ:-

بید پوران کتیب قرآن ❊ حسیب تھکے کر ہاتھ نہ آئے [2]

یعنی:-

رام رحیم پوران قرآن ❊ انیک کہیں مت ایک نہ مانیو [3]

گورو صاحب نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ظفرنامہ میں بیان کیا ہے کہ:-

کسے قول قرآں کنند اعتبار ❊ ہمہ روز آخر شود مرد خوار [4]

گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے کلام اور فرامین میں ہندو دھرم کی تمام رسومات۔ تیرتھ اشنان [5] ذات پات [6] اور زنار [7] وغیرہ کا بھی رد کیا ہے۔ اور اذان کا بھی مذاق اڑایا ہے۔ [8]

خالصہ جی کے ارکان

سکھ ودوان عام طور پر یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ جاری [9]

---

[1]:- دسم گرنتھ ص‍ و گورومت سدھاکر ص ۳۱ ❊ [2]:- دسم گرنتھ ص ❊ [3] دسم گرنتھ ص ۸۶۳ ❊
[4]:- دسم گرنتھ ص ❊ [5] دسم گرنتھ ص ۲۲ ❊ [6]:- دسم گرنتھ ص ۱۳ ❊ [7] خالصہ دھرم شاستر ص ۱۶۷
[8]:- دسم گرنتھ ص ۱۷ ❊ [9]:- سکھ محققین کا اس بارہ میں شدید اختلاف ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ کی بنیاد کب رکھی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ گورو جی نے ۱۷۴۶ء بکرمی (مطابق ۱۶۸۹ء) میں ابتداء کی تھی۔ (ملاحظہ ہو گور بلاس پاتشاہی دس، مصنفہ کوئر سنگھ کلال ص ۱۱، ص ۱۳۲ و سنکھیپ جیون چرتر گورو گوبند جی ص ۷۹) بعض نے ۱۷۵۲ء بکرمی (مطابق ۱۶۹۵ء) میں۔ (ملاحظہ ہو پراچین پنتھ پرکاش ص ۳۰ و شہید بلاس چھند ص ۶۵ مصنفہ سیوا سنگھ) اور بعض نے ۱۷۵۴ء بکرمی (مطابق ۱۶۹۷ء) میں خالصہ پنتھ کی بنیاد کا رکھا جانا تسلیم کیا (ملاحظہ ہو شہید بلاس ص ۶۸ گور سوبھا ص ۲۹ دسم گرنتھ مترجم پنڈت نارائن سنگھ ص ۲۳۶۔

گورو کے ہر ایک سکھ کو پانچ ککار یعنی کیس، کرپان، کچھرا، کنگا اور کڑا اختیار کرنے کی تلقین کی تھی - اور ان کے لئے کھنڈے کا امرت ضروری قرار دیا تھا[1] اور اس طرح ان کے بقول اس سکھ دھرم کی تکمیل کر دی تھی۔ جس کا آغاز گورو نانک جی نے کیا تھا۔ جیسا کہ ایک سکھ محقق پروفیسر شیر سنگھ جی کا بیان ہے کہ :-

"گورمت کے مندر کی بنیاد پہلے گورو نانک جی نے رکھی اور اس مندر کو سری گورو گوبند سنگھ جی (دسویں گورو) نے مکمل کر کے آخری ٹیپ ٹاپ کی۔" [2]

اس سلسلہ میں سردار سنتوکھ سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ :-

"رہت پیاری مجھ کو سکھ پیارا ناہیں"

اگر سری گورو گوبند سنگھ جی کا ہی فرمان ہے اور رہت سے مراد پانچ ککار ہیں۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دشمیش جی نے سری گورو نانک دیو جی کے شروع کئے مشن کو ہی مکمل کیا ہے۔ یہ تو نو[9] گورو صاحبان اور سری گورو گرنتھ صاحب کے بتلائے ہوئے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور دوسری طرف جانا ہے۔" [3]

ایک اور سکھ ودوان رقمطراز ہیں کہ :-

"سکھوں کے اپنے ککار اور نشان بھی اسی طرح دیکھے جانے چاہئیں جس طرح کہ گورو نانک جی نے ہندو نشانوں کو دیکھا ہے۔" [4]

---

[1] :- بعض سکھ بزرگوں نے تسلیم کیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے جب خالصہ پنتھ جاری کیا تھا تو پانچ ککار کی رہت کا رکھا جانا ضروری قرار نہیں دیا تھا۔ بعد کو لوگوں نے یہ بات گورو جی کی طرف منسوب کر دی تھی (ملاحظہ ہو گورمت سدھاکر صفحہ ۴۶۷، پنتھ ملونی صفحہ ۶۵، پریم سمارگ صفحہ ۳۶، نرمل پنتھ پر دیپکا صفحہ ۳۹)۔

سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ کا بیان ہے کہ پانچ ککاروں سے تین لازمی ہیں[1] اور دو اختیاری[2] (ملاحظہ ہو گورمت مارتنڈ صفحہ ۵۶۵ حصہ دوم بعض کے بقول کیس پانچ ککار سے بالا ہیں وہ ان میں شامل نہیں۔ بلکہ کیسوں کی بجائے کیسکی چھوٹی پگڑی ککاروں میں شامل ہے (ملاحظہ ہو نوبھے خالصہ ۲۰ راگست ۱۹۵۱ء۔ رسالہ گورمت امرتسر اکتوبر ۱۹۵۵ء، ہنگ سنگھ سندیش پٹیالہ ۶ راکتوبر ۱۹۵۱ء) ؛

[2] گورمت درشن صفحہ ۲۵ ؛

[3] :- گورسکھ میت جلیو گورچالی صفحہ ۱۱۳ ؛

[4] :- اکالی پتر کا جالندھر نرنکاری ایڈیشن ۱۹۶۷ء ؛

یہ ککار بھی اصل میں فوجی تنظیم سے متعلق ہی تھے۔ چنانچہ ایک وِددان کا بیان ہے کہ :۔

"گورو جی نے ان (یعنی سکھوں) کو ہتھیاروں سے سجایا۔ اور پانچ ککار کی بردی ان کے جسموں کا حصہ بنا دی۔ اس بردی میں سری صاحب (تلوار۔ کرپان) ان کے لئے خودداری۔ انکھ اور شکتی (طاقت) کا ہمیشہ کے لئے نشان بن گئی"۔ [۱]

گورو گوبند سنگھ جی کا دعویٰ

آج سے تین سو سال قبل برصغیر کے حالات ایسے تھے کہ یہاں کسی بھی سیاسی تحریک کو مذہب سے الگ کر کے چلانا محال تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خالصہ پنتھ کی خالص سیاسی تحریک بھی مذہب کے نام پر شروع کی گئی۔ چنانچہ سکھ کتب سے واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے مامور من اللہ اور اکال ست (یعنی خدا کا بیٹا) ہونے کا دعویٰ بیّن الفاظ میں کیا تھا۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ :۔

میں اپنا سُت توہے نوازہ ۔ پنتھ پرچر کربے کو ساجا [۲]

یعنی :۔

"گورو صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اکال پورکھ (خدا تعالیٰ) نے اپنے بیٹے کا خطاب دیکر دنیا میں پنتھ کا پرچار کرنے کے لئے بھیجا ہے" [۳] ○

گورو صاحب کی طرف سے کئے گئے خدا تعالیٰ کا بیٹا ہونے کے دعویٰ کی خواہ کچھ بھی تشریح یا تاویل کی جائے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ واضح ہے کہ ان کا یہ دعویٰ انہیں اپنے سے پہلے سکھ گورو صاحبان

---

[۱] :۔ گورمت درشن صفحہ ۳۹ ۔ [۲] دسم گرنتھ صفحہ ۵۴ ۔ [۳] تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۳۰۵ و تواریخ گورو خالصہ اُردو صفحہ ۱۳۲ ۔

○ "گورو گوبند سنگھ جی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کا خطاب دیکر نیا پنتھ جاری کرنے کی تلقین کی تو آپ دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور سر جھکا کر عرض کیا کہ پنتھ تو اسی صورت میں چل سکتا ہے۔ کہ آپ میری امداد فرمادیں۔ اس کے بغیر تو کسی نئے پنتھ کا جاری ہونا محال ہے" (دسم گرنتھ صفحہ ۵۱)۔ ایک سکھ ودوان نے گورو صاحب کو خدا تعالیٰ کا اصلی پتر بیان کیا ہے۔ (سنت سپاہی جنوری ۱۹۵۹ء) ۔

سے عموماً اور گورو نانک جی سے خصوصاً الگ تھلگ کر دیتا ہے۔ کیونکہ جہاں تک سکھ کتب اور گورو نانک جی کے اپنے کلام کا تعلق ہے ان کا کوئی بھی دعویٰ ثابت نہیں۔ اور یہ بات خود سکھ ودوانوں کو بھی مسلّم ہے۔ چنانچہ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"گورو نانک جی نے خود کو خدا تعالےٰ کا پیغمبر نہیں بتایا" ۱؎

ایک اور سکھ ودوان پروفیسر شیر سنگھ جی نے اس بارہ میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ:۔

"ہندوستان میں سکھ گورو (نانک جی) سب سے پہلے مہان پورکھ ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اوتاری خیال کی مخالفت کی ہے۔ وہ خود کو اوتار، پیغمبر یا خدا کا بیٹا کہلانے کے درجہ کا لالچ نہیں کرتے"۔ ۲؎

پروفیسر شیر سنگھ جی کے اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہے کہ گورو نانک جی نے خدا تعالےٰ کا بیٹا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ لیکن گورو گوبند سنگھ جی کا ایسا دعویٰ سکھ محققین اور مورخین کو مسلّم ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور سکھ ادیب سردار گوربخش سنگھ جی ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی نے لکھا ہے کہ:۔

"......... میں نے تجھے اپنا بیٹا نوازہ ہے۔ تو جا کر ست دھرم کا پرچار کر۔

گورو نانک جی کی گور گدی کا دسواں گورد۔ پہلے گورو سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس دعوے میں گورو نانک جی کی حلیمی نہیں"۔ ۳؎

ایک اور سکھ ودوان نے فرمایا ہے کہ:۔

"گورو نانک جی کی تعلیم اور زندگی پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد کوئی اور دھرم کھڑا کرنا نہ تھا...... گورو نانک جی نے..... کوئی نیا مذہب جاری کرنے کی کوشش نہیں کی..... گورو نانک صاحب نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں رکھی"۔ ۴؎

پس گورو گوبند سنگھ جی کا اکال ست (خدا کا بیٹا) ہونے کا دعویٰ پہلے گورو صاحبان اور گورو نانک جی سے ان کے واسطے کو منقطع کر دیتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور نہ وہ کسی نئے مذہب کو جاری کرنے کے مدعی تھے۔ جیسا کہ سکھ محققین اور خود گورو گوبند سنگھ جی کو مسلّم ہے۔ سکھ کتب کے مطابق گورو گوبند سنگھ جی کو خدا کا بیٹا ہونے کا مرتبہ گورمت پر عمل کرنے یا سکھ گورو صاحبان کی پیروی سے حاصل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ یہ ان کے پچھلے جنم کی ریاضت اور عبادت کا نتیجہ

۱؎:۔ ہفت روزہ قومی ایکتا دہلی۔ گورو نانک نمبر ۱۹۶۸ء ؎ ۲؎:۔ گورمت درشن صـ ۳۵ ؎

۳؎:۔ ادتی پیشوا۔ گورو گوبند سنگھ صـ ۱۳/۱۳ ؎ ۴؎:۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر نومبر ۱۹۶۲ء ؎

تھا جو انہوں نے ہیم کنٹ کے پوبت پر کی تھی اور اس وقت ان کا نام "دشٹ دمن" تھا۔ گورو صاحب نے اس بارہ میں خود ہی فرمایا ہے کہ:۔

اب مَیں اپنی کتھا بکھانو ؛ تپ سادھت جہ بدھ موہے آنو
ہیم کنٹ پربت ہے جہاں ؛ سپت سرنگ سوبھت ہے کہاں
... ... ؛ ... ...
تہہ ہم ادھک تپسیا سادھی ؛ مہاں کال کالکا ارادھی[1]

یعنی:۔

"دشٹ دمن جی کی توجہ اکال پورکھ کے قدموں میں ایسی قائم ہوئی کہ دوسرا بھاو بالکل اڑ گیا...... اکال پورکھ نے اپنے ساتھ ابھید ہوئے "دشٹ دمن" کو اپنی مکمل شکتی اور بیٹے کا خطاب دیکر دشٹوں کو سزا دینے اور دھرم کی حفاظت کرنے کے لئے دنیا میں مبعوث کیا۔" [2]

اور بھی کئی سکھ صاحبان کو مسلّم ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے پچھلے جنم میں جبکہ انکا نام "دشٹ دمن" تھا۔ ہیم کُنٹ پربت پر بہت تپ کیا تھا[3] جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے بیٹے کا خطاب دے کر دنیا کی اصلاح پر مامور کیا تھا۔

اب تو سکھوں نے ہیم کُنٹ پربت پر گورو جی کے اس پچھلے جنم اور جپ تپ کی یاد میں ایک عالیشان گوردوارہ بھی تعمیر کروا دیا ہے۔ اور ہر سال وہاں سکھ لوگ قافلوں کی شکل میں زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اس سے بھی یہی واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے جو دعویٰ کیا ہے اس کا گورمت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کے سابقہ جنم کے کرموں کا پھل ہے۔ اور خود سکھوں میں ایسے محققین موجود ہیں۔ جو گورو جی کے اس پچھلے جنم اور اس جنم کے جپ تپ کو سکھ دھرم سے الگ تھلگ تسلیم کرتے ہیں۔ انکے نزدیک اس کا گورمت سے کوئی واسطہ نہیں[4]

---

[1]:۔ دسم گرنتھ صفحہ ۴۹ ؛ [2]:۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۹۲۸ ؛ [3] گور پرتاپ سورج راس ۱۱۔ انسو ۱۵۔ گورتیرتھ سنگرہ صفحہ ۹۱۔ مہان کوش صفحہ ۴۸۰۔ ۵۲ بیچر صفحہ ۱۶۹۔ دس گورو جوت پرکاش صفحہ ۴۸۔ کلغیدھر چمتکار صفحہ ۳۶۔ گوردھام سنگرہ صفحہ ۱۴۳۔ تواریخ خالصہ اُردو صفحہ ۱۳۲ ؛ [4]:۔ دسم گرنتھ نرنے صفحہ ۳۲۔ دساں گوروآں دا سنکھیپ جیون چرتر صفحہ ۳۰۔ گورمت مارتنڈ صفحہ ۱۳۴۔ گورمت سمبندھی بھلیکھے صفحہ ۲۱۔ گورآشا صفحہ ۳۰۔ ادتی پیشوا۔ گورو گوبند سنگھ صفحہ ۱۳۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر مارچ ۱۹۶۳ء۔ ساڈی دشا صفحہ ۲۲۔ پوتر حضوری بیڑ دی لوڑ صفحہ ۴۳ ؛

خالصہ کی تعریف

دُنیا میں جس قدر بھی مذاہب پائے جاتے ہیں ان سب نے اپنے عقیدتمندوں کی ایک تعریف بیان کی ہے۔ اور اس تعریف میں ایسے عقاید اور ارکان جمع کر دیئے ہیں جنہیں اختیار کرنے سے کوئی انسان اس مذہب کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ گورو گوبند سنگھ جی کا خالصہ پنتھ سکھ دانشوروں کے بقول اپنے زمانہ کی ایک خالص سیاسی تحریک تھا۔ اس لئے گورو صاحب موصوف نے اپنے خالصہ جی کی جو تعریف کی ہے۔ اس میں بھی سیاسی پہلو نمایاں اور غالب ہے۔ مثلاً بھائی نند لال جی کے بقول گورو صاحب موصوف نے فرمایا ہے کہ :۔

خالصہ سوئی جو کرے نت جنگ ؛ خالصہ سوئی جو چڑھے ترنگ

خالصہ سوئی دشٹ کو مارے ؛ خالصہ سوئی شستر کو دھارے [1]

یعنی۔ خالصہ جی کی اس تعریف میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا خالص سیاست سے تعلق ہے۔ کیونکہ اس شخص کو خالصہ قرار دیا گیا ہے۔ جو مسلح ہو۔ گھوڑے کی سواری کا ماہر اور جنگ کرنے کیلئے ہمیشہ تیار ہو۔ [2]

گورو گوبند سنگھ جی کا ایک حکم یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ :۔

سنگھ سوئی جو ترکاں نوں گالے [3]

یعنی۔ سنگھ کہلانے کا وہی مستحق ہے جس کا نصب العین مسلمانوں کو غارت کرنا ہو۔

---

[1] :۔ تنخواہ نامہ نند لال ص ۲۹، ۳۰ ؛ گورمت سدھاکر ص ۳۲۲۔

[2] :۔ مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے نہنگ سنگھ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔ کہ :۔

آیدھ ترنگ چنگ ؛ بانچھت سدیو جنگ ،

سنگھ سو نہنگ ہے ؛ چڑھیو سو رنگ بھنگ (پنتھ پرکاش)

یعنی۔ نہنگ سنگھ کی تعریف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جنگ کا خواہشمند ہو اور پھرتیلا گھوڑا اس کے پاس ہو۔ اور بھنگ کا رنگ ہمیشہ چڑھا ہو۔ ؛ [3] گوردھام سنگرہ ص ۲۵۔

اس کے علاوہ سکھ کتب سے اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے سکھوں کو یہ حکم دیا تھا کہ :-

"MOHAMMDANS. ARE MY ENEMIES I HAVE LIFTED UP MY SWORD TO KILL THEM. THOSE WHO ARE THEIR NOT MINE AND THOSE WHO ARE MINE NOT THEIR." [۱]

یعنی :-

"ساڈے ویری ترک مارنے۔ اساں کھنڈا چکیا ہے۔ جو اونہاں دا ہے۔ میرا نہیں۔ جو میرا ہے اونہاں دا نہیں" [۲]

گورو گوبند سنگھ جی کے اس قسم کے فرامین کے پیش نظر ہی بھنگو رتن سنگھ جی نے یہ بیان کیا ہے کہ :- پنتھ ترکن کو ایسے میل ؛ بارود اگن سوں جیسے کھیل [۳]

گیانی گیان سنگھ جی فرماتے ہیں :-

پن پنتھ نے تب کہیو ہمرا ترک سیں کیا میل ہے

جیوں اگنی اور بارود پانی تیج تم سم کھیل ہے [۴]

یاد رہے کہ سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ نے "ترک" لفظ سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ :-

"سکھ مت کی کتب میں "ترک" لفظ مسلمانوں کیلئے استعمال کیا گیا ہے"۔ [۵]

یعنی سکھوں کا مسلمانوں سے وہی رشتہ ہے جو بارود کا آگ سے۔ جس طرح بارود آگ کے قریب جانے سے بھڑک اٹھتا ہے۔ اور سب کچھ جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔ اسی طرح سکھ مسلمانوں کو دیکھتے ہی مشتعل ہو جاتے ہیں۔

مشہور سکھ مؤرخ اور بزرگ سردار رتن سنگھ جی بھنگو نے سکھ کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ :-

دنگا سنگھن کی ذات سوگوت ؛ دنگا سنگھن کی ادت پوت

---

[۱] :- ساکھی بک انگریزی صفحہ ۸ ؛ [۲] :- سو ساکھی۔ ساکھی ۴۲ ؛ [۳] پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۱۹۶ ؛

[۴] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتر صفحہ ۵۹۵ ؛ [۵] :- گورمت سدھاکر صفحہ ۲۳ ؛

بن ڈنگیوں گذر کب ہوئے ۔ کورے ڈنگا سنگھ بھئے ہوئے [۱]

گیانی گیان سنگھ جی فرماتے ہیں کہ :-

ذات گوت سنگھن کی ڈنگا ۔ ڈنگا ہی ان گور تے منگا

ان نہ پچھے کرے بن ڈنگا ۔ ڈنگے بن ان رہے نہ انگا [۲]

اس بارہ میں ایک سکھ وِدوان نے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ :-

" اسی قسم کی افسوسناک روش جس طرح کئی بار سکھ تاریخ میں خاص طور پر مسلوں کے وقت اور پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی آنکھیں بند ہونے کے بعد سکھوں میں دیکھنے میں آئی ہے جسکا ذکر کرتے ہوئے گیانی گیان سنگھ جی مصنف پنتھ پرکاش نے کسی جگہ ...... یوں کیا ہے کہ :-

ذات گوت سنگھن کی ڈنگا ۔ ڈنگا ہی ان گور تے منگا [۳]

سکھ محققین اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان دنوں ڈنگا فساد سکھوں کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا اور وہ آپس میں بھی کئی بار اُلجھ جاتے تھے ۔ اور خون ریز لڑائیاں شروع کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے ۔ [۴]

سکھ تاریخ سے یہ امر بھی واضح ہے کہ بعض اوقات لوٹ مار کے مال کی تقسیم کے وقت بھی سکھ آپس میں اُلجھ جایا کرتے تھے[۵] ۔ اسی قسم کا ایک واقعہ گیانی گیان سنگھ جی نے یہ بیان کیا ہے ۔ کہ ایک مرتبہ عالی سنگھ نے ایک شخص کو پکڑ لیا ۔ اسنے عالی سنگھ سے کہا کہ وہ اسکی جان بخش دے تو وہ اسے بہت سے زیورات وغیرہ دیدیگا ۔ عالی سنگھ نے گورو گرنتھ صاحب کا حلف اُٹھا لیا اور زیورات کی صندوقچی حاصل کر لی ۔ اس میں بہت قیمتی زیورات تھے ۔ عالی سنگھ کا دل للچا گیا ۔ اُس نے چاہا کہ وہ خود ہی سب کے سب زیورات لے لے ۔ جسا سنگھ نے اسے بانٹ کر کھانے کی تلقین کی ۔ عالی سنگھ مرنے مارنے پر اتر آیا ۔ اور بہت جھگڑا ہو گیا ۔ آخر یہ معاملہ دوسرے سرداروں کی پنچائت میں پیش ہوا ۔ انہوں نے عالی سنگھ کو مجبور کیا کہ وہ تقسیم

---

[۱] :- پراچین پنتھ پرکاش ص۲۱۵ ۔ [۲] :- ، [۳] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص۳۵۰ ۔

[۴] :- رسالہ گورمت پرکاش امرت سر ۔ مئی ۱۹۶۴ء ۔ [۵] :- سکھ مسلاں ص۲۳ ، ص۴۹ ، ص۵۲ ، ص۵۳ ، ص۵۴ ، ص۵۵ ، ص۵۶ ، ص۶۰ ، ص۶۱ ، ص۶۲ ، ص۶۳ ، ص۶۴ ، ص۶۷ ، ص۸۰ ، ص۱۴۶ ، ص۱۶۸ ، ص۱۷۱ ۔ بندہ بہادر کون سی ص۱۲۹ ۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم ص۳۰۷ ۔ سکھاں نے راج کویں لیا ۔ ص۳۶۴ ، ص۳۶۵ ، گورمت پرکاش مارچ ۱۹۶۵ء ۔

کرکے کھائیں۔ اس پر عالی سنگھ نے دُوسرا بکس لاکر دیدیا جس میں چند کپڑے اور معمولی زیور وغیرہ تھے اس پر اسے کہا گیا کہ یہ اصل بکس نہیں ہے۔ آخر یہ فیصلہ ہوُا کہ عالی سنگھ نے جس شخص سے زیورات کا بکس حاصل کیا تھا۔ اسکی معلوم کیا جائے کہ وہ کونسا بکس تھا۔ عالی سنگھ نے یہ خیال کرکے کہ اب یہ راز کھل جائے گا فوراً جاکر اس شخص کو قتل کر دیا۔ کیونکہ اس نے خیال کیا کہ اگر اسنے اصل حقیقت بیان کر دی تو اسے زیورات بھی دینے پڑیں گے اور شرمندہ بھی ہونا پڑے گا۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بنسری۔

یہ عالی سنگھ تھوڑے عرصہ بعد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا۔ اس کے اس عبرتناک انجام کا ذکر گیانی گیان سنگھ جی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ :۔

عالی سنگھ نے کریو پاپ یہ تب وڈ جوئی ٭ پائے کتک دن پریو پھیر تس کے سر سوئی
آپ دکھی ہوے مریو رہی نہ سنتت دھریں ٭ سو دھن بھی سب گیو پھیر چڑھ سنگھ گھریں [۱]

یعنی۔ عالی سنگھ نے کبیرہ گناہ کیا تھا۔ انجامکار وہ بہت دُکھ اُٹھاکر اس دنیا سے لاولد ہی رخصت ہوگیا۔ اور جس دولت کے لئے اُسنے یہ گناہ کیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ چڑھ سنگھ کے گھر میں چلے گئی۔

گورو گوبند سنگھ جی کا نصب العین

سکھ مؤرخین کے نزدیک گورو گوبند سنگھ جی کا نصب العین بھارت سے مسلمانوں اور انکی حکومت کا خاتمہ اور اس کی بجائے سکھوں کو بادشاہی سونپنا تھا۔ چنانچہ مشہور سکھ بزرگ بھنگو رتن سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ :۔

گورو گوبند سنگھ سن غصہ آیا ٭ ترک ناش ہت پنتھ اُپایا [۲]

بھائی سنتوکھ سنگھ جی کا بیان ہے کہ گورو صاحب موصوف نے دیوی ماتا سے التجا کی تھی کہ :۔

دیہو بردات پنتھ اپادھوں ٭ ترک راج کو کھوج مٹادھوں [۳]

---

[۱]:۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۶۰۸-۹ ٭ [۳]:۔ گور پرتاپ سورج رت ۳۔ انسو ۱۱ ٭

[۲]:۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۳۲ ٭

ان دونوں حوالوں کا خلاصہ یہی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کا نصب العین بھارت سے مسلمانوں اور ان کی حکومت کا خاتمہ تھا۔ اسی مقصد کے لیئے انہوں نے خالصہ پنتھ کا اجراء کیا تھا۔

اس سلسلہ میں بھائی سنتوکھ سنگھ جی کا یہ بھی بیان ہے کہ :۔

سبھد بھاریا آو سکھ گورو نانک کی چھاپ ÷ کھنڈے پاہل ہتن کو ترکن سنگھن تھاپ[1]

یعنی۔ گورو نانک دیو جی نے سبھد بھاریوں کے لیئے سکھ نام تجویز کیا تھا۔ ہم نے انہیں کھنڈے کا امرت چھکا کر سنگھ بنایا۔ وہ مسلمانوں کو غارت کریں گے۔

دوسرے سکھ وددان رقمطراز ہیں کہ :۔

"گورو گوبند سنگھ جی مغلیہ حکومت کے ہاتھوں سے ہندوستانیوں کو نجات دلانے کیلیئے ...... پیدا ہوئے تھے۔"[2]

اس بارہ میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ گورو صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ :۔

ان غریب سکھوں کو دیئے پاتشاہی ÷ ایہہ یاد رکھیں ہمری گوریائی[3]

الغرض گورو جی کا نصب العین بھارت سے مسلمانوں کو ختم کر کے ان کی جگہ سکھوں کو حکومت سونپنا تھا۔ چنانچہ گیانی گیان سنگھ فرماتے ہیں کہ :۔

سکھن کو بھگیتہوں راج ÷ تبے سد ہوں غریب نواز[4]

اس سلسلہ میں ایک سکھ وددان پروفیسر شیر سنگھ جی ایم۔ایس۔سی نے یہ بیان کیا ہے کہ :۔

"گورو گوبند سنگھ جی کے مدنظر یہ بہت بڑا اہم کام تھا۔ ظلم، بے انصاف۔ اور انیاچاروں پر قائم سلطنت کو تباہ کرنا۔ یہ ایک یا دو ہتے آدمیوں کا کام نہیں تھا۔ اس کام کے لیئے پوری طرح سے ہتھیار بند اور شہیدی جذبے سے بھرپور فوج کی ضرورت تھی۔ اس فوج کو روپیہ بھی درکار تھا۔"[5]

---

[1] :۔ گورپرتاپ سورج رت ۵ انسو ۱۶ ÷

[2] :۔ ہفت روزہ فتح دہلی ست گورو نمبر ۱۹۶۲ء۔

[3] :۔ پراچین پنتھ پرکاش ص۳۷ ÷

[4] :۔ پنتھ پرکاش نواس ۲۶ ص۱۸۸ ÷

[5] :۔ گورمت درشن ص۱۴

اس ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جو طریق اختیار کیا گیا۔ وہ گیانی گیان سنگھ ایسے مشہور و معروف سکھ مؤرخ کے نزدیک یہ تھا کہ :۔

"گورو گوبند سنگھ جی ایک نہایت بیدار مغز اور عالی دماغ پیشوا تھے۔ جب ہزارہا آدمی امرت چھک چھک کر ان کے پیرو ہو گئے تو قبل اس کے کہ وہ اپنا کام شروع کریں۔ انہوں نے اپنے ان مریدوں کو جو براہمنوں کی کرپا سے ساگ پات کھا کھا کر بالکل گئو ماتا بنے ہوئے تھے۔ جنگ و جدل جیسے مشکل کاموں میں مشاق بنانا چاہا۔ اور اس کے لئے سوائے اس کے اس وقت کوئی دوسری عمدہ ترکیب نہیں تھی کہ وہ پہاڑی راجاؤں کے ملک میں جنہوں نے ان کے مذہب کی پیروی کرنے سے انکار کیا تھا۔ دُور دُور نکل جایا کریں۔ اور لوٹ مار کر کے چھاپے مارنے اور جنگ و جدل میں مہارت حاصل کریں۔ شکار کھیلیں، مہاں پرشاد چھکیں اور گنگا جل پئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور سکھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر ہتھیار باندھ کر ست سری اکال۔ ست سری اکال۔ اور واہ گورو جی کا خالصہ۔ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ لگاتے ہوئے۔ پہاڑی راجاؤں کے ملک میں چھاپہ مار کر لوٹ مار کرتے پھریں۔" ؎۱

گیانی صاحب موصوف نے اس بارہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"گورو گوبند سنگھ صاحب آخری گورو نے تو اس فرقہ کی گویا بالکل ہی کایا پلٹ دی۔ ہندو مسلمان دونوں سے علیحدہ اپنا فرقہ عجیب ہی نئے روپ اور نئے ڈھنگ میں نکالا۔ جس کا کوئی بھی پہلو پولیٹیکل اور سوشل باریکیوں سے خالی نہ چھوڑا۔ اور یہی وجہ ہے کہ دفعتہً اس فرقہ نے پنجاب جیسے ہندوستان کے بڑے قوی حصہ پر اپنے آپ با اختیار سلطنت قائم کر لی۔ اور مسلمانوں کی سلطنت کو جو آٹھ سو سال سے پاؤں جمائے ہوئے بیٹھی تھی۔ ایک دم میں اکھیڑ دیا۔" ؎۲

گویا کہ گورو گوبند سنگھ جی کا خالصہ پنتھ خالص سیاسی تھا جس نے گورو جی کی تعلیم پر عمل کرتے

○ گیانی گیان سنگھ جی کے نزدیک گنگا جل سے مراد شراب ہے۔ تواریخ گورو خالصہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ ؛

؎۱ :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۵۰۔ گورو صاحب کے اس قسم کے احکامات کے نتیجہ میں شراب سکھوں میں اس قدر گھر کر گئی کہ ایک وقت ایسا آیا جب ترن تارن کے سروور میں شراب کی بوتلیں ٹھنڈا کرنے کیلئے رکھی جاتی تھیں۔ (گورمت پرکاش اگست ۱۹۶۴ء) ؛

؎۲ :۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم صفحہ ۱ ؛

ہوئے پنجاب کے خطہ پر اپنی آزاد سلطنت قائم کردی۔

یہاں یہ بیان کردینا نامناسب نہ ہوگا کہ بعض سکھ ودوانوں کے نزدیک سکھ حکومت کے قیام کا نظریہ گورو ارجن صاحب نے دیا تھا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان پروفیسر کرتار سنگھ جی کا بیان ہے کہ :۔

"اونہوں (یعنی گورو ارجن) نے اپنے دربار کی شان اور سجاوٹ شاہی دربار جیسی بنائی۔ اور سکھوں کو منظم کرکے انہوں نے ایک طرح سے حکومت کا سلسلہ قائم کرلیا۔ جو کہ پورا امن اور شانت گُن والا تھا۔ جس کے سرتاج سچے پاتشاہ خود تھے۔ سچ ہے کہ سکھوں نے اس وقت تک مغل حکومت کے اندر ہی اندر اپنی حکومت قائم کرنے کی تربیت حاصل کرلی تھی۔" [۱]

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ :۔

"سکھوں نے گورو ارجن دیو کے زمانے میں آہستہ آہستہ اپنی ریاست بنالی تھی اور اپنے گورو کو سچا بادشاہ (REAL KING) کہنا شروع کردیا تھا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں گورو ارجن جی نے سوراج SELF GOVT. WITHIN EMPIRE قائم کرلیا تھا۔" [۲]

مگر اس کے برعکس گورو جی کا اپنا یہ قول گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہے کہ :۔

"راج نہ چاہوں مکت نہ چاہوں من پریت چرن کملا رہے۔" [۳]

یعنی۔ نہ تو مجھے حکومت کی خواہش ہے نہ مکتی کی۔ مَیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے قدموں سے ہی لپٹنے کا خواہاں ہُوں۔

گورو گوبند سنگھ جی کے ایک درباری شاعر سیناپت ہوئے ہیں۔ انہوں نے گورو صاحب موصوف کی سوانح حیات پر مشتمل ایک کتاب "گور سوبھا" کے نام پر لکھی ہے۔ جو ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی کے بقول گورو جی کی وفات سے تین سال بعد ۱۷۶۸ بکرمی (مطابق ۱۷۱۱ء) میں مکمل ہوئی ہے۔ [۴]
اس میں گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ کے سکھوں کی روش مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ :۔

خالصہ ایسی کرے ٭ ہوئے اسوار گاون تے چرے

---

[۱] :۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ ص۱۵ ٭ [۲] :۔ جیون چرتر گورو گوبند سنگھ جی ص۵۶۰ ٭
[۳] :۔ راگ دیو گندھاری محلہ ۵ ص۵۸۴ ٭ [۴] :۔ "گور سوبھا" دیباچہ ص۹ ٭

جو آگئے تے ملنے آوے ٭ بست ہے کچھ بھینٹ چڑھاوے
کرے بلم بھینٹ نہیں دیئی ٭ تاں کر لوٹ خالصہ لیئی [1]

یعنی۔ گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ میں خالصہ جی کا یہ طریق تھا کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں گاؤں پھرا کرتے تھے۔ اور لوگوں سے بھینٹ (نذرانہ) وصول کیا کرتے تھے۔ اور جو شخص بھینٹ دینے میں تاخیر کرتا اسے خالصہ جی لوٹ لیا کرتے تھے۔

کوئر سنگھ کلال نے بیان کیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے سکھوں سے یہ کہا تھا کہ:۔

دیس پہاڑ کی لیجے کبھی کو راجن گرام لکھو جتنا ہی ٭ رنجک تراس کرو، منتر مار کے لوٹ سو دھوم مچا ہی
یوں سن سکھ چڑھے تب دیس دیس کر لوٹ ٭ راجن پور ہل چال بھی دوکھ جگت سب کوٹ [2]

اس سے یہ امر واضح ہے کہ ۱۶۹۹ء تک سکھوں کی طرف سے لوٹ مار اور قتل و غارت کی جو وارداتیں ہوئیں اس کی بنیاد ۱۶۹۹ء میں رکھ دی گئی تھی۔ اور اس قتل و غارت اور لوٹ مار کا گورو نانک جی کی مقدس تعلیم سے قطعاً کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ گورو گوبند سنگھ جی کا حکم تھا۔

سکھ مصنفین بیان کرتے ہیں کہ پراچین زمانہ کے سکھ بزرگ خود کو گورو نانک جی کی بجائے گورو گوبند سنگھ جی کا سکھ کہلانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے:۔

"ایک مرتبہ بھائی (اڈن شاہ) جی بادشاہ کے پیر سے ملنے کے لئے اس کے گھر گئے۔ آپس میں صاحب کی باتیں پریت سے کر رہے تھے۔ اور بہت آنند آ رہا تھا۔ اور پیر جی کے پاس بھائی جی بیٹھے ہی تھے کہ بادشاہ آ گیا پیر کے دیدار کے لئے۔ تب بھائی جی کی طرف دیکھا کہ سر پر کیس نظر پڑے۔ تب بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا یہ ملیے گورو کے سکھ ہیں؟ تب پیر نے کہا کہ نہیں یہ سری بابے نانک جی فقیر کے سکھ ہیں۔ تب بھائی جی گرج کر بولے۔ اور کہا۔ نہیں ہم مرلیے سری گورو گوبند سنگھ جی کے سکھ ہیں۔ تب بادشاہ کچھ نہ بولا۔" [3]

اس واقعہ کا ذکر اور بھی بعض مصنفین نے کیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہے کہ پراچین سکھ بزرگ بھی گورو نانک جی اور گورو گوبند سنگھ جی کے سکھوں میں فرق سمجھتے تھے اور وہ گورو گوبند سنگھ جی کا سکھ کہلانے میں فخر خیال کرتے تھے۔ [4]

---

[1]:۔ گور سوبھا۔ ادھیائے ۱۱۔ انک ۷۔ ۱۰۔ ام ٭ [2] گور بلاس پاتشاہی دس۔ ادھیائے ۱۰۔ انک ۶۷۔ ۲۲۔ ۲۱ ٭

[3]:۔ رسالہ ساہت سماچار لدھیانہ اگست ۱۹۵۲ء ٭

[4]:۔ پوراتن اتہاسک جیونیاں ص ۱۴۲، ہفت روزہ گرج دہلی۔ فروری ۱۹۶۹ء ٭

سکھ تاریخ سے واضح ہے کہ گورو صاحب موصوف نے اپنے اس مقصد کے پیش نظر اس زمانہ کے مناسب حال تیاری بھی کی۔ اور اپنے جملہ سکھوں کو جنگی فنون میں مہارت حاصل کرنے پر خوب زور دیا۔[۱] جس کے نتیجہ میں جلد ہی دس ہزار کے قریب ہتھیار بند نوجوان گورو صاحب کے اردگرد جمع ہو گئے۔[۲] اس کے علاوہ آنند پور کے کئی مقامات پر کیس گڑھ صاحب، فتح گڑھ صاحب۔ لوہ گڑھ صاحب۔ ہول گڑھ صاحب اور آنند گڑھ صاحب مختلف ناموں کے قلعے بھی بنوائے۔[۳] اور کافی تعداد میں سامان حرب جمع کیا۔[۴] اور آنند پور میں ایسے لوگ بھی بسائے جو سامان حرب تیار کرتے تھے۔[۵]

ایک سکھ مصنّف نے یہ قیاس آرائی بھی کی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے آنند پور میں اپنی ٹکسال بھی جاری کی تھی۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

"سی۔ جے۔ براؤن (THE COINS OF INDIA) کے الفاظ:۔

"A FEW COINS OF. INDIA WERE ALSO STRUCK AT ANANDGARH"

سے اشارہ ملتا ہے کہ آنند پور صاحب میں بھی کوئی ٹکسال رہی ہے۔ کیا معلوم کہ یہ ٹکسال گورو گوبند سنگھ جی نے قائم کی ہو۔"[۶]

سکھ مؤرخین کو مسلّم ہے کہ چونکہ ہندو پہاڑی راجاؤں نے گورو جی کے پروگرام پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا ان سے ٹکراؤ ہو گیا۔ اور یہ ٹکراؤ آخر دم تک قائم رہا۔ چنانچہ پروفیسر کرتار سنگھ جی ایم۔ اے بیان کرتے ہیں کہ:۔

"گورو جی کو زیادہ تکلیف ہندو پہاڑی راجاؤں نے ہی دی۔ شاہی طاقت کو گورو جی کے خلاف میدان میں آنے کی تلقین بھی اکثر مرتبہ یہ پہاڑی راجے ہی کرتے رہے۔"[۷]

---

[۱]:۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۸۷۔ جیون پرکاش صفحہ ۳۱۔ گورو گوبند سنگھ مصنفہ پیارا سنگھ داتا صفحہ ۴۷۔ گورمت درشن صفحہ ۴۱ ٭ [۲]:۔ مالوہ اتہاس جلد اوّل صفحہ ۱۴۳ ٭ [۳]:۔ سکھ اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۳۴۔ ساڈا اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۲۵۲۔ مہان کوش صفحہ ۵۷۔ گورمت لیکچر صفحہ ۶۳۲۔ جیون پرکاش صفحہ ۶۷-۶۶۔ گورو گوبند سنگھ (مصنفہ ڈاکٹر گوپال سنگھ صفحہ ۴۷)۔ سنکھیپ جیون چرتر گورو گوبند سنگھ صفحہ ۹۱۔ روزنامہ اکالی پتر کا جالندھر ۱۳ر جون ۱۹۶۰ء۔ رسالہ گورمت پرکاش اگست ۱۹۶۰ء۔ [۴]:۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ صفحہ ۸۷ ٭ [۵]:۔ گورو گوبند سنگھ (مصنفہ ڈاکٹر گوپال سنگھ صفحہ ۴۶ ٭ [۶]:۔ گورمت پرکاش امرتسر جولائی ۱۹۶۳ء ٭ [۷]:۔ سکھ اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۳۵۲ ٭

ایک اور وِدوان نے یوں لکھا ہے کہ :-

"پہاڑی راجے گورد گوبند سنگھ جی کے وجود کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے - وہ ہر وقت شرارتیں کرتے اور لڑتے رہتے تھے - حقیقت تو یہ ہے کہ گورد گوبند سنگھ جی کو پہلی لڑائی ہی پہاڑی راجاؤں کے خلاف لڑنی پڑی تھی - راجہ بھیم چند اور ہری چند تو گورو تیغ بہادر جی کو بھی دھمکیاں دے چکے تھے ...... وہ گورو گوبند سنگھ جی کو دھرم ناشک کہنے لگ پڑے تھے" ۔ ؎۱

گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے اس مقصد کو پُورا کرنے کی غرض سے جو تدابیر اختیار کیں - ان میں سے ایک تدبیر یہ تھی کہ لوگوں کو حکومت کے خلاف ابھارا جائے - چنانچہ ایک سکھ محقق لکھتے ہیں کہ :-

"آپ (گورد گوبند سنگھ) سکھ مسندوں کو سکھوں کے پاس رقوم کی وصولی کے لئے اور پیغام پہنچانے کی غرض سے بھیجا کرتے ان کا کام عام لوگوں کو ظالم حکومت کے خلاف ابھارنے کے لئے پراپیگنڈا کرنا ہوتا تھا" ؎۲

گوردوارہ ٹربیونل کے ایک فاضل جج نے ایک فیصلہ میں بیان کیا تھا کہ :-

"گورد گوبند سنگھ جی نے اپنی جدوجہد کو مذہبی اور سیاسی لحاظ سے اسلام کے خلاف بنا دیا تھا" ؎۳ ○

سکھ تاریخ شاہد ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کی زندگی میں مغلیہ سلطنت ختم نہ ہو سکی - بلکہ حالات نے گورو صاحب موصوف کو اورنگ زیب کے مرنے کے بعد اورنگ زیب کے بڑے لڑکے بہادر شاہ کی

؎۱ :- ایک مورت انیک درشن صـ۲۳ ؎۲ :- اخبار موجی امرت سر ۱۸ر جنوری ۱۹۳۷ء

○ :- بعض سکھ وِدوانوں نے مغلیہ حکومت کے خلاف گورد گوبند جی کی اس بغاوت کو سکھ دھرم کا ضروری حصّہ قرار دینے کی غرض سے گورد نانک جی کو بھی باغی بنانے سے دریغ نہیں کیا - جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ :-

"گورو نانک دیو جی سب سے بڑے سیاسی لیڈر تھے - اس زمانہ کی حکومت کے سب سے بڑے باغی تھے - گورد نانک جی کے پاک دل میں غیر ملکی حکومت کیلئے پوری نفرت تھی" (جگت جلندا رکھ لے صـ۲)

اس کے برعکس ایک اور صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ :-

"گورو نانک جی بابر کی حکومت کو اپنی ہی حکومت سمجھتے تھے - سکھ تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے" (سکھاں نے راج کویں لیا صـ۲)

؎۳ :- اور سی سکھ نہیں صـ۳۲

مدد کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور گورو صاحب موصوف اس کی فوج میں شامل ہو کر اس کی حمائت میں لڑے اور گورو جی کے بقول ہی بہادر شاہ نے فتح حاصل کرنے کے بعد ساٹھ ہزار روپے کی دھکھد کھی خلعت کے طور پر انعام کی تھی۔ جیسا کہ گورو صاحب موصوف کا اپنا بیان ہے کہ:۔

"سربت سنگت دھول کی تسیں میرا خالصہ ہو۔ گورو رکھے گا۔ گورد گورد جپنا۔ جنم سورے گا۔ سرب سُکھ نال پاتشاہ پاس آئے۔ سروپاؤ اور سٹھ ہزار کی دھکھد ھکھی جڑاؤ انعام ہوئی۔ ہور بھی کم گورد صدقہ سب ہوتے ہیں۔ اسیں بھی تھوڑے دناں نوں آدتے ہاں ......"[1]

سردار گوربخش ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی نے اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"گورو صاحب کو اپنا اہم مقصد پورا کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ وہ اپنی زندگی میں راج شاہی کی لنکا کو جلا کر راکھ نہ کر سکے۔ البتہ اس منزل پر پہنچنے کے لئے جس قومی چرتر کی ضرورت تھی۔ اس کی بنیادیں اپنے لوگوں میں مضبوط کر گئے۔"[2]

الغرض یہ درست ہے کہ گورو صاحب موصوف اپنی زندگی میں مغلیہ سلطنت کی صف لپیٹ کر اپنے سکھوں کو حکومت دلانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہاں انہوں نے اس تعلق میں مسلمانوں کو غارت کرنے کی جو تعلیم دی۔ اس پر ان کے سکھوں نے عمل پیرا ہونے کی پوری پوری کوشش کی اور جب بھی موقعہ ملا خون کی ندیاں بہانے سے دریغ نہ کیا۔ بندہ سنگھ۔ سکھ مسلوں اور سکھ حکومت کے دوران مسلمانوں کا جو کشت و خون ہوا۔ اور ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کے خون سے جو ہولی کھیلی گئی دراصل وہ اسی تعلیم کا ہی نتیجہ تھی۔ چنانچہ آئندہ اوراق میں ہم سکھ مصنفین اور مؤرخین کی تحریرات کی روشنی میں بیان کریں گے کہ سکھوں نے مسلمانوں کو غارت کرنے اور مغلیہ سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے۔

---

[1]:۔ حکم نامے صفحہ ۱۸۰، صفحہ ۱۸۹، دنشان تے حکم نامے صفحہ ۶۶

[2]:۔ پرم سکھ صفحہ ۱۰۷

گورو گوبند سنگھ جی کی وفات

سکھ مصنفین عام طور پر یہ بیان کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی ۸ کاتک ۱۷۶۵ بکرمی مطابق ۷ اکتوبر ۱۷۰۸ء کو حیدر آباد دکن کے مشہور و معروف قصبہ ناندیڑ میں فوت ہوئے۔ اور وہاں ہی ان کی آخری یادگار بنائی گئی۔ جسے سکھ دنیا ابچل نگر حضور صاحب کے نام سے موسوم کرتی ہے مگر گورو جی کی وفات سے متعلق جو قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ گورو صاحب طبعی موت سے فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ وہ خود زندہ چتا میں گئے تھے[۲]۔ یہی وجہ ہے کہ سکھوں میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں کہ جن کے نزدیک گورو جی کی وفات کی یہ روایت ایک سیاسی چال تھی۔ گورو جی اس دن فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ روپوش ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر گوپال سنگھ جی لکھتے ہیں کہ :-

"کئی سکھ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ گورو جی خیمہ میں گھوڑے پر سوار ہی گئے اور آسمان پر چلے گئے۔ راستہ میں انہوں نے کئی راجاؤں کو آزاد کروایا تھا۔"[۳]

نامدھاری فرقہ سے تعلق رکھنے والے سکھ محققین کا بھی یہی نظریہ ہے کہ گورو جی ۱۷۶۵ بکرمی

---

[۱] :- مہان کوش صفحہ ۳۲۳۔ مالوہ اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۱۱۳، گور سوبھا گرنتھ صفحہ ۱۲۸، گورو گوبند سنگھ سمرپن گرنتھ صفحہ ۱۳۶ گور بلاس پاتشاہی دسویں مصنفہ کویر سنگھ حاشیہ صفحہ ۲۸۹۔ دھرم دا چھتر صفحہ ۲۱۸۔ گورو گوبند سنگھ مصنفہ سردار ہربنس سنگھ صفحہ ۱۴۳۔ جیون پرکاش صفحہ ۲۱۰۔ گورو گوبند سنگھ مصنفہ پیارا سنگھ داتا صفحہ ۱۳۱۔ ساڈا اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۲۹۵ سنکھیپ جیون چرتر گورو گوبند سنگھ صفحہ ۱۶۷۔ گورمت لیکچر صفحہ ۴۰۷۔ چھوت چھات سمبندھی گورمت سدھانت صفحہ ۱۰۶ سنسار وادھارمک اتہاس صفحہ ۳۰۸۔ سکھ اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۲۴۸۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۲۴۳۔ گورو بلیا دلی صفحہ ۱۳۴۔ نامدھاری اتہاس اوّل۔ سردار ناہر سنگھ صفحہ ۶۵۔ نانک شاہی جنتری صفحہ ۴۶۔ گور پرنالیاں صفحہ ۱۱، صفحہ ۴۲

[۲] :- گور پرنالیاں صفحہ ۱۳۰۔ گورو گوبند سنگھ ڈاکٹر گوپال سنگھ حاشیہ صفحہ ۹۱۔ گور پرتاپ سورج۔ این ۲۔ انسو ۲۳۔ پنتھ پرکاش نواس ۲۸ صفحہ ۲۸۹۔ گور تیرتھ سنگرہ صفحہ ۱۶۷۔ بادشاہ درویش گورو گوبند سنگھ صفحہ ۳۴۹ و صفحہ ۳۵۰۔ جنم ساکھی بھائی بالا اُردو صفحہ ۵۷۔ سری گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۲۵۔ تواریخ گورو خالصہ دت ۲۱۶۹ ؎

[۳] :- گورو گوبند سنگھ مصنفہ ڈاکٹر گوپال سنگھ حاشیہ صفحہ ۹۱ ؎

میں فوت نہیں ہوئے تھے[1] بلکہ وہ اس کے بعد بھی زندہ رہے تھے ۔ ان کے نزدیک اگر گورو صاحب کے اس واقعہ کو ان کی موت سے تعبیر کیا جائے تو اس صورت میں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ گورو جی نے خودکشی کی تھی اس لئے وہ یہ برملا کہتے ہیں کہ گورو جی نے دراصل ایک سیاسی چال چلی تھی ۔ تاکہ حکومت انکی طرف سے مطمئن ہو جائے ۔ اور گورو جی حکومت کے خلاف اپنی جدوجہد کو جاری رکھ سکیں ۔ اور حکومت کے اعتاب سے بچ سکیں ۔ چنانچہ سنت ندھان سنگھ عالم نے بیان کیا ہے کہ :-

"جو واقعہ آپ کی وفات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ وہ گورو گوبند سنگھ جی کی حکومت کے خلاف ایک سیاسی (ٹیکنک) چال تھی ۔ جس میں آپ کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی ۔ وہ چال یہ تھی کہ حکومت کو گورو صاحب کی وفات کا یقین ہو جائے ۔ تاکہ وہ آپ کی طرف کے پیدا کی گئی شاہی بغاوت کا خاتمہ سمجھ کر ڈھیلی پڑ جائے ۔ اور دوسری طرف آپ کسی پوشیدہ شکل میں رہ کر اپنے مقصد کو پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کر سکیں ۔"[2]

ویدا اندر سنگھ جی لکھتے ہیں کہ :-

"گورو جی چاہتے تھے کہ حکومت کو میری وفات کا یقین ہو جائے اور میری پیدا کی ہوئی بغاوت کی موت سمجھ کر حکومت اپنے جنگ کے پروگرام کو ختم کر دے ۔ اتنے میں تمام سکھ پنجاب میں پھیل کر طاقت پکڑ جائیں گے ۔"[3]

اس سے واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کی زندگی شروع سے آخر تک سیاست میں ہی بسر ہوئی ۔ حتیٰ کہ آپ نے اس سیاست کے پیشِ نظر ہی اپنے مرنے سے قبل اپنی موت مشہور کر دی تاکہ حکومت آپ کے خلاف کوئی کارروائی کرنے میں ڈھیلی پڑ جائے ۔ اور آپ روپوش ہو کر حکومت کے خلاف چلائی گئی بغاوت کی تحریک جاری رکھ سکیں ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گورو جی نے اپنی بقیہ زندگی بابا اجا پال سنگھ کے نام پر بسر کی تھی ۔[4]

ے۱ :- سری گورو گوبند سنگھ جی دا ناندیڑ دل بعد دا جیون صـ۲۶ ، صـ۱۰۶ ۔ گورو پد پرکاش صـ۱۱ ۔ ناندیڑ دل بعد دسم گورو درشن صـ۲۰۴ ، صـ۲۰۵ ، صـ۲۰۷ ۔ گورو پد پرکاش حصہ دوم صـ۸ ، صـ۹۶ ۔ گورو پد پرکاش حصہ سوم صـ۲۰۵ و صـ۲۱۱ ۔ گور بلاس پاتشاہی دس ادھیائے ۲۰ مصنف باباکھا سنگھ جی ۔ ے۲ :- گورو پد پرکاش صـ۱۱ و صـ۱۲ ۔

ے۳ :- دسم گورو درشن مصنف ترن سنگھ دہمی صـ۲۰۵-۲۰۶ ۔ (الوپ ہونا کا نند ۲۳)۔

ے۴ :- گورو پد پرکاش صـ۱۰۲ ، سری گورو گوبند سنگھ جی دا ناندیڑ دل بعد دا جیون صـ۱۰۷ ۔ گورو پد پرکاش حصہ دوم صـ۱۰۸ گورو پد پرکاش حصہ سوم صـ۲۵۸ ۔ ناندیڑ دل بعد دسم گورو درشن صـ۱۱۵ ۔

۲

بندہ سنگھ سے رنجیت سنگھ تک

بندہ سنگھ سے رنجیت سنگھ تک

دُنیا میں جتنے بھی ریفارمر یا راہبر گذرے ہیں۔ ان کے بعد ان کی بہترین یادگار وہ تعلیم سمجھی جاتی ہے جسے وہ اپنے پیچھے آنیوالے لوگوں کے لئے چھوڑ جاتے ہیں تاکہ ان کے عقیدتمند اس پر عمل کر کے دین و دنیا سنوار سکیں اور اپنے رب العزت کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

گورو گوبند سنگھ جی کا مشن یا نصب العین جیسا کہ سکھ محققین کو اقرار ہے بھارت سے مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ کر کے سکھوں کو راج دینا تھا۔ جو ان کی زندگی میں پُورا نہ ہو سکا۔ البتہ وہ ایسی تعلیم ضرور چھوڑ گئے جس پر عمل کر کے سکھوں نے آخر پنجاب میں اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ ایک سکھ بزرگ بھائی وِیر سنگھ جی نے اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:۔

> "جو لوگ سوال کرتے ہیں کہ چھٹے یا دسویں گورو نے اپنی زندگی میں ظلمی راج تمام دُور نہیں کیا تھا۔ وہ نہیں جانتے کہ انہوں نے ایسی تدبیر کر دی تھی اور لوگ پیدا کر دیئے تھے کہ عوام میں بیداری پیدا ہو جائے۔" [۱]

اِس سلسلہ میں گورو جی نے اپنے بعد آنے والے سکھوں کے لئے جو تعلیم چھوڑی یا تدبیر بتائی اس کے بعض حصے سکھ کتب کے حوالوں سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

سکھوں کے نامدھاری فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے نت نیم میں ایک بانی "اگرونتی" کے نام پر بھی درج ہے۔ اور یہ بانی ان کے ہاں روزمرہ کی عبادت میں باقاعدگی سے پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

> "جپ۔ جاپ۔ ہزارے۔ رہراس۔ سکھمنی۔ آساکی دار۔ کیرتن سوہلا۔ اکال استت۔ اگرونتی کا پاٹھ کیا جائے۔" [۲]

اِس اگرونتی کی وار میں علاوہ اور باتوں کے یہ بھی مرقوم ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے سکھوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ گائے کا گوشت کھانے والے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ جیسا کہ لکھا

---

[۱]: ۔ گورپرتاپ سورج سمپادت صفحہ ۳۰۱۶

[۲]: ۔ نامدھاری نت نیم (دیباچہ) صفحہ ۳۲۔ کوکیاں دی وتھیا صفحہ ۱۴۸، صفحہ ۲۶۴، صفحہ ۳۰۵، صفحہ ۳۰۹، صفحہ ۳۱۴، صفحہ ۳۳۲

ہے کہ:-

یہی دیہہ آگیا ترکن کھپاؤں ✣ گؤ گھات کا دوکھ جگ تے مٹاؤں
چھتر تخت مغلن کو ہوں ماردوے ✣ گھر ہے تب جگت میں فتح دھرم ٹورے
تمن در کھڑا داس کر ہے پکارا ✣ ترکن میٹ کیجے جگت میں اُجارا
تبہے گیت منگل فتح کے سناؤں ✣ تمن کو سمر دو کھ سگلے مٹاؤں[۱]

یعنی - گورو گوبند سنگھ جی نے اپنی یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ مسلمانوں کو غارت کر کے ذبیحہ گائے کو بند کیا جائے۔ اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کر کے اُجالا کیا جائے اور فتح کے گیت گائے جائیں۔

اس "اگر ونتی وار" کے پانچویں چھند میں یہ بھی مرقوم ہے کہ:-

سکل ھند میسوں ترک دشٹاں بدارہو ✣ دھرم کی دُھجا جگت میں جھلا رہو
دوہوں پنتھ میں کپٹ دویا چلانی ✣ بہر تیسرا پنتھ کیجے پردھانی[۲]

یعنی - سارے ہندوستان سے دشٹ ترکوں (مسلمانوں) کو ختم کر کے دھرم کا جھنڈا جھلا دو۔ دونوں پنتھوں (ہندو دھرم اور اسلام) میں کپٹ کی دوبیا چل پڑی ہے۔ اس لئے مَیں نے تیسرا پنتھ پردھان کیا ہے۔ ان دونوں دھرموں اسلام اور ہندو دھرم کو چھوڑ کر سکھ دھرم اپناؤ۔

اس تعلیم کا ایک اور حصہ ملاحظہ فرمایئے :-

مڑھی گور دیول مسیتاں گرا اینگ ✣ توہی ایک اکال ہر ہر جپا اینگ
مٹے وید شاستر اٹھاراں پورانگ ✣ مٹے بانگ صلوٰۃ سنت قرآنگ[۳]

یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ "اگر ونتی کی وار" صرف نامدھاری فرقہ کے سکھ ہی اپنی روزمرہ کی عبادت میں نہیں پڑھتے۔ بلکہ دوسرے سکھ وِدوان بھی اپنے مضمونوں اور کتابوں میں اس کے حوالہ جات اپنی تائید میں پیش کرتے رہتے ہیں۔[۴]

بھائی کوئر سنگھ جی بھی ایک سکھ بزرگ گذرے ہیں۔ ان کا پہلا نام بشن سنگھ تھا۔[۵] ان کی مشہور

---

[۱] :- اگر ونتی کی وار ص نامدھاری نت نیم ص۲۹، ط۲۹۱ ✣ [۲] :- اگر ونتی کی وار نامدھاری نت نیم ص۲۸۸ ✣
[۳] :- اگر ونتی کی وار نامدھاری نت نیم ص۲۸۹ ✣ [۴] :- ندت مان سکھ راجنیتی ص۲ من مت پرہار (؟) سکھ ایڈیشن ساگر ص۳۴ - کیش فلاسفی ص۲۸۴ - ہم ہندو نہیں ص۴۴ - رسالہ گورمت امرتسر اپریل ۱۹۶۳ء - رسالہ سنت سپاہی امرتسر جولائی ۱۹۴۸ء و نومبر ۱۹۵۰ء ✣ [۵] :- گور بلاس پاتشاہی دس - دیباچہ ص۱ ✣

تصنیف گوربلاس پاتشاہی دس٘ ہے۔ حال ہی میں اس گوربلاس کو پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ نے سردار شمشیر سنگھ جی اشوک سے ایڈٹ کروا کر شائع کروایا ہے۔ اور اس کے دیباچہ میں اس کا تعارف یوں کروایا گیا ہے کہ :۔

"یہ گوربلاس اسوج سُدی ۱۱ ۱۸۰۸ بکرمی مطابق ۱۷۵۱ء کو گورو گوبند سنگھ جی کی وفات کے تقریباً ۴۳ سال بعد لکھا گیا۔ اس سے پہلے کوئی بھی تصنیف ایسی نہیں جس میں گوروجی سے متعلق تفصیل سے اتنے حالات بیان کئے گئے ہوں"۔ [۱]

یعنی :۔

"کوئر سنگھ کا گوربلاس زمانہ کے لحاظ سے پہلی کتاب ہے جس میں گورو گوبند سنگھ کے ابتدائی سوانحی حالات کی تسلی بخش تفصیل ملتی ہے۔ دوسری تصنیفات جن میں اس قسم کی تفصیل درج ہے۔ سب بعد کی تصنیفات ہیں"۔ [۲]

اس گوربلاس میں مرقوم ہے کہ گوروجی کا نصب العین ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کی صف لپیٹ کر خالصہ جی کو دلی کا تخت دلانا تھا۔ اور خالصہ راج قائم کرنا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :۔

تب ستگور اک بھانا کینا ÷ پربت پت من بھوڑ سو دینا
اوپر تے سب بول ہٹھائے ÷ حکمنامہ دیکھت بتہ آئے
تب سب کو ایہہ لجانتے اچارو ÷ تم خالصہ کی رہت سدھارو
ترکن کرد بھرد ہالہ مانو ÷ لیو ترک کو اب پہچانو
کھنڈے جی کی ترنی آڈ ÷ ہلمی سبھا سومار گوآڈ۔ [۳]

سردار شمشیر سنگھ جی اشوک سکھ ہسٹری ریسرچ سکالر نے گوربلاس کے اس مقام پر حاشیہ میں یہ نوٹ دیا ہے کہ :۔

"خالصہ بن جاؤ۔ یُونوں (ترکوں یعنی مغلوں) کی مجلس۔ مغلیہ حکومت کا تختہ الٹادو" [۴]

گویا کہ گوروجی کے مدّنظر سب سے اہم اور بڑا کام مغلیہ حکومت کا تختہ الٹانا تھا۔

خالصہ راج کے قیام سے متعلق اس گوروبلاس میں یہ پیشگوئی درج کی گئی ہے کہ :۔

---

[۱] :۔ گوربلاس پاتشاہی دس٘ دیباچہ صفحہ ۲ ÷ [۲] ایضاً دیباچہ صفحہ ۶ ÷ [۳] ایضاً ادھیائے ۹۔ انک ۱۱۱۔

[۴] :۔ " " " حاشیہ صفحہ ۱۳۷ ÷

جیسے خالصہ دھر میں ہوئی ٭ پر تھمے دُکھ پیکھے گا سوئی
پن جب راج دلّی میں کرہی ٭ پاوے سکھ سوا کال اچرہی
واہگورو کی فتیح بلاوے ٭ شستر استر بوجھ سکھ پاوے [۱]

یعنی :-

تاں کو اگم سیپ نظر آوا ٭ ہوئے خالصہ راج سوہاوا
تاں کو بیج مانت جو بھئے ٭ بیج پرشاد وہ کھاوت بھئے [۲]

اِن حوالہ جات سے واضح ہے کہ کوئر سنگھ جی کے نزدیک بھی گورو جی کا نصب العین مغلیہ سلطنت کا خاتمہ اور خالصہ راج کا قیام تھا۔

بھائی کوئر سنگھ جی نے اور بھی متعدد مقامات پر یہ بات بالصّراحت بیان کی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کی آمد اور خالصہ پنتھ کے قیام کا مقصد بھارت سے مسلمانوں کے اقتدار کو ختم کر کے خالصہ راج کا پرچم لہرانا تھا۔ [۳]

اِس سلسلہ میں ڈاکٹر فوجا سنگھ جی نے گوربلاس پاتشاہی دس٬ مصنفہ کوئر سنگھ جی کے دیباچہ میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ :-

"گورو (گوبند سنگھ) جی ۱۷۰۸ء میں فوت ہوئے تھے۔ اس کے بعد سکھوں کے حالات میں ایک عظیم انقلاب آچکا تھا۔ گورو جی کی وفات کے بعد دو سالوں کے اندر اندر بندہ سنگھ بہادر نے مشرقی پنجاب میں مغلیہ حکومت کو ختم کر کے ایک آزاد خالصہ راج قائم کر لیا تھا۔ خواہ یہ راج بندہ بہادر کی دلی میں ۱۷۱۶ء میں مغل بادشاہ فرخ سیر کے حکم سے ہوئی موت سے ختم ہو گیا۔ مگر اس تھوڑے سے عرصہ کے سیاسی تجربہ کا اثر تقریباً ایک صدی تک سکھوں کے دلوں پر چھا گیا۔ چند سالوں کے برائے نام امن کے بعد پھر مغلوں اور سکھوں میں اعلانیہ ٹکر شروع ہو گئی...... حکومت کے اس چیلنج کو سکھوں نے اپنی زندگی موت کا سوال بنا کر پہلے خود کو چھوٹے چھوٹے گوریلہ دستوں میں۔ بعد کو بڈھا دل اور ترنا دل کے بڑے

---

[۱] :- گوربلاس پاتشاہی دس٬ ادھیائے ۶ انک ۱۵۰-۱۴۹ ٭ [۲] :- ایضاً ادھیائے ۹ انک ۴۹ ٭
[۳] :- گوربلاس پاتشاہی دس٬ ادھیائے ۵ پہلی چوپئی۔ ادھیائے ۵ انک ۱۸۔ ادھیائے ۵ انک ۱۵۶۔ ادھیائے ۶۔ انک ۱۸۱-۱۸۰، ادھیائے ۹۔ انک ۴۷-۴۶۔ ادھیائے ۱۶۔ انک ۱۳۴۔ ادھیائے ۱۶۔ انک ۲۹۸-۲۹۹۔ ادھیائے ۱۸۔ انک ۸۰-۷۹ ٭

بڑے جتھوں میں اور آخر میں ایک متحد طاقتور تنظیم "خالصہ دل" میں جمع کر دیا ......

جن دنوں کوئر سنگھ اپنا گوربلاس لکھ رہا تھا۔ سکھوں اور مغلوں (یعنی ترکوں) کی باہمی ٹکر بڑے زوروں پر تھی۔ یہ ترک ہی خالصہ کے لئے ملیچھ۔ ظالم اور پاپی تھے! اور ان کے خلاف جدوجہد میں سر سے پاؤں تک ہمہ تن مصروف تھے ......

اس لئے اس نے گورو گوبند سنگھ کو اتنا مذہبی اور سماجی نیتا کے روپ میں پیش نہیں کیا۔ جتنا کہ ترکوں (مغلوں) کے خلاف آزادی کی لڑائی کے لیڈر اور خالصہ راج کے قیام کے اوّلین راہنما کی شکل میں پیش کیا ہے"۔ [1]

ڈاکٹر فوجا سنگھ جی نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ اس تاریخ کا خلاصہ ہے جو گورو گوبند سنگھ جی کی وفات کے بعد سے سکھ مسلوں کے زمانہ تک مشتمل ہے۔ اس زمانہ میں سکھ مورخین کے بقول مسلمانوں کا بے پناہ خون بہایا گیا۔ کیونکہ ان دنوں سکھ لوگ خالصہ پنتھ کے قیام کی غرض ہی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا تصوّر کرتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے موقعہ ملنے پر مسلمان بچوں، عورتوں، بوڑھوں، جوانوں کو تہہ تیغ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اور یہ سب کچھ گورو گوبند سنگھ جی کی تعلیم سمجھ کر کیا گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر فوجا سنگھ نے خود ہی بیان کیا ہے کہ:۔

گورو گوبند سنگھ جی نے بچتر ناٹک میں ایک جگہ اپنے مشن سے متعلق یوں فرمایا ہے کہ:۔

ہم ایہہ کاج جگت مو آئے ؛ دھرم ہیت گوردیو پٹھائے
جہاں تہاں تم دھرم بتھارو ؛ دشٹ دوکھین پکڑ پچھارو
یاہی کاج دھرا ہم جنمنگ ؛ سمجھ لیہو سادھو سب من منگ
دھرم چلاون سنت اُبارن ؛ دشٹ دوکھین کو مول اپارن

جن دشٹوں کو نشٹ کرنے پر گورو صاحب نے بار بار زور دیا ہے۔ آیا وہ ترک (مغل) تھے یا پہاڑی راجے یا کوئی اور۔ اس بات کا انہوں نے واضح الفاظ میں فیصلہ نہیں دیا۔ یہ درست ہے کہ اگر ان کی جملہ تحریرات پر اچھی طرح غور کیا جائے۔ تو ہمیں متعدد ایسے اشارے مل جائیں گے۔ جن سے معلوم ہو جائے گا کہ دشٹوں سے ان کی مراد اصل میں ترک یا مغل ہی تھی ......

---

[1] :۔ گوربلاس پاتشاہی دسویں دیباچہ صفحہ ۱۶ الف ؛

گوربلاس پاتشاہی دسٰ کے مصنف کوئر سنگھ نے اِس معاملہ میں کوئی شبہ نہیں رہنے دیا۔ اسنے بالکل صاف کہہ دیا ہے کہ گوروگوبند سنگھ جی کے سامنے جو دشٹ تھے۔ وہ مغل ہی تھے۔" [1]

مشہور سکھ وِدوان سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :۔
"سکھ مذہب کی کتب میں ترک لفظ مسلمانوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔" [2]

کوئر سنگھ نے تو گوروگوبند سنگھ جی کی آمد کی غرض ہی یہ بیان کی ہے کہ :۔

جو گتن کے ناسن ہتیا ؛ دھر اوتار گورو سکھ کیتا [3]

یعنی ۔ گوروجی کا اوتار جوغتوں کو ختم کرنے کے لئے ہوا ہے۔

اس بارہ میں بھائی گورداس جی (دوسرے) کا بیان ہے کہ سکھوں نے جب زور پکڑا تو انہوں نے گوروگوبند سنگھ جی کے اس حکم پر عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور بے شمار مساجد کو مسمار کر دیا۔ اور قرآن شریف کے ان گنت نسخے نذرِ آتش کر دیئے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ :۔

گورہ بدا اکال سول ابچیو بگیانا ؛ تب سہجے رچیو خالصہ ثابت مردانہ
ایوں اُٹھے سنگھ بھبھکار کر سب جگ ڈرپانا ؛ مڑھی گور دیول مسیت ڈھائے کئے میدانا
بید پوران کھٹ شاستر ابھن ہی قرآنا ؛ بانگ صلوٰۃ مٹائے کر مارے سلطانا
میر پیر سب چھپ گئے سب مذہب اُلٹانا ؛ ... ...
ایہہ تیسر امذہب خالصہ اپجیو پرد ھانا ؛ جن گور گوبند کے حکم سوں گہہ کھڑگ دکھانا
نہ سب دشمن کو چھید کر اکال جپانا ؛ پھر ایسا حکم اکال کا جگ میں پرگٹانا
تب سُنت کوئے نہ کر سکے کانپت ترکانا ؛ ایوں امّت سب محمدی کھپ گئی ندانا [4]

اِس سلسلہ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ :۔

جگے سنگھ بلونت بیر سب دشٹ کھپائے ؛ دین محمدی اُٹھ گئے ہند ک ٹھہرائے
نہ کلمہ کوئے نہ پڑھ سکے نہیں ذکر الائے ؛ نماز درود نہ فاتحہ نہ ..... کٹائے
یہ راہ شریعت میٹ کے مسلم بھرمائے ؛ گور فتح بلائی سبھن کو سچ کھیل رچائے

---

[1] :۔ گوربلاس پاتشاہی دسٰ۔ دیباچہ صـــ ۱۷۸ ؛ [2] :۔ گورمت مارتنڈ حصہ دوم صـــ ۲۰ ؛
[3] :۔ " " ادھیائے ۵۔ انک ۱۸ ؛ [4] :۔ واراں بھائی گورداس۔ وار ۴۱ پوڑی ۱۶ ؛

بج دوہی پھری گوبند کی اکال جپائے ؞ سب جگ تنہوں وٹ کم ترکا جن گھائے [۱]

... ... ؞ ایوں کلجگ میں اوتار دھرست جگ ورتائے [۲] ⓪

بھائی گورداس جی کی اس وار میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔اس کا خلاصہ یہی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے خالصہ جی نے اپنے دسم پاتشاہ جی کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو خوف زدہ کر دیا۔ اور متعدد مساجد شہید کر دیں۔ قبریں اکھاڑ دیں۔ مسلمانوں کو اذانیں دینے۔ نمازیں پڑھنے سے روک دیا۔ اور انہیں ذکر الٰہی کرنے کی بھی اجازت نہ دی اور جبر کا یہ عالم تھا کہ اُن میں کوئی کلمہ طیبہ تک بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس دَور میں سکھوں کا ہندوؤں کے دیوتوں کو تلف کرنا۔ اور مندروں وغیرہ کو مسمار کرنا بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ اسی اختلاف کا نتیجہ ہو سکتا ہے جو سکھ وِدوانوں کے مطابق ہندو پہاڑی راجاؤں اور سکھوں کے درمیان پیدا ہو چکا تھا۔ اور گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ میں سکھوں اور ہندوؤں کی خونریز لڑائیاں بھی ہو چکی تھیں۔

مشہور سِکھ ودوان ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی نے اس اہم وِیں وار سے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ :-

"اِس اکیالیسویں وار...... میں زمانہ ماضی کے گذرچکے حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے"۔ [۳]

---

[۱] :- مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے بیان کیا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا جبکہ سکھ لوگ مسلمانوں کو پکڑ کر کھا جایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کا فرمان ہے کہ :-

سنگھن کے کر ترک جو آویں ؞ کاٹ تاہیں بیرے کر کھاویں۔

(پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص۳۲۸)

یعنی۔ جو مسلمان سکھوں کے ہاتھ لگ جاتے تھے انہیں وہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھا جاتے تھے۔

[۲] :- واراں بھائی گورداس۔ وار اہم پوڑی ۱۷ ؞

⓪ جن لوگوں کے ست جگ کا یہ عالم ہے کہ لوگوں کے مقامات مقدسہ بھی محفوظ نہیں۔ اور وہ اپنے دین اور مذہب پر عمل نہیں کر سکتے ان کا کلجگ کیسا ہو گا۔ اس بارہ میں ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ قارئین کرام خود ہی اندازہ لگا لیں۔

[۳] :- کوکیاں دی دتھیا ص۶۱ ؞

بندہ سنگھ کے کارنامے

اِس سلسلہ میں گیانی گیان سنگھ یُوں بیان کرتے ہیں کہ جب بھی سکھوں نے طاقت پکڑی اور انہیں موقعہ ملا۔ تو انہوں نے یہ کارنامے سرانجام دیئے کہ :۔

بانگ نماز نہ ہوتی پائے ؞ ڈھائے مسیتاں کری صفائے
مڑھی پیر خانے تھے جیتے ؞ بندے نے گردائے تیتے [۱]

یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

سب مہجاں گردائے دینی پیر دیئے جار ؞ نہ بانگ اور نماز ہو دن دیت سکھوں ٹھلائے [۲]

گیانی جی کا یہ بھی بیان ہے کہ بادشاہ کے حضور مسلمانوں نے یہ کہا تھا کہ :۔

بندے مندے ایک نے تو دین گوائیو ؞ ڈھائے مہجداں سُٹیاں پیرن خانے
بانگ نماز نہ ہونے پاوے کتے تھانے ؞ مسلمان اپار ہی کر کافر مارے
ملک لوٹ سب کھائیو بہہ نگر اُجھاڑے ؞ [۳]

یعنی۔ بندہ نے بے شمار مساجد مسمار کر دیں۔ اور ان گنت پیر خانے گرا دیئے اور لوگوں کو اذانیں دینے اور نمازیں پڑھنے سے روک دیا۔ اور اس طرح گورو گوبند سنگھ جی نے انہیں جو تعلیم دی تھی۔ اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھا دیا۔

یہ کسی مخالف یا سکھ دھرم کے دشمن کا الزام یا بے بنیاد اعتراض نہیں۔ بلکہ سکھ مؤرخین کے اپنے ہی خیالات ہیں۔ جو انہوں نے خود ہی نقل کئے ہیں۔ ان سے یہ امر واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے بعد مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور وہ وقت ایسا تھا کہ جب مسلمان حکمران تھے۔ مگر چونکہ ان دنوں رسل و رسائل اور آمد و رفت کے ذرائع ایسے نہیں تھے کہ فوری طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا جا سکے۔ اس لئے سکھوں کے جتھے اور ٹولیاں دیہات اور قصبات میں مار دھاڑ کرتی پھرتی تھیں۔ اور مسلمانوں کا کشت و خون کر کے مساجد کو مسمار کرتی رہتی تھیں۔ اور ان کے نام و نشان مٹانا اپنا فرض منصبی تصور کرتی تھیں۔ جب کوئی فوجی دستہ جائے وقوعہ پر پہنچتا تو سکھ اپنا کام کر کے دس بیس کوس ادھر اُدھر جا چکے ہوتے تھے۔

---

[۱] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۳۱۱ ؞ [۲] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۳۲۲
[۳] :۔ 〃 〃 صفحہ ۳۱۲ ؞

پس سکھ تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جب بھی موقعہ ملا۔ سکھوں نے بیشمار مساجد، پیر خانے اور دیگر عبادت گاہوں کو مسمار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اس کے علاوہ متعدد مساجد کو گوردواروں میں تبدیل کر دیا گیا۔ چنانچہ گوردوارہ مست گڑھ کی اصطلاح اسی کارناموں کی پیداوار ہے۔ یعنی ایسے گوردوارے کو جسے سکھ مسجد گرا کر بناتے تھے۔ اسے وہ گوردوارہ مست گڑھ کے نام سے پکارتے تھے۔ لکھا ہے کہ:-

"مست گڑھ۔ وہ مسجد جہاں گورو گرنتھ صاحب کا پرکاش کیا گیا ہے۔ مسجد کی جگہ بنایا گیا گوردوارہ"۔ ؎۱

ایک اور مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ:-

"مست گڑھ۔ خاص کر وہ مسجد جسے سکھ گوردوارہ میں تبدیل کیا گیا ہے۔ جس مسجد میں گورو گرنتھ صاحب کا پرکاش کیا جاتا ہے...... شاہ آباد وغیرہ قصبات میں کئی مسجد گڑھ ہیں"۔ ؎۲

اور بھی متعدد سکھ مصنفین نے گوردوارہ مست گڑھ سے متعلق یہی کچھ بیان کیا ہے۔ ؎۳

اور یہ بھی لکھا ہے کہ سکھوں نے بیشمار مساجد مسمار کر دی تھیں ؎۴۔ ایک سکھ وودوان کے نزدیک اکالی پھولا سنگھ نے اپنی رہائش گاہ ایک مسجد کو بنایا تھا اور اس کا نام مست گڑھ رکھا تھا۔ اس مسجد کے احاطہ میں ایک سکھ کی سمادھ بھی بنائی گئی تھی ؎۵۔

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

"مساجد مسمار کی گئیں۔ مقبرے کھودے گئے۔ اور دفن شدہ مردے قبروں سے نکال کر جلائے گئے۔ مسلمانوں کو زبردستی سکھ بنایا گیا"۔ ؎۶

؎۱ :- مہان کوش صفحہ ۱۱۲۷ ؎۲ :- مہان کوش صفحہ ۲۷۸۶

؎۳ :- گرمکھ بولے صفحہ ۱۳۸، خالصئی بولے صفحہ ۲۶، سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۱۶۴، بھارت مت درپن صفحہ ۸ دیباچہ، رسالہ سنت سپاہی امرتسر نومبر ۱۹۵۶ء۔ رسالہ گورمت پرکاش امرتسر دسمبر ۱۹۵۹ء

؎۴ :- گورپرتاپ سورج این ۵ انسو ۸ دانسو ۹، بندہ بہادر صفحہ ۳۱، صفحہ ۳۷، تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم صفحہ ۱۸۱، صفحہ ۲۵۲

؎۵ :- گورمت پرکاش امرتسر دسمبر ۱۹۵۹ء

؎۶ :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۸۷

مسلمانوں کا برتاؤ

پس سکھوں کے دور میں بیشمار مساجد مسمار کی گئیں اور ان کی جگہ گوردوارے بنائے گئے۔ سکھ مصنفین کو مسلّم ہے کہ جن دنوں سکھ مساجد گرانے اور مسلمانوں کا بے تحاشہ خون بہانے میں مصروف تھے۔ مسلمان حکمران ان دنوں بھی سکھ مجرموں کو سزا دیتے وقت اس بات کو مدِّ نظر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ ان کے ہاتھوں کسی بے گناہ سکھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ اسی طرح وہ سکھ گوردواروں کا احترام کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور ان پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ سنت دیال سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ :-

"بندہ بہادر کے وقت یا میر منوں اور احمد شاہ کے زمانہ میں جب سکھوں کے سروں کی قیمت اسّی اسّی روپے مقرر کی گئی تھی۔ اور سکھ جنگلوں میں چھپ کر رہتے تھے۔ مگر اپنے گوردواروں کی خدمت اور حفاظت کے لئے اُنہوں نے جگہ جگہ نرملے اور اداسی بزرگ مقرر کر دیئے تھے۔ خواہ نرملے اور اداسی بھی کیس دھاری تھے۔ مگر ان کا لباس تارک الدنیا فقیروں سا ہونے کی وجہ تھے مسلمان ان کو اللہ لوگ خیال کو کے ان پر سختی کرنے سے جھجھکتے تھے۔ ...... گوردواروں کے خادم تارک الدنیا سنتوں کو کچھ بھی نہیں کہا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے گوردوارے جگہ جگہ قائم رہے"۔[۱]

ایک اور سکھ وِدوان نے اس بارہ میں یہی کچھ بیان کیا ہے۔[۲]

اِن دنوں سکھوں نے جس قسم کے حالات پیدا کر رکھے تھے اور جس طرح بے گناہ مسلمان عورتوں بچوں اور بوڑھوں کا بے تحاشہ خون بہایا تھا۔ نیز جس طریق پر اسلامی مقامات مقدسہ۔ مساجد۔ مقابر اور پیر خانوں کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی مہم شروع کی ہوئی تھی۔ اور مسلمان اگر کسی جگہ سکھوں کے ہاتھوں تباہ شدہ مساجد کی مرمت وغیرہ کرتے تھے تو سکھ اسے پھر گرا دیتے تھے[۳] ایسی صورت میں اگر مسلمان بھی یہی روش اختیار کرتے اور مساجد کے بدلہ میں گوردواروں کو گرانا شروع کر دیتے تو پورے ملک میں سکھ گوردوارے مٹ جاتے اور کسی ایک جگہ بھی گوردوارں

---

[۱] :- بابا نانک، دا نرمل پنتھ ص۶ ؛ [۲] :- کتھا اپدیش ساگر ص۸۳۱ ؛
[۳] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص۸۴ ؛

کا نام و نشان نہ ملتا۔ مگر خود سکھ بزرگوں اور مصنفوں کو مسلّم ہے کہ مسلمانوں نے اس بدامنی اور خون ریزی کے زمانہ میں بھی ایسا نہیں کیا۔ نہ کسی گوردوارے پر ہاتھ اُٹھایا اور نہ کسی گوردوارے کے خادموں کے خون سے ہاتھ رنگنے کی کوشش کی۔ اِسی وجہ سے تمام سکھ گوردوارے اپنی اپنی جگہ سلامت رہے۔ البتہ کسی وقت سکھوں نے اپنے کسی گوردوارے کو اسلام کے خلاف سازشوں کا اڈہ بنانے کی کوشش کی تو اس کے خلاف کارروائی کرنا حکومت کا فرض ہو جاتا تھا[۱] ورنہ کسی گوردوارے کو محض ایک مذہبی مقام سمجھ کر کسی مسلمان نے اس کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھایا۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کو اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی مسجد کو بھی لوگ اسلام کے خلاف سازشوں کا اڈہ بنانے کی کوشش کریں تو ایسی ضرار مسجد کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے۔ چنانچہ تاریخ اسلام کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ خود رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں بعض منافقین نے اسلام کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے مسجد بنائی تھی۔ اس مسجد ضرار کا نام و نشان مٹا دیا گیا تھا۔ قرآنِ شریف میں بھی اس مسجد ضرار کا ذکر کیا گیا ہے[۲]۔

بندہ سنگھ کے حملے اور لوٹ مار

سکھ تاریخ شاہد ہے کہ سکھوں کو جب بھی موقعہ ملا۔ انہوں نے مختلف دیہات اور قصبات میں چھاپے مار مار کر مسلمانوں کا بے تحاشہ کشت و خون کیا۔ حتیٰ کہ ایک ایک دن میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ چنانچہ مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی نے سامانہ پر سکھوں کے حملہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

سب لوٹیو شہر سامانہ ؛ سر ترکن قہر بہانا

جن اگیوں ہتھ اٹھائیو ؛ سو جانوں مار گوائیو

بہ ترک قتل تب کینے ؛ تب بیر سنگھن نج لینے

... ...

تُھکن پہ تُھک پڑھائی ؛ بیھقن میں مر مچائی

سب بھاگ گئے ترکانی ؛ تج شہر قہر دُرمانی

---

[۱]:۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر جون ۱۹۶۱ء ؛ [۲]:۔ قرآن شریف سورہ توبہ ع ۱۳۔ پ ۱۱ ؛

سیّدانی اور پٹھانی ؎ شیخانی بہہ مُغلانی
جو کبھی نہ کنتے نہاری ؎ ترکن کی سُندر ناری
سو پکڑ پکڑ دیسی لوگن ؎ کینی من بھاوت بھوگن
... ... ؎ ... ...
بندے نے ترکن گیرے ؎ بہہ بچے مار بنیرے
ترکنیاں کے پیٹ چِروائے ؎ کڈھ بچے گھُومر وائے [۱]

یعنی۔ سکھوں نے سامانہ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور بے شمار مسلمان عورتوں۔ بچوں اور جوانوں کو قتل کر ڈالا۔ یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر چیر کر ان کے بچے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور بے شمار عورتوں کی عصمت دری کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

ڈاکٹر گنڈا سنگھ جی نے سامانہ کا حشر مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کہ :۔

"۲۶ نومبر ۱۷۰۹ء کی صبح کو بندہ سنگھ اور اس کے خالصہ دل باز کی طرح شہر پر ٹوٹ پڑے۔ اور رات پڑنے سے قبل اس کے اُونچے محل اور عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً دس ہزار آدمی اس مار دھاڑ کا شکار ہوئے اور بہت سا مال سکھوں کے ہاتھ آیا۔" [۲]

سرہند پر جو گذری اس کا ذکر گیانی گیان سنگھ جی نے یُوں کیا ہے کہ :۔

بال۔ بردھ نہ ترن تجائے ؎ پکڑ پکڑ بندے قتل کرائے
ترکنیاں کے پیٹوں بچے ؎ بہہ کڈھوائے ہتے تب کچے [۳]

گیانی صاحب موصوف نے بندہ سنگھ کی قتل عام سے متعلق ایک اور جگہ یہ بیان کیا ہے کہ :۔

مسلمان بال بردھ جوانو ؎ بندے سب قتلائے جانو
... ...
ملی ترکنی گربھ وتی جو ؎ پیٹ چاک کر ترت ہتی سو [۴]

---

[۱] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۲۵۹۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۹۱ حصہ دوم۔ گور پرتاپ سورج این ۱۲ انسو ۹۔ انسو ۱۰ ؎

[۲] :۔ سکھ اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۲۰۷-۳ ؎ [۳] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۲۷۲ ؎ [۴] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۲۰۷ ؎

یعنی :-

"کوئی عورت، بچہ ۔ باقی نہ چھوڑا گیا ۔ یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے شکم چاک کروا کروا کر ان کے بچے نکال نکال کر قتل کروا دیئے" [۱]

ایک اور وِدوان نے بیان کیا ہے کہ :-

"بندے نے پہلے تو وہ مسلمان جو لوٹ کے وقت پکڑ کر جگہ جگہ قید کئے گئے تھے ۔ ایک ایک کو نکلوا کر بھیڑ اور بکریوں کی طرح مروانا شروع کئے ۔ نہ کوئی عورت ۔ نہ بچہ اور نہ جوان اور نہ بوڑھا دیکھا جو سامنے آئے قتل کیا جائے ۔ یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے شکم چاک کروا کر ان کے بچے نکال کر مروا دیئے" [۲]

مشہور سکھ وِدوان ست بیر سنگھ ایم ۔ اے نے جنہیں مسلمان حکمرانوں میں کوئی خوبی اور سکھوں میں کوئی عیب نظر نہیں آتا ۔ اور جن کے نزدیک بندہ سنگھ بہت ہی رحم دل اور نیک انسان تھا ۔ سرہند پر جو گذری یوں بیان کی ہے :-

"سرہند میں ایک بھی جاندار ایسا نہ تھا جسے جان سے نہ مارا گیا ہو ۔ لوٹا یا زخمی نہ کیا گیا ہو ۔ سرہند کی فی الحقیقت اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی" [۳]

جانداروں میں تو چرند پرند بھی شامل ہیں ۔ گویا انسانوں کے ساتھ چرندوں اور پرندوں کی بھی گت بنا دی گئی تھی ۔ اسی کا نام تو رحم دلی ہے ؟

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے اِس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :-

"اِس قتل و غارت میں پانچ ہزار آدمی اور اتنی ہی عورتیں اس دُنیا سے کوچ کر گئیں ۔ بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتوں نے جب کسی طرح بھی اپنا بچاؤ نہ دیکھا تو مکانوں سے گر کر اور کوؤں میں کود کر اپنی زندگیاں ختم کر دیں ۔ اور اپنی عصمت کی سفید چادر پر داغ نہ لگنے دیا ۔ آنکھ جھپکنے میں تمام شہر لاشوں سے بھر گیا .... سرسبز شہر شام سے پہلے پہلے کھنڈرات کی شکل اختیار کر گیا ۔ اور ایسا گرا کہ آج تک اس کی حالت ایسی نہ ہو سکی" [۵]

---

[۱] :- ظفر نامہ مترجم (پنج خالصہ دیوان والا) صفحہ ۱۳۰ ؛ [۲] :- جیون بر تانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۳۰ ؛

[۳] :- ساڈا اتہاس حصہ دوم صفحہ ۶۲ ؛ [۴] ایضاً صفحہ ۶۰ ؛ [۵] :- سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۱۲۴ ؛

سر ہند کے حشر کے متعلق ایک سکھ دوست کی یہ رائے ہے کہ:۔

"سرہند ہندوستان کا سرہ شہر بارہ مربع میل میں واقع تھا۔ خالصہ نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ گرائے گئے مکانات کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں ...... مسلمان بادشاہ اس شہر کو ہندوستان کا دروازہ کہتے تھے" [1]

ایک سکھ ودوان سردار پیارا سنگھ جی داتا کے قبول سرہند پر حملہ کرنے سے قبل بندہ سنگھ نے ایک اعلان کیا تھا۔ جو یوں تھا کہ:۔

"سرہند کا گورنر وزیر خان جس نے دسم گورو جی کے معصوم بچوں کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا تھا۔ اور ہزاروں لوگوں کو مذہب کے نام پر قتل کیا تھا اس سے خون کا بدلہ خون سے لیا جائے گا۔ سرہند شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ قاتلوں اور ان کے مددگاروں کو قتل کیا جائے گا۔ سارے شہر میں لوٹ مار ہوگی۔ وزیر خاں نے معصوم بچوں کے خون سے سرہند کی کچہری میں ہولی کھیلی تھی۔ آج اس کے بدلہ میں سرہند کی گلی گلی سرخ کر دی جائے گی" [2]

اس اعلان سے ثابت ہوتا ہے کہ سرہند میں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کا جو کشت و خون ہوا وہ بندہ سنگھ کی مرضی کے مطابق تھا۔ اور سکھوں کے دل بھی اس ظلم کی وجہ سے ندامت سے بھر جاتے ہیں۔ تو اپنی اس ندامت کو چھپانے کے لئے صوبہ سرہند اور اس کے ساتھیوں پر جھوٹے اور بے بنیاد الزام دیتے ہیں۔ داتا جی کو شاید یہ علم نہیں یا پھر وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین پرنسپل تیجا سنگھ جی۔ ڈاکٹر گنڈا سنگھ ایسے ودوانوں کی یہ تحقیق ہے کہ سرہند کی دیوار میں گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کو زندہ چنوائے جانے کا واقعہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ ایسے غلط واقعہ کی آڑ میں بندہ سنگھ کے ظلموں پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ایک بے گناہ کے بدلہ میں دوسرے بے گناہ کو مار دینا تو انصاف نہیں کہلا سکتا۔

"رحم دل" بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے سرہند میں داخل ہو کر جو ظلم و ستم کئے اس کی تفصیل داتا جی نے یہ پیش کی ہے کہ:۔

"۲۴ مئی ۱۷۱۰ء کو خالصہ فوجیں سرہند میں داخل ہوئیں۔ شہر میں سکھ فوجوں نے قتل عام شروع کر دیا۔ لوگ خوفزدہ اور حراساں ہو کر شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چار دن

---

[1]: ۔ سکھاں نے راج کویں لیا ص ۱۶۴ ٭ [2]: ۔ سکھ شہید ص ۵۰ ٭

سرہند کو بُری طرح لُوٹا گیا۔ اور برباد کیا گیا ..... حکومت کے پرزوں کو چن چن کر مارا گیا۔ ان مقتولوں میں سرہند کا دیوان سچانند بھی تھا جس نے صاحبزادوں کے قتل میں بڑی دلچسپی لی تھی۔ اس کی شاندار محل نما حویلی مسمار کر کے زمین کے ساتھ ملا دی گئی۔" ؎۱

بالفرض اگر یہ درست ہی تسلیم کر لیا جائے کہ سرہند میں گورو صاحب کے بچے دیوار میں زندہ چنوا دیئے گئے تھے تو اس کی سزا سارے شہر کو دینا کسی طرح درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بات خود سکھوں کے اپنے مفاد کے خلاف ہوگی۔ انہیں یہی شکوہ ہے کہ گورو صاحب کے بچے بے گناہ تھے۔ اس صورت میں سرہند میں مارے جانے والے وہ بچے جو ابھی اپنی ماؤں کے شکم میں ہی تھے کیونکر مجرم ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ انکی ماؤں کے شکم چاک کر کے انہیں نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا ظلم ہی کہلائے گا۔ اس ظلم پر کسی فرضی قصہ کی بناء پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

سکھ تاریخ سے واضح ہے کہ سکھوں نے سرہند پر متعدد حملے کئے اور اسے برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ایک مرتبہ انہوں نے سکھ مسلوں کے زمانہ میں بھی حملہ کیا۔ مگر ان کا وہ حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔ مالیر کوٹلہ کے نواب بھیکھن خاں صاحب نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس وجہ سے سکھ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ سکھوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ انہوں نے مالیر کوٹلہ پر اچانک حملہ کر کے اردگرد کے دیہات خاکستر کرنے کے علاوہ مالیر کوٹلہ کو بھی خوب دل کھول کر لوٹا۔ چنانچہ ہری رام صاحب گپتہ اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے تھیسس میں لکھتے ہیں کہ:۔

"سکھوں کو افغان سردار بھیکھن خاں کی اس کارروائی پر بہت غصہ آیا۔ اس نے ان کے راستہ میں سرہند لوٹنے میں روک پیدا کی تھی۔ انہوں نے اسے سزا دینے کی ٹھان لی۔ اور اچانک مالیر کوٹلہ کی طرف چل دیئے۔ اس وقت اس شہر کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا شہر وہاں سے تیس میل دُور تھا۔ مگر سکھ ایک دن میں یہ سفر طے کر کے وہاں لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے۔ شہر کا اسی وقت محاصرہ ہو گیا۔ اور چاروں طرف ناکہ بندی ہو گئی۔ اردگرد کے دیہات جلا کر راکھ کر دیئے گئے اور علاقہ خوب لوٹا گیا۔ قلعہ والوں نے جلد شکست تسلیم کر لی۔ اور شہر سکھوں نے جی بھر کر لُوٹا۔" ؎۲

اگر نواب بھیکھن خاں کا سکھوں کو سرہند لوٹنے سے روکنا جُرم ہی تھا تو اس کی پاداش میں مالیر کوٹلہ اور

؎۱:۔ سکھ شہید صفحہ ۶۷ ؛ ؎۲:۔ سکھ اتہاس صفحہ ۱۲۹

اس کے اردگرد کے دیہات کو جلا کر راکھ کر دینا اور لوٹ لینا تو کوئی انصاف نہیں۔ مورنڈہ کے جانی خاں اور مانی خاں کے سارے کنبہ کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ ؎۱

سہارن پور پر جو قہر نازل ہوا۔ اور سکھوں نے جو قیامت برپا کی۔ اس کا ذکر سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے یوں کیا ہے کہ :۔

"سکھ جب سہارن پور میں داخل ہوئے تو بغیر گولی چلائے شہر پر قبضہ کر لیا۔ شہر کے امراء نے تھوڑا سا مقابلہ کیا۔ مگر اس طرح ان کا کیا بن سکتا تھا۔ سارا شہر لوٹا گیا۔ اور جلا دیا گیا۔ ایک سرے سے قتل و غارت شروع ہو گئی۔ اور ہزاروں لوگ اپنا مال بچانے کی بے معنی کوشش میں اپنی جانیں گنوا بیٹھے۔ یہ شہر ابتداء سے ہی عالموں اور فاضلوں کا مرکز رہا ہے۔ اس لئے یہاں مسلمانوں کا بہت زور تھا۔ لیکن ان کا بھی وہی حشر ہوا جو کہ سرہند کے باشندوں کا ہوا تھا" ؎۲

یاد رہے کہ سرہند میں مسلمانوں کے بچے۔ بوڑھے اور جوان موت کے گھاٹ اتارے گئے تھے اور سہارن پور میں بھی ایسا ہی قتل عام ہوا تھا۔ نیز یہاں بھی حاملہ عورتوں کے شکم چاک کر کر کے ان کے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تھا۔ سہارن پور میں سکھوں کے حملہ کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان وہاں گائیوں کو ذبح کیا کرتے تھے۔ اور یہ بات سکھوں کو بہت ناگوار تھی ؎۳ اور بھی متعدد مقامات پر گائیوں کے بدلہ میں مسلمانوں کا کشت و خون کیا گیا۔ ؎۴

سردار کرم سنگھ ہسٹورین نے ایک اور مقام پر سہارن پور کے حشر کا تذکرہ یوں کیا ہے :۔

"شہر دل کھول کر لوٹا گیا۔ مکان جلائے گئے اور قتل عام کیا گیا۔ ایسا کہ کئی سال تک اس شہر نے ہوش نہ سنبھالی ...... سہارن پور سے اس لئے عداوت تھی کہ یہ اسلام کے پابند مسلمانوں کا مشہور شہر تھا" ؎۵

ایک سکھ ودوان گیانی لال سنگھ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بندہ کے زمانہ میں سکھوں نے حکومت سے

؎۱ :۔ رسالہ سکھ دھرم جنوری ۱۹۶۳ء ۔ ؎۲ :۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر ص۸۵

؎۳ :۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر ص۸۵ ، ص۱۰۱ ۔ ؎۴ :۔ سکھاں نے راج کویں لیا ص۳۸۷ ، رسالہ سنت سپاہی جولائی ۱۹۶۹ء پہلے اتہاسک لیکھ ص۲۱۷ ۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص۸۸ ۔

؎۵ :۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص۱۰۱ ۔

معاہدہ کیا تھا۔ اس میں علاوہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ پنجاب میں ذبیحہ گائے بند ہوگا۔ اور مسلمان گائے کا گوشت بطور خوراک استعمال نہیں کریں گے۔[1]

پس سکھ مصنفین کو مسلّم ہے کہ سکھوں نے ذبیحہ گائے کے مسئلہ کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کا بے پناہ کشت و خون کیا۔ بلکہ بعض مسلمانوں کے پورے کے پورے خاندان کا صفایا کر دیا گیا۔ اگر کوئی دوسرے شہر گیا ہوا تھا تو وہی بچ سکا۔ گھر پر موجود سبھی چن چن کر مار دیئے گئے۔[2] ہزاروں کی تعداد میں مسلمان زندہ جلا دیئے گئے۔[3] بعض رئیسوں کو روئی لپیٹ کر اور اس روئی کو تیل سے تر کر کے آگ لگا دی گئی۔ چنانچہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین کا بیان ہے کہ :-

"تازہ بیگ خاں سے بہت بے رحمی کا سلوک کیا گیا۔ اس کے جسم کے ارد گرد روئی لپیٹ دی گئی۔ اور پھر اسے تیل سے تر کر کے آگ لگا دی گئی۔ اور خاص توجہ سے بھون کر مار دیا گیا۔"[4]

بے شمار مُردہ لاشیں نذرِ آتش کر دی گئیں۔[5] یہاں تک کہ دفن شدہ مسلمان بزرگوں کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں نکالی گئیں اور انہیں جلا دیا گیا۔[6]

پس یہ حقیقت خود سکھ مصنفین کو مسلّم ہے کہ سکھوں نے مختلف شہروں، قصبوں اور دیہات میں چھاپے مار مار کر بے شمار عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں اور نوجوانوں کو خون میں نہلایا۔ سکھوں کی بربریت کا یہ عالم تھا کہ نماز میں مصروف اور خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز مسلمانوں کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ ان کی تکہ بوٹی کی گئی جیسا کہ مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی فرماتے ہیں کہ :-

کوڈ نمازاں دیوت بانگاں ٭ بدھر خدا کو مارت چانگاں

---

[1] :- سکھاں نے راج کویں لیا۔ صفحہ ۱۴۶، صفحہ ۳۰۰ ٭ [2] :- سکھ اتہاس سکیچ صفحہ ۲۵۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۹۴ جیون برتانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۸۵۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۱۰۴۔ سکھ اتہاس ول صفحہ ۴۸ ٭

[3] :- تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم اُردو صفحہ ۱۹۹، صفحہ ۲۰۷۔ ظفر نامہ مترجم صفحہ ۱۳۲۔ بندہ بہادر صفحہ ۶۰۔ نامدھاری اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۱۹۴۔ سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۲ ٭ [4] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۱۱۴ ٭

[5] :- شمشیر خالصہ صفحہ ۲۳۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم صفحہ ۲۹، سکھ پنتھ کیتھے تول کیتھے صفحہ ۱۳۴، پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۹۲۹۔ بجے مکت صفحہ ۳۵۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۱۰۳ و صفحہ ۱۱۲ ٭

[6] :- گور پرتاپ سورج این ۲ انسو ۸ و انسو ۹۔ بندہ بہادر صفحہ ۱۹، صفحہ ۳۱۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم اُردو صفحہ ۱۸۷، صفحہ ۲۸۳۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۱۱۵، مالوہ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۹ ٭

کیتک اُج مُکھ ساجے اوضو ؛ کیتک خطرے ہُوئے رُجو
کیتک استنجا ڈھیلا کرہیں ؛ کیتک لوپور لگ پگ دھرہیں

... ...

ہیت نماز جن اوضو سدھاریں ؛ حال چال وٹی ڈال کرائیں

... ...

پگڑی پہنی نہیں سنبھاری ؛ توبہ توبہ کریں پکاری [۵۱]

یعنی :-

جے جے جھک جھک پڑت نمازاں ؛ تن کو تیغن بیگ نوازہ
جیتک تے بیٹھے کت خطرے ؛ تن کو بیاپے جانن خطرے
آزار بند بھیج کسن نہ پادیں ؛ پھس پھس تمبے ٹانگن جاویں
اور نہیں تن تے کچھ ہوا ؛ گریں دھرن کر توبہ توبہ [۵۲]

یعنی ۔سکھوں نے حملہ کیا تو نمازیں پڑھتے [۵۳] وضو کرتے بلکہ پیشاب اور پاخانہ کے لئے بیٹھے مسلمانوں کو آزار بند باندھنے کی بھی مہلت نہ ملی ۔ اور سکھوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ یہ حشر برپا دیکھ کر لوگ توبہ توبہ پکار اُٹھے ۔

بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے علاوہ بے شمار شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کے بٹالہ شہر پر بھی حملہ کیا تھا ۔ اس شہر کا جو حشر کیا گیا اسے سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے کہ :-

"اب باری آئی بٹالہ کی ...... شمشیر خاں کے وقت اس کی رونق بہت بڑھ گئی اور بندہ کے وقت یہ شہر پورے جوبن پر تھا ..... اس میں بڑی بڑی عالی شان حویلیاں اور خوبصورت مکان تھے ۔ سب سے بڑی حویلی قاضیوں کی تھی ۔ ...... شہر کی زیادہ آبادی اچل دروازہ کی طرف تھی ۔ اور یہاں ہی مسلمانوں کے محلے ہونے کی وجہ سے ...... بڑا بھاری قصاب خانہ تھا ۔ جہاں روزانہ کئی گائیں ذبحہ کی جاتی تھیں ۔ شہر کے درمیان ایک پختہ قلعہ تھا جس میں فوجدار کی فوج رہتی تھی ۔ جو وقتاً فوقتاً شہر کا دفاع کرتی تھی ۔" [۵۴]

---

۵۱ :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص ۴۱۱ ؛ ۵۲ :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص ۴۱۳ ؛
۵۳ :- سکھاں نے راج کویں لیا ص ۴۳ ؛ ۵۴ :- جیون برتانت بابا بندہ بہادر ص ۱۶۷ ، ص ۱۶۸ ؛

بٹالہ شہر سے متعلق یہ واقفیت بہم پہنچانے کے بعد سردار کرم سنگھ جی، ہسٹورین لکھتے ہیں کہ:۔

"بندہ نے کلانور سے چل کر اچل ڈیرے ڈالے اور دوسرے دن صبح کے وقت، بٹالہ کی طرف بڑھا...... بندہ نے شہر کے دروازے توڑنے کا حکم دیا۔ جو اس وقت بادام کے چھلکوں کی طرح توڑ دیئے گئے۔ بس پھر کیا تھا سکھ شہر کے اندر داخل ہو گئے اور آتے ہی قاضی عبدالحق کا محلہ لوٹنا شروع کر دیا۔ یہ قاضیوں کا محلہ بہت مالدار تھا۔ سب کا سب لوٹ لیا گیا۔ اور قاضیوں کی حویلی کو آگ لگا دی گئی۔ محمد فاضل کا مدرسہ اور دیگر کئی حویلیاں جلا کر خاک کر دی گئیں۔ اور سب کے سب قصاب ایک ایک کر کے قتل کر دیئے گئے۔ کلانور اور بٹالہ کو ایسا لوٹا کہ یہ شہر ویران ہو گئے...... ایک مرتبہ پھر سکھوں کا بول بالا ہو گیا"۔ [۱]

اس سے یہ امر واضح ہے کہ سکھ گردی سے تعلیمی ادارے بھی نہیں بچ سکے تھے۔ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین کے مطابق بٹالہ میں اس وقت کے شیخ الہند جن کا اصل نام شیخ احمد تھا۔ سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے [۲] اور محمد فاضل قادری اپنے فقیروں کو ساتھ لے کر بٹالہ سے بھاگ گیا تھا۔ اور اس طرح اس نے اپنی جان بچائی تھی [۳] یعنی ان دنوں مار دھاڑ کرنے والے سکھ علماء اور فقراء میں بھی کوئی امتیاز نہ کرتے تھے۔ اور تعلیمی اداروں کو بھی اپنی بربریت کا نشانہ بناتے تھے۔ اور یہ "رحم دل" بندہ سنگھ کی قیادت کا نتیجہ تھا۔

یاد رہے کہ سردار کرم سنگھ جی نے محمد فاضل قادری سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"بندہ کے زمانہ میں محمد فاضل زندہ تھا۔ اور ان دنوں اس کی بہت عزت تھی اس بات کا اندازہ اسی سے لگ سکتا ہے کہ آج کل بھی پنجاب کے مختلف علاقوں پر اس گدی کے ہزاروں مرید پائے جاتے ہیں"۔ [۴]

ایک ایسے مذہبی پیشوا کا مدرسہ جلا دینا اور اسے اپنے فقیروں کو ساتھ لے کر بھاگنے پر مجبور کر دینا۔ بربریت کی ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر شاید ہی مل سکے۔ کوئی بھی سکھ ودوان یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ محمد فاضل ایسے بزرگ نے بھی کوئی سختی یا تعدی کی تھی۔ جس کے بدلہ

---

[۱]:۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۱۶۹ ؛ [۲]:۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۱۷۰ ؛
[۳]:۔ " " " صفحہ ۱۶۹ ؛ [۴]:۔ " " " صفحہ ۱۶۸ ؛

میں اس سے یہ برتاؤ کیا گیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے یہ بیان کیا ہے کہ سکھوں نے ایک قصبہ امبیٹھہ کی محض اس لئے اینٹ سے اینٹ بجادی کہ وہاں ایک مسلمان بزرگ حضرت شیخ ابوالمعالی کا قائم کردہ دینی ادارہ تھا۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ :۔

"امبیٹھے سے (سکھوں کو) اس لئے نفرت تھی کہ یہ مشہور سنت شیخ ابوالمعالی کے قائم کردہ دینی آشرم کا مرکز تھا۔" [۱]

گویا کہ ایک اسلامی ادارہ کا وجود ہی سکھوں کو مشتعل کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس لئے ان کا حق تھا کہ اپنے "رحم دل" قائد کی قیادت میں حملہ کر کے اسے نیست و نابود کر دیں۔

سکھوں نے جب ساڈھورہ پر حملہ کیا تو "رحم دل" بندہ سنگھ نے اعلان کیا کہ جو لوگ سید بدھو شاہ کی حویلی میں چلے جائیں گے وہ محفوظ رہیں گے [۲] اس اعلان کی بناء پر شہر کے بہت سے معززین نے اس حویلی میں پناہ لے لی۔ بعد کو بندہ سنگھ نے ان سب کو اس حویلی کے اندر قتل کروا دیا۔ اس قتل و غارت کی وجہ سے اس حویلی کو سکھ تاریخ میں "قتل گڑھی" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے [۳] اور سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے اس حویلی میں قتل ہونے والے معزز مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ بتائی ہے [۴] ایک سکھ ودوان نے بندہ سنگھ کو الزام سے بچانے کے لئے عجیب صورت اختیار کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ :۔

"بندہ سنگھ نے کوشش بھی کی کہ ان مسلمانوں کو کچھ نہ کہا جائے جو بدھو شاہ کی حویلی میں چھپ گئے ہیں۔ لیکن بدلہ کی آگ ایسی بھڑک اٹھی کہ ساڈھورے کے باشندوں نے ایک نہ سنی۔ ساڈھورے کے لوگوں نے چن چن کر مار دیا۔" [۵]

سردار ست بیر سنگھ جی نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ یہ ان کا ذاتی خیال ہے۔ پراچین سکھ کتب سے اس کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ اگر اپنے خیالات کو تاریخ کا نام دیا جانا درست قرار دیدیا گیا تو دنیا میں اندھیر گردی مچ جائے گی۔ پراچین سکھ تاریخ سے یہی واضح ہے کہ ساڈھورہ میں

---

[۱] :۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۱۰۴ ٭ [۲] :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۸۸ ٭

[۳] :۔ گورمت لیکچر صفحہ ۲۹ ۔ مالوہ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۹ ، بندہ بہادر صفحہ ۵۵ ، ساڈا اتہاس صفحہ ۶۵ (حصہ دوم) ٭

[۴] :۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۵۸ ٭ [۵] :۔ ساڈا اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۵ ٭

بندہ نے ہی یہ قتل و غارت کی تھی۔

ساڈھورہ کے بھیی عثمان خاں کو سکھوں نے پکڑ کر درخت سے لٹکا دیا اور طعمہ زاغ و زن بنا دیا۔ بعض سکھ محققین اور مصنفین کے نزدیک صوبہ سرھند کو بھی سکھوں نے درست سے زندہ لٹکا دیا تھا تاکہ پرندے اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں۔ [۱]

گیانی صاحب موصوف نے اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے وفد کی صورت میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض گذاری تھی کہ :-

بھئی قیامت اب اسلاماں ؛ اب تک آدم بچیو نتا ماں
جے بڑائے سو ایسے ٹیریں ؛ سنگھ کر نڑیں ہم نے ہیریں
یہ تو کوڈ دگر جہانیں ؛ مارن آئیو مسلمانیں [۲]

یعنی سکھوں کا اچانک حملہ قیامت برپا کر دیتا تھا۔ اور سکھ کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سکھ کسی اور جہان کی مخلوق ہیں جو مسلمانوں کو غارت کرنے پر مامور کئے گئے ہیں۔ بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں کی اس قسم کی مار دھاڑ دیکھ کر بعض لوگوں نے بندہ سنگھ کو دجال کہنا شروع کر دیا تھا۔ [۳]

بندہ سنگھ کے اس بے پناہ کشت و خون کے پیش نظر ایک بھارتی ودوان نے بیان کیا ہے کہ :-

"بندہ بہادر مسلمانوں کو پکڑوا پکڑوا کر بھیڑ اور بکریوں کی طرح قتل کروانے لگا...... سکھوں نے گنگا کے کناروں کا کوئی گاؤں لوٹ کھسوٹ سے خالی نہ چھوڑا۔ مشہور ہے کہ جہاں تک بندے کی نظر میں مسلمان آتا کوئی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ اور ہر روز اس نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ جبتک پچاس ساٹھ مسلمان قتل نہ کئے جائیں۔ وہ پانی تک نہ پیتا تھا" [۴]

بعض اور لوگوں نے بھی "رحم دل" بندہ سنگھ کا یہ معمول بیان کیا ہے کہ وہ روزانہ پچاس ساٹھ مسلمان قتل کرنے کے بعد ہی کچھ کھاتا پیتا تھا۔ [۵]

---

۱ :- تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم ص ۳۱۵ ؛ ۲ :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص ۴۱۲ ؛
۳ :- پراچین پنتھ پرکاش ص ۴۳۲ ؛ ۴ :- بندہ بہادر (مصنفہ رام چند مان کسالہ) ص ۳۹ ؛
۵ :- تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم اردو ص ۱۹۳ ؛

سکھ وِدوانوں کو مسلّم ہے کہ بعض دفعہ ایک ہی صحن میں تین تین سو مسلمان قتل کر دیئے گئے چنانچہ مرقوم ہے کہ نانوتہ میں شیخ محمد افضل صاحب رہتے تھے۔ سکھوں نے ان کے مکان کے صحن میں تین سو شیخ زادے بیک وقت موت کے گھاٹ اتار دیئے تھے۔ ؎۱

بھنگو رتن سنگھ جی نے تو یہ حیرت انگیز انکشاف بھی کیا ہے کہ ایک مرتبہ سکھوں نے معین تعداد میں مسلمان قتل کرنے کا عہد کیا۔ مگر اتفاق سے وہ اس تعداد کو پورا نہ کر سکے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس معیّن تعداد کو پورا کرنے کے لئے کُتّے اور بلّے مار دیئے جائیں۔ لیکن اس پر بھی وہ تعداد پوری نہ ہو سکی۔ اس کے بعد جو ہوا۔ اس کا ذکر بھنگو رتن سنگھ جی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے اور سر دُھنیئے۔

اس بدھ مرے ادہاں کجھ تھوڑے ❊ تجھے نہیں اُن لیکھے جوڑے
تو بندے ان دینو آکھ ❊ مارو مکھیاں ہوئیں سوا لاکھ ؎۲

یعنی۔ "رحم دل" بندہ سنگھ نے سکھوں سے کہا کہ بقیہ کمی کو پورا کرنے کے لئے مکھیاں مار دی جائیں۔ یہاں تک کہ معین تعداد پوری ہو جائے اور سکھوں نے مکھیاں مار کر اپنے عہد کے مطابق تعداد پوری کر دی۔

مؤرخین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بندہ سنگھ نے باہمی اختلاف کے بعد بھی لوٹ مار اور قتل وغارت کا بازار گرم رکھا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

"بندہ نے دریا راوی سے پار ہو کر گوجرانوالہ۔ وزیرآباد۔ سیالکوٹ وغیرہ کے اِردگِرد جتنے گاؤں تھے سب میں لُوٹ مار شروع کر دی۔ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر ان پر...... وحشیانہ ظلم کئے...... اس کے بعد ملک دڑپ دھنی گھیپ، اور پوٹھوہار وغیرہ میں تین ماہ تک لگاتار دَورہ کر کے لُوٹ مار کا بازار گرم رکھا اور مسلمانوں پر گویا ان دنوں قیامت برپا کر دی۔ الغرض دریائے اٹک پہنچ گیا۔" ؎۳

بعض تاریخ دان بیان کرتے ہیں کہ بندہ سنگھ نے کوشش کی کہ باہمی نفاق دُور ہو جائے اور تمام سکھ پھر ملک میں لُوٹ مار کا بازار گرم کر دیں۔ مگر تت خالصہ صرف اس شرط پر ملنے کیلئے

؎۱ :۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۵ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۱۰۲ سکھ اتہاس ول صفحہ ۷۵ ❊

؎۲ :۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۱۸۱ ایڈیشن اوّل مطبوعہ ۱۹۱۴ء ❊ ؎۳ :۔ بندہ بہادر ملک ذو صفحہ ۴۲ ❊

تیار ہوا کہ بندہ سنگھ اپنے تمام سکھوں کو ساتھ لے کر امرت سر آئے اور چین پال کی بجائے کھنڈے کا امرت چھک کر سنگھ بن جائے۔ اس کے بغیر خالصہ جی کا اس سے اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اس نے یہ شرط قبول نہ کی۔ اس لئے سکھوں سے اس کا اتحاد نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حکومت جلد ہی بندہ سنگھ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اور گورداسپور سے پکڑ کر بادشاہ فرخ سیر کے حضور دہلی پہنچا دیا گیا۔ جہاں اسے عبرتناک سزا دیکر ملک عدم پہنچا دیا گیا۔

بندہ سنگھ کو گرفتار کر کے جب دہلی لایا گیا تو اعتماد الدولہ محمد امین خان بندہ کو بغور دیکھنے کے بعد یُوں مخاطب ہوئے کہ :۔

"یہ عجیب حیرانی کی بات ہے کہ ایک شخص بظاہر اتنا سنجیدہ ہو اور چال چلن میں شرافت دکھائے۔ پھر وہ خوفناک جرائم کا مرتکب بھی ہو۔" ۱؎

بندہ نے اس کا جو جواب دیا وہ قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ اور تاریخ کے اوراق میں یُوں محفوظ ہے :۔

"میں آپ کو بتانا چاہتا ہُوں کہ جب لوگ بہت جھوٹے اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سچائی کا راستہ ترک کر دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کی زیادتیاں کرنے پر تُل جاتے ہیں۔ اس وقت خُدا تعالیٰ میرے ایسے دلیر آدمیوں کو بدکاروں، گناہ گاروں اور ذلیل قوموں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے بھیج دیتا ہے اور جب سزا کا وقت پُورا ہو جاتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں آپ ایسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔" ۲؎

پروفیسر کرتار سنگھ جی نے الفاظ کے معمولی ردوبدل کے ساتھ یہ تاریخی جواب یُوں نقل کیا ہے کہ :۔

"جب لوگوں میں بدی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت بدکاروں اور ظالموں کی ذلیل قوم کی اصلاح اور سزاء کے لئے خُدا تعالیٰ میرے جیسی آفت نازل کر دیتا ہے۔ لیکن بعد کو وہ اللہ تعالیٰ آپ ایسے لوگوں کو طاقت دے دیتا ہے کہ اسے اس کی طرف سے کی گئی سختی کی سزاء دیں۔" ۳؎

ایک اور سکھ ودوان سردار پیارا سنگھ داتا نے بندہ سنگھ کے اس سوال و جواب کو یُوں بیان کیا ہے :۔

"شاہی عدالت نے اس سے طنزاً کہا کہ :۔

"تُو نے اتنا سمجھدار ہو کر ایسا کیوں کیا؟"

۱؎ :۔ سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۸۱ ۔ ۲؎ :۔ سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۸۱ ۔ ۳؎ :۔ سکھ اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۴۷۶ ۔

اس نے بڑی بہادری سے جواب دیا کہ:-

"مَیں ظالموں کو مارنے کے لئے خُدا تعالیٰ کے ہاتھ میں موت کے رُوپ میں تھا۔ مگر اب میرے ہی جرائم کے باعث وہ طاقت میرے دُشمنوں میں دے دی گئی ہے۔" [۱]

گیانی لال سنگھ جی کے مطابق بندہ سنگھ جی نے یہ جواب دیا تھا کہ:-

"تمام مذاہب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب لوگوں کا غرور اور گناہ حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ تو جزاء سزاء کا مالک اُن کے بُرے اعمال کی سزاء دینے کے لئے میرے جیسے ایک ظالم کو مسلّط کر دیتا ہے۔ تاکہ ہر ایک عمل کا پھل انہیں دیا جائے۔ اور پھر آپ ایسے طاقتور لوگ اسے پکڑ کر اس کے اعمال کی سزا دیتے ہیں۔" [۲]

بندہ سنگھ کی اس بربریّت کے پیش نظر سردار نرنجن سنگھ جی (برادر جناب ماسٹر تارا سنگھ آنجہانی) نے لکھا ہے کہ:-

"سکھ تاریخ پر اگر کوئی سیاہ دھبہ ہے۔ تو وہ بابا بندہ کے زمانہ کی بربریّت ہے۔" [۳]

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے اس زمانہ کے سکھوں کی بربریّت کی ایک ایسی مثال پیش کی ہے۔ جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:-

"سرہند کے حاکم باز سنگھ نے یہ طریق اختیار کر رکھا تھا کہ جب بھی وہ گھوڑے پر سوار ہوتا تو ایک مسلمان کے سر پر اپنا قدم رکھ کر رکاب میں پاؤں ڈالتا۔ اس کے لئے ہر مرتبہ ایک مسلمان کا سر قلم کرنا پڑتا تھا۔

کرنال سے لاہور تک خالصہ کا زور پڑ گیا تھا۔ کسی ایک جگہ بھی اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی...... جب بھی موقعہ ملتا۔ سکھوں کا جتھہ جنگلوں اور بیلوں سے نکل آتا۔ اور شاہی خزانہ لوٹ لیا جاتا۔ اور بیوپاریوں کے قافلوں سے بھی "راکھی" وصول کر لی جاتی۔" [۴]

---

[۱]:- سکھ شہید صفحہ ۱۹، ۲۰ ؛ [۲]:- سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۲۸، ۲۹ ؛
[۳]:- رسالہ نویاں قیمتاں۔ نومبر ۱۹۴۸ء ؛ [۴]:- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ

سکھوں نے اس گڑبڑ کے دوران ہی قادیان کے مغل صاحبان کے بھی ۸۴ گاؤں چھین لئے۔ جیساکہ مرقوم ہے کہ:۔

"تارا سنگھ مرگیا تو اس کے دو بیٹوں جیون سنگھ اور چودھ سنگھ نے لڑکر اپنی جائیداد علیحدہ کرلی۔ اور تعلقہ قادیان کے ۸۴ دیہات جن کی آمدنی آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ تھی قابض ہوگیا۔" [1]

بندہ سنگھ اور سکھ دھرم کا پرچار

سکھ مصنّفین میں یہ مسئلہ زیر بحث چلا آرہا ہے کہ بندہ سنگھ نے گورو گوبند سنگھ جی سے کھنڈے کا امرت دھارن کر کے باقاعدہ خالصہ پنتھ میں شمولیّت اختیار کی تھی یا نہیں۔ ایک گروہ اس بات پر مصر ہے کہ وہ باقاعدہ سکھ بن گئے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے امرت نہیں چھکا تھا۔ جیساکہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین لکھتے ہیں کہ:۔

"بندہ خواہ سکھی میں تو شامل ہوگیا تھا۔ مگر امرت پان کرنے کا موقعہ اسے نہیں ملا۔" [2]

لیکن سبھی سکھ مؤرخین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بندہ سنگھ نے لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو سکھ بنانے کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ لالچ کے ذریعہ یا دباؤ ڈال کر بہت سے لوگوں کو سکھ دھرم میں شامل کیا۔ اس سلسلہ میں مسلمان عورتوں اور مردوں کی طرف خاص توجہ دی۔ ایک سکھ وِدوان لکھتے ہیں کہ:۔

"بندہ بہادر سکھ مذہب کے پرچار میں مہاراجہ رنجیت سنگھ جی سے بھی تیز تھا۔" [3]

ایک اور صاحب کی سنیئے:۔

"ہزاروں لوگ روزانہ امرت چھک چھک کر سکھ بنتے تھے۔ بہت سے مسلمان بھی سکھ بن گئے۔" [4]

---

[1]:۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ سوم ص۱۶؛ [2]:۔ جیون بر تانت بابا بندہ بہادر ص۲۷ و ص۲۰۶؛
[3]:۔ سکھاں نے راج کویں لیا ص۱۹۰؛ [4]:۔ سکھاں نے راج کویں لیا ص۱۸۸؛

اِن دنوں مسلمان مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی جبراً سکھ دھرم میں داخل کیا جاتا تھا ۔ جیساکہ ایک سکھ ودوان نے سکھوں کی طرف سے کیئے ایک حملہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ :۔

"سکھوں نے بڑے بڑے مسلمانوں کی عورتوں سے کہا کہ تم سکھ بن جاؤ۔ ......

کئی عورتیں سکھ بن گئیں "۔ [1]

مشہور سکھ مؤرخین گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق پنجاب کے سبھی ڈاکو اور راہزن امرت چھک کر خالصہ جی کے ساتھی بن گئے تھے ۔جیساکہ مرقوم ہے کہ :۔

"پنجاب کے جتنے ڈاکو اور راہزن تھے ۔سب بندہ کے ساتھ شریک ہوئے اور سکھ بن گئے "۔ [2]

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ :۔

"جب (بندہ کی لوٹ مار کی) یہ خبریں پنجاب کے ڈاکوؤں کو ملیں تو وہ بھی جگہ جگہ سے بندے کے پاس آگئے "۔ [3]

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین فرماتے ہیں کہ :۔

"دل میں جتنے آدمی آئے ہوئے تھے ۔سب دھرم یدھ کے لئے نہیں آئے تھے ۔ ایسا خیال بہت تھوڑے لوگوں کا تھا کہ ہم دھرم کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں ۔ زیادہ اس خیال سے آکر شامل ہو گئے تھے کہ شہروں کی لوٹ مار میں سے تروتری مال ملے گا۔ اور ہماری کئی پشتوں کے دھونے دھل جائیں گے "۔ [4]

ڈاکٹر گنڈا سنگھ فرماتے ہیں :۔

"بہت سی تعداد میں ڈاکو بھی سکھوں سے آملے ۔ جو صدیاں سے جمع شدہ اس شہر کی بے شمار دولت سے اپنی غربت دُور کرنا چاہتے تھے "۔ [5]

ان ڈاکوؤں اور راہزنوں سے بنے ہوئے سکھوں نے دوسرے ڈاکوؤں سے مل کر "رحم دل" بندہ سنگھ کی قیادت میں لوٹ مار اور قتل و غارت کے جو کارنامے انجام دیئے ۔ اور جس طرح بیگناہوں کے خون سے ہولی کھیلی اس سے سکھ تاریخ کے اوراق لال سُرخ ہیں ۔

---

[1] :۔ رسالہ سنت سپاہی امرت سر اپریل ۱۹۵۴ء ؛ [2] تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم ص۹ ؛
[3] :۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر ص۱۵ ؛ [4] جیون برتانت بابا بندہ بہادر مصنّفہ سردار کرم سنگھ ہسٹورین ص۱۲ ؛
[5] :۔ سکھ اتہاس دل ص۵ ؛

سِکھ ودوانوں کو مسلم ہے کہ بندہ سنگھ نے ڈنڈے کے زور سے سکھ دھرم کا پرچار کیا۔
سنت وساکھا سنگھ جی کا بیان ہے کہ :۔

"بابا بندہ سنگھ نے پہاڑی راجاؤں کو لکھا کہ خالصہ کے ماتحت رہنا تسلیم کرو۔
ورنہ حملہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ" ۔ ؎[1]

ایک اور صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"بندہ بہادر نے خود آنند پور جاکر پہاڑی راجاؤں کو حکمنامہ لکھکر بھیجا کہ یا سکھ دھرم قبول کرکے ہمارے باجگذار بن جائیں ورنہ لڑائی کریں" ؎[2]

اِن حوالہ جات سے واضح ہے کہ بندہ سنگھ نے اپنے زمانہ میں لوگوں کو خوف دلاکر اور لالچ دے کر سکھ دھرم میں داخل کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ اور اس کی اس کوشش کے نتیجہ میں ہزاروں لوگ سکھ بن گئے تھے۔ لوگوں کو جبر اور لالچ کے ذریعہ سکھ بنانے کی تلقین گورو گوبند سنگھ جی نے کی تھی۔ جیساکہ ایک سکھ وِدوان نے لکھا ہے کہ :۔

"بھائی دیسا سنگھ جی کے رہت نامے میں

جیوں تیوں کرتِن سنگھ بناوے ؛ مانے نہ تاں لوبھ دکھاوے

لکھا ملتا ہے" ۔ ؎[3]

اِس قسم کے احکامات نے ہی بندہ سنگھ کو جبر اور لالچ کے ذریعہ سکھ بنانے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ تاریخ سے یہ امر بھی واضح ہے کہ بندہ لوگوں کو لالچ کے ذریعہ بھی سکھ بنایا کرتا تھا جیساکہ مرقوم ہے کہ :۔

"یہ حکمت عملی بھی کی۔ کہ عام طور پر مشہور کیا گیا کہ جو سکھ بنے گا بیراگی کی فتح کے بعد اس سے محصول اراضی نہیں لیا جائے گا۔ اس حکم کے اثر سے جاٹ اور زمیندار وغیرہ جوق درجوق سکھ بننے لگے" ۔ ؎[4]

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ :۔

"سب جگہ مشہور کردیا کہ جو شخص سکھوں کے پنتھ میں آکر اُن کا خادم بن جائے گا اس سے زمین کا محصول کچھ بھی نہیں لیا جائے گا۔ اسکے سُنتے ہی اس فائدہ

؎[1] :۔ مالوہ اتہاس حصہ دوم صہ ۲۲ ؛ ؎[2] :۔ جیون بر تانت بابا بندہ بہادر صہ ۷۵ ؛
؎[3] :۔ سچو سچ صہ ۲۹ ، گورسکھ میت جیلھو گوجرالی صہ ۵ ؛ ؎[4] :۔ بندہ بہادر کون سی صہ ۵۸ ؛

کے پیش نظر بہت سے لوگ سکھ بن گئے" [1]

سردار کرم سنگھ جی کو اعتراف ہے کہ بہت سے لوگ جبراً سکھ بنائے گئے تھے۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ :-

"مسلمانوں کو زبردستی سکھ بنایا گیا" [2]

جب بندہ کو پکڑ لیا گیا۔ اور اس نے اپنے کئے کا پھل پا لیا تو ڈاکوؤں اور راہزنوں سے بنے ہوئے سکھ خالصہ جی کو فتح بلا کر سکھ دھرم چھوڑ گئے۔ جیسا کہ ایک سکھ صاحب کا بیان ہے کہ :-

"۱۷۷۳ سنہ بکرمی (مطابق ۱۷۱۶ء) میں بابا بندہ سنگھ جی کو ملیچھ حکومت نے عذاب دے کر مار دیا ...... لوٹ مار کے شوق میں اختیار کی گئی سکھی ترک کر دی گئی" [3]

اس سکھ وِدوان کو یہ بھی مسلم ہے کہ بندہ کے بعد جب بھی سکھوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا تو اس قسم کے لالچی لوگ گرفتار ہونے پر سکھ دھرم کا انکار کر کے رہائی حاصل کر لیا کرتے تھے۔ [4]

بندہ سنگھ کے ہندوؤں پر مظالم

سکھ تاریخ کا یہ پہلو بھی اُجاگر ہے کہ سکھوں نے مار دھاڑ کرتے وقت ان ہندوؤں کو بھی معاف نہیں کیا۔ جو مسلمانوں سے تعاون کرتے اور ان سے مل جل کر رہتے تھے۔ اور انہیں ایسی سزائیں دیں کہ قیامت تک انسانیت خون کے آنسو بہاتی رہے گی۔ چنانچہ صوبہ سرہند اور اس کے گھرانہ کی غارت گری کے بعد دیوان سچانند کے بال بچوں سے جو برتاؤ کیا اس کا ذکر ایک مشہور و معروف سکھ ہسٹورین سردار کرم سنگھ جی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ :-

"سچانند کے بیٹے کو پکڑ لیا گیا۔ اور ان کی مستورات کو صرف ایک کپڑا سر ڈھانپنے کے لئے دے کر الف ننگیوں کو شہر کے ہر گھر سے بھیک مانگنے پر مجبور کیا گیا۔ اور ڈونڈی پٹوا دی گئی کہ کوئی شخص انہیں ایک کوڑی کے بغیر کچھ بھی نہ دے۔ اس طرح جب وہ سارے شہر سے بھیک مانگ چکیں تو انہیں عذاب دیکر قتل کر دیا گیا" [5]

---

[1] :- جیون برتانت بندہ بہادر ص۵۲ ۞ [2] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص۸۱ ۞

[3] :- رسالہ سنت سپاہی امرتسر ستمبر ۱۹۴۸ء ۞ [4] :- رسالہ سنت سپاہی امرتسر ستمبر ۱۹۴۸ء ۞

[5] :- جیون برتانت بابا بندہ بہادر ص۷۵ ۞

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ دیوان سچانند کی ایک معصوم بچی جس کی عمر اس وقت صرف ۸ سال تھی۔ "رحم دل" بندہ سنگھ کے حکم سے بھنگیوں کے حوالہ کر دی گئی۔ اور انہیں کھلی چھٹی دیدی گئی کہ جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔ بعض لوگوں نے چاہا کہ دیوان سچانند کی اس معصوم اور بے گناہ بچی سے یہ ناروا سلوک نہ کیا جائے۔ مگر "رحم دل" بندہ سنگھ کی رحمدلی ملاحظہ ہو کہ اس نے ایسی سفارش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ [1]

• ایک اور سکھ بزرگ بھائی سمیر سنگھ جی نے اس بارہ میں یہ لکھا ہے کہ :-

ماروجید لوٹ سرہندیں جھوٹھانند سنگھارا ؛ تاں کی کنیاں چوہڑن دینی پُن پربت للکارا [2]

یعنی۔ بندہ سنگھ نے صوبہ سرہند کو مار کر سرہند کو لوٹا۔ اور پھر سچانند کو قتل کر کے اس کی بچی بھنگیوں کو سونپ دی اور پہاڑوں پر حملے شروع کر دیئے۔

اس بربریت کو جائز قرار دینے کی غرض سے متعدد فرضی قصے اور من گھڑت روایات سکھ کتب میں بعد کو داخل کر دی گئیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ قصہ بھی وضع کیا گیا کہ صوبہ سرہند نے دیوان سچانند کا مشورہ قبول کر کے گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے بچے (جن کے ناموں اور تعداد میں سکھ مؤرخین کو شدید اختلاف ہے) سرہند کی دیوار میں زندہ چنوا دیئے تھے۔ اور اس طرح انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ جیسا کہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین کا بیان ہے کہ :-

"اس (سچانند) جیسا ظالم سارے علاقہ میں کوئی نہ تھا۔ اور اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ (گورو گوبند سنگھ کے) معصوم بچے بھی بنیادوں میں چنوا دیئے تھے۔ اس نے بھاگنے کی کوشش تو بہت کی۔ مگر اس کے گناہوں نے اسے ایسا جکڑ دیا کہ سکھوں کے آنے تک یہ گھر سے باہر بھی نہ نکل سکا۔" [3]

عجیب بات یہ ہے کہ "رحم دل" بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں کی بربریت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے ایک طرف تو ہسٹورین صاحب دیوان سچانند اور صوبہ سرہند پر یہ الزام دیتے ہیں۔ کہ انہوں نے گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا تھا۔ اور دوسری طرف وہ خود ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کو دیوار میں زندہ چنوائے جانے کا واقعہ تاریخی نہیں بلکہ فرضی ہے۔ جسے بعد کو سکھ کتب میں داخل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ :-

---

[1] :- گور پرتاپ سورج این ۲ - انسو ۱۰ ؛ [2] :- گور بلاس پاتشاہی دس۔ ساکھی ۳۶ - صـ ۶۲۳ ؛
[3] :- جیون برتانت بابا بندہ بہادر صـ ۴۲ ؛

"میں ابھی تک اس بات کو سمجھ نہیں سکا کہ یہ بنیادوں میں چنوائے جانیوالی بات کس طرح مشہور ہوگئی۔ کوئی بھی بات اس کی حمایت میں نہیں۔ پرانے اتہاس اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ گوردوارہ فتح گڑھ صاحب کے پوجاری جو پرانے خادم ہیں۔ وہ بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ گوردوارہ کی جگہ بھی اس خیال کے الٹ ہے۔"[1]

یاد رہے کہ سردار کرم سنگھ جی کے علاوہ پرنسپل تیجا سنگھ اور ڈاکٹر گنڈا سنگھ ایسے سکھ محققین نے بھی گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کو زندہ دیوار میں چنوائے جانے والے قصّہ کو فرضی قرار دے کر اس کی تغلیط کی ہے۔[2]

پس حقیقت یہی ہے کہ یہ لوگ سکھوں کے ظلموں کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ اور خواہ مخواہ انہیں فرضی مجرم بنا کر ان پر کی گئی بربریّت کا جواز ڈھونڈا گیا۔ اور جعلی روایات کا سہارا لیا گیا۔

بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ صوبہ سرہند اور اس کے دیوان سچّا نند نے کسی وقت کوئی زیادتی کی تھی تو یہ کونسا انصاف ہے کہ اس کی سزاء ان کے بچوں کو دی جائے۔ اور انکی مستورات کو شہر میں ننگا پھرا کر ان سے بھیک منگوائی جائے اور پھر انہیں بے دردی سے قتل کر دیا جائے یا ان کی چھوٹی بچیوں کو بھی معاف نہ کیا جائے۔ دیوان سچّا نند کی ۸ سالہ معصوم بچی کو بھنگیوں کے سپرد کرنا اور وہ بھی اس کے باپ کے کسی فرضی جرم کی بناء پر سراسر ظلم ہی ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ کوئی بھی سکھ اسے پسند نہیں کرے گا کہ اس کے کسی فرضی یا حقیقی جرم کی بناء پر اس کے بے گناہ بیوی بچوں کو بھی سزا میں شامل کر دیا جائے۔

گورو گرنتھ صاحب کا تو واضح ارشاد ہے کہ:۔

ابکر کرے سوابکر پائے ؎ کوئے نہ پکڑیئے کسے تھائے[3]

اور گورو نانک جی کا ارشاد ہے کہ:۔

جیہڑا انگ گناہ کرے ؎ تس انگے ملے سزائے[4]

یعنی۔ ایک کے جرم کی سزاء دوسرے کو دینا سراسر بے انصافی ہے۔ جو کرے سو بھرے ہی ٹھیک اصول ہے۔ بلکہ انسان کے جس عضو نے کوئی گناہ کیا اس کی سزاء اُسی عضو کو دی جائے۔ ایک

---

[1]:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صـ۶۲ ؎ [2]:۔ رسالہ کنول سنسار امرتسر جنوری ۱۹۴۰ء۔ نویں پرچھات ۲۳ فروری ۱۹۶۹ء ؎ [3]:۔ گورو گرنتھ صاحب راگ آسا محلہ ۵ صـ۲۰۶ ؎ [4]:۔ جنم ساکھی بھائی بالا صـ۲۰۸ ؎

عضو کے جُرم کی سزا دوسرے عضو کو دینا پسندیدہ نہیں۔

ایک سکھ وِدوان بھائی ویر سنگھ جی نے انصاف کے بارہ میں گورو نانک جی کی یہ تعلیم بیان کی ہے کہ :۔

"گورونانک کے مذہب میں اس محبُوب اننت اور بے انت کے لئے بدلہ لینے والی غیرت نہیں ہے۔

اکھر کرے سو اکھر پائے ؛ کوئے نہ پکڑیئے کسے تھائے

جو ہاتھ کرے۔ وہی ہاتھ بھرے۔ یہ اخلاقی معیار کتنا بلند ہے۔ بڑے گورو نے سچّا عدل بتایا ہے" ۔ ؎۱

پس صوبہ سرہند یا دیوان سچّانند کی کسی غلطی یا جُرم کی سزا ان کی پوری نسل کو دینا اور ان کے چھوٹے بچوں کو بھی معاف نہ کرنا خون سے خون دھونے کے مترادف ہے۔ اسے سراسر ظلم ہی کہا جائے گا۔ ایسے ظلم کو کسی فرضی قِصّے یا من گھڑت روائیت کے پردہ میں چھپانے کی کوشش بے معنی ہے۔ ظلم ظلم ہی ہے۔ خواہ اس کا مرتکب صوبہ سرہند ہو۔ دیوان سچّانند ہو۔ "رحم دل" بندہ سنگھ ہو یا کوئی اور۔ کسی ظلم کو انصاف میں بدلہ نہیں جاسکتا۔ وہ بھی جعلی اور فرضی قصّوں کی بناء پر۔

پس دیوان سچّانند کے بیوی بچوں پر جو گذری وہ سراسر ظلم ہے۔ کوئی بھی انصاف پسند اسے جائز قرار نہیں دے سکتا۔ ہمیں پُورا یقین ہے کہ دانشور سکھ بھی جب ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو وہ اس بات سے متفق ہوں گے۔ باپ کے جرم کی سزا پورے کنبہ کو دی جانا انصاف نہیں۔ اسی طرح کا ایک قصّہ دیوان لکھپت رائے کا ہے۔ یہ حکومت کا اہلکار تھا۔ اور دیوان کوڑا مل کے ذریعہ سکھوں کے قابو آگیا۔ اس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا۔ وہ مشہور سکھ بزرگ بھنگو رتن سنگھ کے الفاظ میں یُوں ہے کہ :۔

تب لاہور آئے منّوں ڈریو ؛ تب ہی لکھو سنگھن پھڑیو

....

یوں کہہ دینے مشکن چڑھائے ؛ صحت خانے میں دیو گرائے

سکھوں تے سبھس ہگائیو ؛ اور لوکن تے موتائیو ؎۲

؎۱ :۔ سب تے وڈا ست گورو نانک ص۳۶۔ گورو نانک چمتکار ص؎۲ :۔ پراچین پنتھ پرکاش ص۳۹۷ ؛

گیانی گیان سنگھ جی فرماتے ہیں کہ :۔

بند کرئیو پاخانے ماہیں ؛ سب گورکھن کو کہید سُنائی
خطرے پھرو ڈشٹ پرآئی ؛ ... ...
یہ سُن سکھن گور کے تب ہی ؛ جھاڑے پھیری تہنہ پر سب ہی
بیس تیس کو سن تے بل کے ؛ صدقی سکھ گئے تہ چل کے
کوڑے بل کا حکم منائیو ؛ سکھو دشٹ ادھک دکھ پائیو
چچلائے رودے تڑپھاوے ؛ اپنے کیتے کو پچھوتاوے ؎۱

ایک اور سکھ وِدوان اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"لکھپت رائے سکھوں کی قید میں چھ ماہ رہا...... اسے آٹھوں پہر پاخانہ میں بند رکھا گیا۔ اور سکھ اس کے سر پر پاخانہ اور پیشاب کرتے تھے"۔ ؎۲

بالفرض دیوان لکھپت رائے ایک بہت بڑا مجرم ہی تھا۔ اس نے بہت ظلم کئے تھے۔ تو اسے اس قسم کی سزا دینا۔ جو دنیا کے کسی آئین کے مطابق نہ ہو۔ اور جس پر انسانیت خون کے آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔ کسی بھی شریف اور مہذب انسان کے نزدیک درست قرار نہیں پا سکتی۔ خود سکھ بھی اسے پسند نہیں کریں گے کہ ان کے کسی بڑے سے بڑے جرم کی پاداش میں انہیں یہ سزا دی جائے۔

ہندوؤں سے سکھوں کی دشمنی اور عداوت کا ایک واقعہ جنڈیالہ گورو کے مہنت عاقل داس سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ بہت بڑا مالدار اور اپنے علاقے کا رئیس تھا۔ ایک مذہبی گدی کا سربراہ ہونے کے وجہ سے لوگوں میں اسے کافی عزت اور احترام حاصل تھا۔ اس کے مسلمانوں سے اچھے تعلقات تھے۔ سکھوں نے اسے لوٹنے کا منصوبہ بنایا۔ اور اسے محاصرہ میں لینے کی ترکیب سوچی۔ مہنت عاقل داس کو اس کا علم ہو گیا۔ اس نے فوراً ایک تیز سانڈنی سوار کو احمد شاہ ابدالی کے پاس مدد حاصل کرنے کے لئے بھجوا دیا۔ اور وہ اپنا بڑا لشکر لے کر اس کی مدد کے لئے آ گیا۔ ؎۳ سکھوں کی اس سے ٹکر ہوئی اور تیس ہزار سے اُوپر سکھ کیفر کردار کو پہنچا دیا گیا۔ سکھوں میں اس لڑائی کو وڈا گھلو گھارا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

؎۱ :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص ۵۲۳ ؛ ؎۲ :۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر نومبر ۱۹۵۶ء ؛
؎۳ :۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم اُردو ص ۲۵۹، سکھاں نے راج کویں لیا ص ۲۶۳، سکھی تے سکھ اتہاس ص ۱۳۹ ؛

سکھ ودوانوں کو مسلّم ہے کہ سکھوں نے جسا سنگھ آہلووالیہ کی جتھیداری میں سرہند پر دوبارہ حملہ کیا تو اس وقت بھی سرہند کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ شاہی محل کھنڈرات میں بدل دیئے۔ مغل حکام کو چن چن کر مار ڈالا۔ سارے شہر پر ایک آفت برپا کردی۔ ؂[1]

جلد ہی سکھوں کو گنگو براہمن کا خیال آگیا۔ اس پر الزام تھا کہ اسنے گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے بچوں کو معہ ان کی دادی صاحبہ کے اپنے گھر میں پناہ دی۔ بعد کو ان کا سارا سامان چوری کرلیا۔ پھر ان تینوں کو گرفتار کروا دیا[2]۔ سکھوں نے اسے پکڑ کر جو سزا دی اس کا ذکر ایک سکھ ودوان نے یُوں کیا ہے کہ :-

"جتھیدار کے حکم سے سکھوں نے اس کی حویلی لُوٹ لی۔ اور اس حویلی کو آگ لگا دی۔ گھر کے تمام لوگ آگ کی نذر کردیئے۔ آخر گنگو کو بھی اُٹھا کر بھڑکتی آگ میں پھینک دیا۔ اور وہ اپنے گناہوں کا پھل پاکر جلنے لگا۔" ؂[3]

ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ پہلے گنگو کے کنبہ کو قتل کیا گیا۔ پھر جلایا گیا۔ گنگو بھی زندہ آگ میں پھینکا گیا تھا۔ ؂[4]

بالفرض گنگو براہمن اگر ایک مجرم ہی تھا۔ اور اسنے وہ سب کچھ کیا تھا جو سکھ ودوان اس کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اور سکھ آئین کی رُو سے وہ اسی سزا کا ہی مستحق تھا تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے گھر والوں کو زندہ جلا دینا کہاں کا انصاف ہے؟ وہ تو سب کے سب بے گناہ تھے۔ جرم تھا تو گنگو براہمن کا۔ باپ کے جرم میں پوری نسل اور سارے کنبہ کا پکڑا جانا اور سزا پانا تو کسی حالت میں بھی درست قرار نہیں پاسکتا۔ کوئی سکھ بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ اگر اسسے کوئی قتل ہوجائے تو اس کے عوض میں اس کا پُورا کنبہ پھانسی دیدیا جائے۔ مجرم کو ہی سزا ملنی چاہیئے یہی انصاف کا تقاضا ہے بچوں اور عورتوں کو سزا دینا سکھ ودوانوں نے بھی جائز قرار نہیں دیا۔ اور اسے ظلم ہی گردانا ہے ؂[5]

سکھ تاریخ سے یہ امر بھی واضح ہے کہ بندہ سنگھ سے متعلق ایک یہ خیال بھی سکھوں میں چلا آرہا ہے کہ وہ دراصل گورو گوبند سنگھ جی ہی تھے۔ گورو صاحب نے خود سکھوں کو حکومت دلانے کیلئے بندہ سنگھ

؂[1] :- رسالہ گورو سندیش ستمبر ۱۹۶۳ء ؛ ؂[2] :- سکھ اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۴۲۷، ساڈا اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۲۷۹، گورمت لیکچر صفحہ ۴۰۲، دھرم دا چھتر صفحہ ۳۲۳، سکھ شہید صفحہ ۳۹، جیون پرکاش صفحہ ۱۵۶، بادشاہ درویش گورو گوبند سنگھ صفحہ ۳۰۹

؂[3] :- رسالہ گورو سندیش ستمبر ۱۹۶۳ء ؛ ؂[4] :- رسالہ سکھ دھرم جنوری ۱۹۶۳ء ؛

؂[5] :- سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۵، پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۵۶۷ ؛

کا روپ دھار لیا تھا۔ جیسا کہ سردار کرم سنگھ جی، ہسٹورین کا بیان ہے کہ :۔

"بندہ کا عروج دیکھ کر عام لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ گورو گوبند سنگھ جی نے ...... بندہ کا روپ اختیار کیا ہے۔ سب کے سب اسے سچّا پاتشاہ کہنے لگ پڑے تھے۔ اور زمانہ نے خود بخود ایسا اثر کیا کہ بغیر کسی کی کوشش کے بندئیوں کا خالصہ سے الگ فرقہ بن گیا۔" [۱]

ایک اور مقام پر ہسٹورین صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

"عام سکھوں کا خیال تھا کہ اصل میں بندہ بہادر کوئی نہیں یہ گورو گوبند سنگھ جی ہی ہیں جنہوں نے ...... خالصہ جی کو راج دلانے کے لئے بندہ کا روپ اختیار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام سکھ بندہ بہادر کے احکامات کو سری گورو گوبند سنگھ جی کے احکامات کی طرح ہی مانتے تھے۔" [۲]

یعنی :۔

"جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عام سکھوں کا یہ یقین تھا کہ بندہ اصل میں گورو گوبند سنگھ جی خود ہی ہیں اس لئے بندہ بہادر جو کچھ سکھوں سے کہتا تھا۔ عام سکھ اسے قبول کر لیتے تھے۔" [۳]

اِسی تسلسل میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے :۔

"گورو گوبند سنگھ جی نے ہل چلانے والوں کو تلوار کا دھنی بنایا۔ انہوں نے بیج بویا اور بندہ سنگھ نے فصل کی کٹائی کی۔ گورو جی نے اصول بنائے۔ بندہ سنگھ نے ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ گورو گوبند سنگھ جی نے مغلوں کے ناقابل تسخیر ہونے کا بھرم توڑ دیا۔ اور بابا بندہ سنگھ نے مغلوں کو پنجاب کی سرزمین سے (کچھ عرصہ کے لئے) مار بھگایا۔"

یعنی :۔

"گورو گوبند سنگھ جی کے بعد بندہ اور سکھ فوج کی ہمت سے وہ میدان تیار ہوا جس پر سکھ مسلوں کی بنیاد رکھی گئی۔ اور بعد کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان بنیادوں پر خالصہ راج کی وہ شاندار عمارت کھڑی کی جس پر سکھ قوم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔" [۴]

---

[۱] :۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۲۰۶ ؛ [۲] :۔ بندہ بہادر کون سی صفحہ ۱۲۴ ؛
[۳] :۔ بندہ بہادر کون سی صفحہ ۱۲۵ ؛ [۴] :۔ سکھ شہید صفحہ ۶۹ حاشیہ ؛

پس یہ کہنا کہ بندہ سنگھ اصل میں گورو گوبند سنگھ جی ہی تھے۔ سراسر غلط بات ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ بندہ سنگھ نے گورو گوبند سنگھ کی تعلیم کو عملی جامہ پہنا کر اپنے آپ کو ان کا نمائندہ ثابت کیا۔ ہزاروں مسلمان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو اپنی غارت گری کا نشانہ بنا کر اور مغلیہ سلطنت کو کمزور کر کے گورو گوبند سنگھ جی کے مشن کی تکمیل کی۔ اور اس طرح سکھ راج کے قیام کی راہ ہموار کی۔ اس کے نتیجہ میں بالآخر مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے ۱۸۰۱ء میں خالصہ راج کی بنیاد رکھی۔ بڑی شان و شوکت سے شاہی تاج پہنا۔ اور پھر اس پہلے اور آخری سکھ تاجدار نے اپنی ساری زندگی ملک گیری کی ہوس میں مار دھاڑ کرتے گذار دی۔

سکھ حکومت کے قیام کی خاطر ۱۶۹۹ء سے ۱۸۰۱ء تک ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ میں جس درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کیا گیا اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں انسانیت اس کے تصور کی تاب نہ لا کر شرم کے مارے منہ چھپا لیتی ہے۔ ہزاروں بے گناہ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ معصوم بچوں، ناتواں عورتوں اور بے بس بوڑھوں تک کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ ہزاروں بیکس شریف زادیوں کی عصمت دری کی گئی۔ ہزاروں ان بچوں کو بھی نہ بخشا گیا۔ جو اس دنیا میں آنے سے قبل اپنی ماؤں کے پیٹ میں پناہ لئے بیٹھے تھے۔ ان کی ماؤں کے شکم چاک کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ ہزاروں ماؤں کی گودیں ویران کر دی گئیں۔ ہزاروں سہاگنوں کے سہاگ اجاڑ دیئے گئے۔ ہزاروں بے گناہوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ اس بربریت کی انتہا دیکھئے کہ بیشمار قبروں کو کھود کر ان کے مردے باہر نکال لئے گئے اور نذر آتش کر دیئے گئے۔ ایک معمولی جانور کو حاصل کرنے کے شوق میں سینکڑوں انسان موت کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے۔ لاتعداد مکانات، محلات، دکانیں، باغات اور پیر خانے تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ یا جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیئے گئے۔ ہزاروں مساجد شہید کر دی گئیں۔ بہت سی مساجد میں سؤر کا گوشت پھینکا گیا۔ امن سے بسنے والی کئی ریاستوں کو روند ڈالا گیا۔ ظلم و سفاکی کی رَت میں اپنوں اور بیگانوں میں بھی امتیاز روا نہ رکھی گئی۔

ایسے ظالم لوگوں کی حکومت قانون قدرت کے مطابق زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ اودھم مچانے اور غارت گری کرنے اور دھاندلیوں کو رواج دینے والی مملکت کا انجام وہی ہوا جو ظالموں کا ہوتا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی آنکھیں بند کرنے کے دس سال بعد یہ مملکت کچھ عرصہ انتشار کا شکار رہی اور پھر ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی اور ساتھ ہی رنجیت سنگھ کے خاندان کو بھی لے ڈوبی اور قوم کے لئے سکھا شاہی کا محاورہ وراثت میں چھوڑ گئی۔

بندہ سنگھ کو گورو گوبند سنگھ جی کی ہدایات

سکھ تاریخ سے یہ امر واضح ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے جب بندہ سنگھ کو دکن سے پنجاب بھجوایا تھا۔ تو اسے بعض ہدایات کی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھی کہ سکھوں کو لوٹ مار کرنے سے کسی وقت بھی نہ روکنا۔ جیساکہ مرقوم ہے۔ کہ گورو جی نے فرمایا تھا کہ :-

سکھن کو مم روپ لکھیو ❊ ان کا کہا مانتے رہیو

... ... ❊ ... ...

کرا ستت ان تے کم لیئو ❊ لوٹن تے ان کو نہ ہٹیؤ [1]

یعنی۔ سکھوں کو ہمیشہ میرا روپ سمجھنا۔ اور ان کی ہر بات مانتے رہنا۔ کسی کا بھی انکار نہ کرنا۔ اور ان کی تعریف کرکے ان سے کام لیتے رہنا۔ اور انہیں لوٹ مار کرنے سے کسی وقت بھی مت روکنا۔

گیانی گیان سنگھ جی لکھتے ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب بندہ اور سکھوں کے درمیان اختلافات کی خلیج حائل ہوگئی اور ان کا مل کر چلنا محال ہوگیا۔ اوس وقت گورو گوبند سنگھ جی کی اہلیہ محترمہ نے سکھوں کو تلقین کی کہ وہ بندہ سنگھ کا ساتھ چھوڑ کر اس سے قطع تعلق کرلیں۔ اس پر سکھوں نے عذر پیش کیا کہ ہم تو اس سے مل کر لوٹ مار کرتے ہیں۔ اگر اس سے الگ ہو گئے تو کیا کریں گے۔ ماتا جی نے فرمایا کہ میں نے تو تمہیں لوٹ مار سے نہیں روکا۔ صرف بندہ سے الگ ہو جانے کا حکم دیا ہے۔ اس پر سکھ اس سے الگ ہو کر اپنے مفوضہ کام میں مشغول ہو گئے۔[2]

اس سے یہ امر واضح ہے کہ سکھ مؤرخین کے بقول سکھوں نے بندہ سے مل کر یا اس سے الگ ہو کر جتنی بھی لوٹ مار کی وہ گورو گوبند سنگھ جی کی منشاء اور حکم کے عین مطابق تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سکھ مؤرخین نے سکھوں کی اس لوٹ مار کے واقعات خود ہی فخریہ طور پر بیان کئے ہیں۔ ورنہ وہ ایسا ہرگز نہ کرتے۔

سکھ مؤرخین اور مصنفین نے اس امر کی شہادت دی ہے کہ بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے جو مار دھاڑ اور قتل و غارت کی۔ گورو گوبند سنگھ جی نے اس کی اطلاع ملنے پر بہت خوشی

---

[1] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۲۵۱ ❊ [2] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۳۲۷ ❊

منائی - چراغاں کرنے کے علاوہ ایک ہزار روپیہ سکھوں کو کڑاہ پرشاد کے لئے دیا - اور خوشی کے ہوائی فائر بھی کئے۔[1] اس سے یہ امر واضح ہے کہ ان دنوں مسلمانوں کے خون کی جو ہولی کھیلی گئی - اور بیشمار مسلمان عورتوں، بچوں کو خون میں نہلایا گیا - وہ گوروصاحب کے حکم سے ہی تھا۔ بھنگو رتن سنگھ جی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جب گورو جی نے دکن سے بندہ کو پنجاب بھیجا تھا تو اسے یہ بھی تاکید کی تھی کہ :-

دلیوں لگ کر دنگا مچاؤ ❊ پنجاب پربت سب دھوڑ ملاؤ[2]

یعنی - دلی سے شروع ہوتے ہی فساد برپا کردو - پنجاب اور پہاڑی علاقے سب کے سب خاک میں ملا دو -

پروفیسر کرتار سنگھ کا بیان ہے کہ گورو جی نے بندہ بہادر سے یہ کہا تھا کہ :-

"غیر ملکی مسلمان حکومت تیرے وطن میں ظلم کا طوفان مچا رہی ہے اور لوگ تڑپ رہے ہیں - خُدا کی عبادت اس وقت یہی ہے کہ عوام کی خاطر ظالموں اور جابروں کو سبق دینے اور ان کی جڑھیں اکھاڑنے کیلئے سنت سپاہی بن کر میدان میں کود جائے۔"[3]

پس جہاں تک واقعات کا تعلق ہے - بندہ اور اس کے ساتھیوں نے گورو جی کے ان احکامات پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی - بندہ کے ساتھی مسلمان عورتوں کے ساتھ ہی ہندو مستورات کی بھی خوب گت بناتے رہے۔[4] اور عورتوں کے زیورات بھی چھین لیتے رہے۔ اگر کوئی عورت اپنے زیورات پیش کرنے میں ذرہ ڈھیل کرتی تو سکھ اس کے ہاتھ، پاؤں، کان اور ناک وغیرہ اعضا ہی کاٹ لیتے رہے۔[5]

بعض اوقات بغیر کسی مذہب و ملت کی تمیز کے مستورات سے چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی چھین لی جاتیں[6] ان دنوں سکھوں کی اخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ وہ سکھ عورتوں کو بھی اغوا کر لیتے تھے۔[7] سکھ عورتوں کا اغواء تو سکھوں نے گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ سے ہی شروع کر دیا تھا۔[8] اور ان میں منشیات کا بھی عام رواج تھا۔[9]

---

[1] :- تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۴۳۸ - گور پرتاپ سورج - پنتھ پرکاش صفحہ ۳۴۶ (چھاپہ پتھر) بندہ بہادر مصنف گیانی کرتار سنگھ کلاسوالیہ صفحہ ۱۲۴، گورو پد پرکاش حصہ دوم صفحہ ۱۰۳ ❊ [2] :- پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۲۶۶ ❊

[3] :- سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۳۲ ❊ [4] :- شمشیر خالصہ صفحہ ۱۵ ❊ [5] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۱۹۲ ❊

[6] :- تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۴۶۲ ❊ [7] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۶۹۵ ❊ [8] :- گور پرتاپ سورج این ۲ انسو ۹ ❊

[9] :- پنتھ پرکاش صفحہ ۳۲۹، تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۵۲، رسالہ امرت دسمبر ۱۹۳۳ء، خالصہ سماچار امرتسر ۹ نومبر ۱۹۳۳ء ❊

پس سکھوں نے ہر جہت اور ہر لحاظ سے گورو گوبند سنگھ جی کے احکامات پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کی اور یہ سب کچھ سکھ مصنفین کو مسلّم ہے۔ ہم خود کوئی الزام نہیں دے رہے ہ۔

ایک سکھ بزرگ سنت ندھان سنگھ جی عالم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب بندہ اور اس کے ساتھیوں نے ہزارہا عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بے شمار قصبات اور دیہات خاک میں ملا دیئے۔ تو بہادر شاہ نے گورو جی کو مراسلہ لکھا کہ وہ بندہ کو قتل و غارت اور لوٹ مار سے روکیں۔ گورو جی نے اس سے انکار کر دیا۔ جیساکہ مرقوم ہے کہ:۔

"گورو جی کے حکم سے بندہ بہادر نے (جو علاقوں کے علاقے) زیروزبر کئے ہوئے تھے۔ اسے بادشاہ بہت بُری طرح محسوس کرتا تھا۔ اور اس کی سرگرمیوں کو روکنے کیلئے اس نے گورو جی کے پاس نندلال کے ذریعہ ایک مراسلہ بھی بھیجا تھا۔ مگر گورو جی نے بادشاہ کی گذارش قبول کرنے سے انکار کر دیا"[1]

عالم جی نے ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ بادشاہ نے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ وہ بندہ بہادر کو گذارہ کے لئے مناسب جاگیر دینے کیلئے تیار ہے۔ بے گناہ مخلوق کا کشت و خون روک دیا جائے۔ مگر گورو جی نے اس کی اس پیشکش پر کان نہیں دھرا تھا۔[2]

گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق بہادر شاہ نے گورو گوبند سنگھ جی کے بعد ان کی اہلیہ محترمہ کو بھی لکھا تھا کہ وہ بندہ سنگھ کو خلق خُدا کے خون میں نہانے سے روک دیں۔ ہم شکر گذار ہوں گے اور بندہ سنگھ کے گذارے کے لئے معقول جاگیر دیدیں گے۔ تا وہ بقیہ زندگی آرام سے بسر کر سکیں۔ جیساکہ گیانی جی لکھتے ہیں کہ:۔

دنگے کو تم برج دیو اب بندے تائیں ÷ جو کچھ سو مانئے ہے۔ ہم مانیں

... ... ÷ ... ...

نہ کچھ ہمرا دوش ہے۔ کیوں ہمیں دکھا دیں ÷ ناحق خلقت کیوں کری تن دکھی مہا دیں[3]

اللہ تعالیٰ نے مردوں کی نسبت عورتوں کے دل بہت نرم بنائے ہیں۔ وہ دوسروں کے دُکھ دیکھ کر بہت جلد پسیج جاتی ہیں۔ جب بادشاہ کی چٹھی ماتا جی کے پاس پہنچی۔ تو انہوں نے بندہ سنگھ کی طرف سے کئے گئے قتل و غارت کو بہت محسوس کیا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں لکھا کہ اب مزید قتل و غارت بند کر دیا جائے اور بادشاہ سے جاگیر حاصل کر کے اپنی بقیہ زندگی یاد الٰہی میں گذار کر

---

[1] گورو پد پرکاش حصہ دوم صفحہ ۹۹ ÷ [2] گورو پد پرکاش حصہ سوم صفحہ ۱۰۹ ÷ [3] پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۳۲۴ ÷

جائے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

لیھو جاگیر بادشاہ تے گھر بیٹھے کھادو ÷ دکھی نہ کسی ہی کو کرو گوبند گُن گادو ۱؎

جب ماتا جی کا یہ پیغام بندہ سنگھ تک پہنچا تو اس پتھر دل اور ظالم طبع انسان نے نہ صرف یہ کہ ماتا جی کے پیغام کو ٹھکرا دیا بلکہ گورو گوبند سنگھ جی کا سکھ ہونے سے بھی انکار کر دیا۔ جیسا کہ گیانی جی نے لکھا ہے کہ:۔

ار کہ گور کا سکھ میں کب کس نے کینا
مَیں سادھو ہاں بیسنو جانت جگ چھینا
نہ مَیں تمرا سکھ ہوں نہ تم گور میرے ۲؎

یہ بندہ سنگھ کی پتھر دلی کی انتہا ہے۔ گورو گوبند سنگھ جی کی اہلیہ محترمہ اسے ناحق خلقِ خدا کا بے تحاشہ کشت و خون کرنے سے روکتی ہیں۔ اور اسے کہتی ہیں کہ اب اپنے گذارہ کیلئے مناسب جاگیر لے کر بقیہ زندگی حمد الٰہی میں بسر کریں۔ وہ بجائے اس کے اس نیک مشورہ کو قبول کر کے باز آجائے اُس نے ماتا جی کو جلی کٹی سنانے پر ہی بس نہ کیا۔ بلکہ گورو گوبند سنگھ جی کا سکھ ہونے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ گورو صاحب سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اور گورو جی نے اس کے سپرد جو کام کیا تھا وہ اُس نے کر دیا ہے۔ اب وہ اپنی مرضی کریگا اور کسی کی کوئی بات نہیں سُنے گا۔

سردار کرم سنگھ جی نے بندہ سنگھ کی اس روش کے پیش نظر یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"یہ بات درست ہے کہ وہ متکبر ہو گیا تھا۔ اور اُس نے اپنا نیا مذہب جاری کیا تھا۔ اور واہگورو جی کی فتح کے بعد بچے صاحب جی کی فتح جسے درشن فتح بھی کہتے ہیں شروع کی تھی۔" ۳؎

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ بالکل درست ہے کہ سرہند کی فتح کے بعد اس کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا تھا وہ خود کو گورو کہلانے لگ پڑا تھا۔" ۴؎

یعنی:۔

"سرہند کی فتح کے بعد جب اس کے ہاتھ لاکھوں روپے آئے۔ تو اس کا دماغ

۱؎:۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص ۳۲۵ ÷ ۲؎:۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص ۳۲۵ ÷

۳؎:۔ جیون برتانت یا بندہ بہادر ص ۲۰۵ ÷ ۴؎:۔ بندہ بہادر کون سی ؟ ص ۶۳ ÷

پھر گیا تھا اور اُس نے گورو گوبند سنگھ جی کے احکامات کی خلاف ورزی شروع کردی تھی"۔ ۱ے

سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ نے اس سلسلہ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ :-

" اقتدار بڑھ جانے کی وجہ سے بندہ بہادر کو کچھ غرور ہوگیا تھا۔ اور اپنی گوریائی کی خواہش پیدا ہوگئی تھی جس پر اُس نے بہت سے اصول گورمت کے خلاف پرچار تے شروع کردیئے تھے۔ جس کے بعد پنتھ میں اختلاف پیدا ہوگیا تھا اور دو دل بن گئے تھے"۔ ۲ے

اس سے یہ امر واضح ہے کہ بندہ بہادر اگر کسی وقت گورو گوبند سنگھ جی کا سکھ بن گیا تھا۔ تو بعد کو اس نے سکھ ہونے سے انکار کردیا تھا۔ اور اپنی من مرضی شروع کردی تھی ؛

اسلام کی طرف سے مجرموں کو رعائت

اسلام ایک روحانی مذہب ہے۔ اور یہ جس رب العلمین سے لوگوں کو روشناس کراتا ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ کسی انسان نے اپنی زندگی میں خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں۔ اور کیسی ہی گندی اور بُری زندگی بسر کی ہو۔ اسلام کی مقدس تعلیم کی رُو سے اگر وہ شخص اپنے مرنے سے قبل سچی توبہ کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدس رسُول حضرت محمد مصطفےٰ۔ احمد مجتبیٰ۔ خاتم النبیین۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ اور آئندہ ہر قسم کے گناہوں سے بچ بچ کر اپنی زندگی گذارنے کا عہد کرلے۔ اور اس عہد پر اپنے آخری سانس تک قائم رہنے میں کوشاں رہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کرکے اپنی آغوشِ رحمت میں لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان حکمران ہر بڑے سے بڑے مجرم کو بھی کوئی سزا دینے سے قبل توبہ کا موقعہ دیتے رہے۔ اور اس کے سامنے یہ بات پیش کرتے رہے کہ اگر وہ دنیاوی اور اخروی سزاء سے بچنے کا خواہاں ہے تو اسلام قبول کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسُول پر ایمان لے آئے۔ افسوس ہے کہ مخالفین اسلام نے اس رعایت کو بھی اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔

سکھ مؤرخین کو بھی مسلّم ہے کہ جب بندہ اور اس کے ساتھی گرفتار کرکے دہلی لائے گئے تو بادشاہ کی طرف سے ان کے سامنے یہ بات پیش کی گئی۔ مگر ان میں سے ہر شخص اپنی ضد پر قائم رہا۔ اور کسی نے بھی اپنے ظلموں اور زیادتیوں پر پشیمان ہونا پسند نہ کیا۔ البتہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین

۱ے :- بندہ بہادر کون سی صہ ۱۲۵ ؛ ۲ے :- مہان کوش صہ ۲۶۷۶ (دوسرا ایڈیشن)

کے مطابق بندہ کی بیوی نے اسلام کی اس رغائت سے فائدہ اُٹھایا اور اسلام قبول کر لیا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"اس (بندہ کی بیوی) نے مسلمان ہونا قبول کر لیا۔ اس میں تاخیر کیسی ہونی تھی اسی وقت مسلمان بنا کر اسے "دکنی بیگم" کے سپُرد کر دیا گیا جس نے اس کی خواہش پر اپنے پاس سے زادِ راہ دیکر اسے حج کرنے کے لئے مکّہ معظمہ بھجوا دیا۔" ؎۱

بندہ سنگھ کی بیوی کا اسلام قبول کر لینا۔ اور اسلام قبول کرتے ہی حج کے لئے مکّہ معظمہ جانے کی خواہش کرنا۔ اور پھر چلے بھی جانا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پیدائشی مسلمان عورت تھی اور کسی معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جسے بندہ سنگھ نے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا۔ اور سکھ تاریخ سے یہ امر واضح ہے کہ سکھ ان دنوں موقعہ ملنے پر مسلمان عورتوں کو عموماً اپنے گھروں میں ڈال لیا کرتے تھے؎۲ ؎۵ ورنہ کسی پیدائشی ہندو یا سکھ عورت میں یکدم اتنی بڑی تبدیلی کا آجانا اور اس کا حج کے لئے مکّہ معظمہ جانے کے لئے تیار ہو جانا۔ اور چلے جانا خلاف عقل ہے کیونکہ اگر بندہ سنگھ کی بیوی کوئی ہندو یا سکھ عورت ہوتی تو اس صورت میں۔ اوّل تو وہ اپنے خاوند کے ساتھ مرنے کو ترجیح دیتی۔ ہندو عورتیں اپنے مُردہ خاوندوں کے ساتھ ستی ہو جایا کرتی رہی ہیں۔ دوسرے اس میں اسلام قبول کرتے ہی فوراً اتنی تبدیلی اور احساس پیدا ہو نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ عورتیں عموماً مذہب کے معاملہ میں مردوں سے کہیں زیادہ راسخ العقیدہ ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات جلدی نہیں بدلا کرتے۔ اور کافی وقت لیتے ہیں۔ سکھ ودوانوں کو اس بات کا فخر ہے کہ کسی سکھ عورت نے بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی سکھ دھرم نہیں چھوڑا اور مرنا قبول کیا اس صورت میں بندہ سنگھ کی بیوی کا مسلمان ہو جانا اور حج کے لئے چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

؎۱:۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر ص ۱۸۹ ؛

؎۲:۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم اُردو ص ۲۶۵۔ پنتھ پرکاش ص ۴۲۱ و ص ۵۴۰ ؛

۵:۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھنونا فعل سکھ قوم کی غلط تربیّت کے نتیجہ میں ان کے خون میں ایسا رچ گیا ہے کہ جب بھی انہیں موقعہ ملتا ہے ان کی یہ فطرت اُبھر کر سامنے آجاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے وقت اپنی اسی خصلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سکھوں نے ہزاروں بے بس عورتوں کو اپنے گھروں میں ڈال لیا تھا۔ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:۔ "دو مسلمان ۱۹۴۷ء میں پاکستان چلے گئے تھے۔ اور کئی عورتیں رہ گئی تھیں۔ کئی عورتوں نے سکھنیاں بن کر سکھوں سے شادیاں کر لی تھیں" (رسالہ سنت سپاہی امرتسر دسمبر ۱۹۶۳ء) ؛

سِکھوں کی مار دھاڑ میں کامیابی کی وجہ

سِکھ تاریخ سے واضح ہے کہ مغلیہ دَور حکومت میں سکھوں کی طرف سے ایک لمبے عرصہ تک جو مار دھاڑ کی گئی۔ اس میں ان کی کامیابی کی یہ وجہ نہ تھی کہ مسلمان ان دنوں کمزور ہو گئے تھے یا ان کی تعداد میں کمی آگئی تھی۔ اور سکھ طاقت اور تعداد کے لحاظ سے مسلمانوں سے بڑھ گئے تھے بلکہ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ سکھ عموماً جتھوں اور ٹولیوں کی شکلوں میں پھرا کرتے تھے اور گوریلوں کی طرح عموماً رات کے وقت دیہات اور قصبات پر چھپ چھپ کر اچانک حملے کیا کرتے تھے اور لُوٹ مار کر کے بھاگ جایا کرتے تھے۔ شاہی فوج ان کا تعاقب کرتی تھی تو وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے تھے۔

اسکے علاوہ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمان حکمران آپس میں پھٹے رہتے تھے۔ ان کا آپس میں کوئی رابطہ نہ تھا۔ وہ ایک دوسرے سے سخت اختلافات رکھتے تھے اور سکھ ان اختلافات سے فائدہ اُٹھانے کیلئے ہمیشہ تاک میں رہتے تھے اور جب بھی انہیں موقعہ ملتا مسلمانوں کے قصبات اور دیہات پر اچانک ٹوٹ پڑتے۔ اور مار دھاڑ کر کے اپنے ہاتھ رنگ لیتے۔ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے اس بارہ میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ :۔

"سکھوں کی جیت اس لئے نہیں ہوتی تھی کہ وہ طاقتور تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ لڑنے کے لئے آنے والے امراء ہی ایسے نمک حرام ہوتے تھے کہ وہ بادشاہ کے مفاد کو پس پشت ڈال کر اپنی خود غرضیوں کو ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ ان کا مقصد اتنا بندے پر قابو پانا نہیں ہوتا تھا۔ جتنا کہ دوسرے مخالف امیر کو شکست دلا کر بدنام کرنا ہوتا تھا۔" [1]

اس سلسلہ میں ہسٹورین صاحب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ :۔

"فوجدار ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ایک کی دوسرا مدد نہیں کرتا تھا۔ اسلئے بندے نے سب کو ہی ایک ایک کر کے ختم کر دیا...... جتنا شور ملک میں پیدا ہوا اسکا عشر عشیر بھی پیدا نہ ہوتا اگر امیروں کی آپس میں عداوت اور دشمنی نہ ہوتی۔" [2]

ایک اور سکھ وِدوان رقمطراز ہیں کہ :۔

"مغلوں کے گھریلو جھگڑوں نے بابا بندہ سنگھ کو...... فتوحات کا موقعہ دیا۔" [3]

---

[1] :۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۲۰۸ ؛ [2] :۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر صفحہ ۲۰۹ ؛ [3] :۔ سکھ اتہاس دوم صفحہ ۶۲ ؛

مشہور سکھ بزرگ گیانی گیان سنگھ جی لکھتے ہیں کہ :-

پاتشاہی میں تھا تب رولا ÷ ماچ رہیو سب کھوڑیں
بندولبست سب ٹوٹ رہیو تھا ÷ غدر پر رہیو غوریں [۱]

یعنی - اس وقت حکومت میں غدر کی سی صورت پیدا ہو چکی تھی - اور سارا انتظام درہم برہم ہو چکا تھا :-

پس یہ حقیقت ہے کہ اگر اس وقت مسلمان حکمران مل کر کسی ایک جگہ بھی سکھوں کا مقابلہ کرتے تو اتنا نقصان نہ ہوتا اور وہ جلد حالات پر بھی قابو پا لیتے - ان کی باہمی پھوٹ کی وجہ سے مسلمان عوام کو بے پناہ نقصان اُٹھانا پڑا -

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے ایک اور مقام پر سکھوں کی لُوٹ مار کے بارہ میں لکھا ہے کہ :-

"دہلی کی حکومت کمزور ہو چکی تھی - اور بڑے بڑے امیر خود اپنی الگ الگ راجدھانیاں بنا چکے تھے - اس لئے منت سنگھوں کے گھوڑے جمنا کے کنارے جا پہنچتے تھے اور آخر یہ ہوا کہ سکھوں نے ہر گاؤں کو لُوٹنا شروع کر دیا - دو چار سوار جاتے اور سارا علاقہ لُوٹ لیتے - کسی کی مجال نہ تھی - کہ کوئی چوں چراں کرتا" [۲]

صاف ظاہر ہے کہ مسلمان حکمرانوں کی طوائف الملوکی سکھوں کو بہت راس آئی - اور انہوں نے مسلمانوں کے انتشار سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھایا - اگر ان دنوں مسلمان حکمران اپنے خداوند تعالیٰ کے ارشاد

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا" [۳]

کو بھلا کر انتشار کا شکار نہ ہوتے - ان میں باہمی اتحاد اور رابطہ قائم ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ دو چار سوار جا کر علاقوں کے علاقے لُوٹ لیتے اور دیہات اور قصبات میں تباہی مچا دیتے - یہ بات خود سکھ محققین کو مسلّم ہے -

سکھوں کی کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ ان دنوں حکومت کے سکھ ملازم غداری کرتے تھے - اور حکومت کے راز سکھوں کو پہنچا دیتے تھے - جس وجہ سے وہ سرکاری کارروائی سے قبل ہوشیار ہو جاتے تھے - اور اپنے بچاؤ کا سامان کر لیتے تھے - جیسا کہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے ایک واقعہ بیان کیا ہے :-

---

[۱] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ÷ [۲] :- سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۱۰۳
[۳] :- سورہ آل عمران رکوع ۱ پارہ ۴ ÷

"لاہور میں یہ خبر گھر گھر پھیل گئی کہ فوج سکھوں سے ٹکر لینے کیلئے تیار ہو رہی ہے۔ جو سکھ فوج میں ملازم تھے انہوں نے حضورا سنگھ سے کہا کہ اس مہم کی خبر سکھوں کو دی جائے۔ کہیں اچانک ہی مارے نہ جائیں۔ لہٰذا حضورہ سنگھ رات رات "دواں" گاؤں میں جا پہنچا۔ اور ...... فتح بلائی۔ اندر بیٹھے سکھوں نے آواز پہچان لی اور اندر بلا لیا۔ ...... اس نے کہا کہ صبح فوج نے کوچ کرنا ہے۔ آپ دو چار دن کے لئے ادہر اُدہر ہو جائیں۔ فوج پھر پھرا کر خود ہی لوٹ جائے گی۔ تارا سنگھ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔" [۱]

سکھوں کا حضورہ سنگھ کی آواز کو پہچان لینا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس آواز سے رُوشناس تھے۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ اس کا کام اس قسم کی خبر رسانی ہی ہے۔ اور وہ اس سے بخوبی واقف تھے۔ وہ حکومت میں ان کا ایک قسم کا جاسوس ہے۔ جو انہیں حکومت کی نقل و حرکت اور تیاریوں سے متعلق انہیں قبل از وقت باخبر کر دیتا ہے۔ اور وہ اطلاع ملنے پر ہوشیار ہو جاتے اور اپنے بچاؤ کی تدابیر اختیار کر لیتے ہیں۔ [۲]

اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حکومت کے تنخواہ دار سکھ فوجی موقع ملنے پر حکومت سے غداری کر جاتے تھے۔ اور مار دھاڑ، اور کشت و خون کرنے والے سکھوں سے جا ملتے تھے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ سردار جسا سنگھ رام گڑھیا نے ایسا ہی کیا کہ وہ تنخواہ تو حکومت سے وصول کرتا رہا۔ مگر جب لڑنے کا وقت آیا تو عین لڑائی میں غداری کر کے اپنے تمام ساتھیوں کو ساتھ لے کر سکھوں سے جا ملا۔ عموماً سکھ اس کی اس غدارانہ حرکت کو بھائیوں سے مل جانا کہتے ہیں۔ اور یہ لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ سکھ کرتب کا موٹا اور اصلی نمونہ ہے۔" [۳]

مگر تمام دنیا کی حکومتیں اور خود سکھ حکمران بھی اسے غداری ہی کہیں گے وہ اسے پسند نہیں کریں گے کہ ان کے ہندو اور مسلمان ملازم وقت پڑنے پر اسی طرح بھائیوں سے جا ملیں۔ اور ان کا ساتھ چھوڑ جائیں۔ وہ اسے غداری کے سوا اور کچھ نہ کہیں گے اور اسے کبھی بھی پسند نہیں کریں گے۔

اس وجہ سے بھی حکومت کو نقصان اٹھانا پڑا۔ کہ اس کے ملازم عموماً ناقابل اعتبار ہی ثابت ہوئے۔
اس کے علاوہ مسلمان حکمرانوں کی ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خود مسلمان باہمی اختلافات کی وجہ سے مخبریاں کیا کرتے تھے اور سکھوں کو حکومت کی نقل و حرکت کی خبریں قبل از وقت دے دیا کرتے تھے۔

---

[۱]:۔ سردار کرم سنگھ دی اتہاسک کھوج صفحہ ۲۰۱ ؛ [۲]: سکھ مسلال صفحہ ۶۶ ، پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۴۰۳ ، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۱۴۷ ؛ [۳]:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۲۵۸ ؛

جس کی وجہ سے انہیں تیاری کا عمدہ موقعہ میسّر آجاتا تھا۔ سردار کرم سنگھ جی کے مطابق جب شاہی فوج نے تارا سنگھ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کارروائی کرنا چاہی تو فوج میں سے ایک بوڑھے پٹھان نے اسے جا کر کہا کہ :۔

"شاہی فوج آگئی ہے آپ یہ جگہ چھوڑ دیں۔ اور ان درختوں میں رات رات کیلئے چھپ جائیں۔ یہ جگہ خالی دیکھ کر ہم چلے جائیں گے۔ پھر آپ آجائیں۔ کیوں ناحق اپنی جان گنوا رہے ہیں"۔ [1]

یعنی :۔

"جنہیں کوئی نہ کوئی خبر پہنچانے والا ہوتا تھا۔ وہ کبھی شاہی فوج کے قابو نہیں آتے تھے فوج کی آواز سُن کر وہ اردگرد کے جنگلوں میں پھیل جاتے تھے۔ اور فوج کے سردار بھی میدان خالی دیکھ کر لاہور جانے کا کرتے تھے۔ سب نمک حرام تھے اور کوئی امیر تن من سے اپنے مالک کا کام نہیں کرتا تھا۔ ...... بدنظمی اس قدر تھی کہ گاؤں کے لوگ شاہی فوج سے کہیں زیادہ سکھوں سے ڈرتے تھے۔ اور جہاں تک ان کا بس چلتا انہیں پل پل کی خبر دیتے رہتے تھے۔ [2]

بندہ سنگھ کے بعد کچھ عرصہ امن و سکون رہا۔ اس کے بعد سکھوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت کا سلسلہ پھر سے شروع کر دیا۔ بڈھا دل۔ ترنا دل۔ خالصہ دل اور سکھ مسلوں کا زمانہ ایک قیامت کا دَور ہی کہنا چاہیئے۔ اس دَور میں سکھ ٹولیوں اور جتھوں کی شکل میں پھرتے تھے۔ اور مختلف قصبات اور دیہات میں اودھم مچاتے تھے۔ ان دنوں سکھوں میں یہ عام خیال تھا کہ خالصہ جی جتنا چاہیں کشت و خون کر لیں۔ دربار صاحب امرت سر کے سرودر (تالاب) میں اشنان کرنے سے ان کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ اور پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سکھ لوٹ مار اور قتل و غارت کر کے دربار صاحب آتے اور اشنان کر کے پھر سے مار دھاڑ میں مصروف رہتے۔ چنانچہ بھنگو رتن سنگھ نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :۔

ملک لوٹ امرت سر آویں ؛ دوالی بساکھی میلہ لاویں

.... ؛ ....

جتنے پاپ دھاپ کر لوٹ کوٹ نت لیاہیں ؛ اک اک چُبھے نال گور سب کل دُور کراہیں

---

[1] :۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۰۳ ؛ [2] ایضاً ص ۲۰۴ ؛

سنگھن کے سب پاپ چھڑ جائے ؛ مِلتے جو آپس ماہیں کمائے
کوئی کمائے کوئی لُوٹ کھائے ؛ تال چُبھے تے سب نِٹھ جائے ۔ ف۱

یعنی - اس وقت سکھوں کا یہ نظریہ تھا کہ جتنی چاہو لُوٹ مار کر لو - دربار صاحب کے سرور میں ایک غوطہ سے معافی مل جاتی ہے - اور سکھ پھر سے پاک و صاف ہو جاتا ہے -

گیانی گیان سنگھ جی نے اس زمانہ کے سکھوں کی تعریف یُوں بیان کی ہے :-

نام کے اکالڑ دسو پھریں بڑے ہالڑ دو ؛ لُوٹ کُوٹ کھاتے کرڈاہڈے استاد جو ف۲

سکھ مسلمانوں کے خلاف جب میدان عمل میں آئے - تو وہ چھاپہ مار لڑائی کیا کرتے تھے - دن کو جنگلوں میں چھپے رہتے اور رات کے وقت مسلمانوں کے قصبات اور دیہات میں ٹوٹ پڑتے اور لوٹ مار کر کے چل دیتے - ایک سکھ ودوان نے سکھوں کی اس روش سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ :-

"۱۷۸۵ء تک خالصہ اس آنکھ مچولی کے کھیل سے تنگ آ چکا تھا...... سکھ داؤ لگا کر میرزا جعفر بیگ، مومن خان، تقی بیگ اور زمرد خاں وغیرہ مشہور اہلکاروں کو قتل کر چکے تھے - سرکاری لگان کی رقم خزانہ میں داخل ہونے کے لئے جاتی تو چھین لیتے - کئی مسلمان سوداگر لوٹ لئے - ان دنوں سکھ دو دو تین تین سو سواروں کے جتھے بن کر پنجاب میں پھرتے تھے - رات کو مسلمانوں کے دیہات پر حملہ کر کے لوٹ مار کرتے اور دن کے وقت گھاس اور پانی سے سرسبز کسی جنگل یا بیلے میں چھپ جاتے تھے - لوٹ کے مال کا ملیدہ کوٹ کر یا شکار بھون کر کھانے کی عادت ڈال لی تھی - اسی غذا کے سبب گھوڑے رات رات اسی اسی اور سو سو کوس سفر کر لیتے تھے - جب کبھی گشتی فوج اچانک سامنے آ جاتی تو جھٹ پٹ گھوڑوں پر زینیں ڈال - ایڑیاں لگا کر ہرن ہو جاتے (یعنی بھاگ جاتے)"۔ ف۳

گویا سکھ جم کر آمنے سامنے لڑائی نہیں کرتے تھے بلکہ رات کو چھپ چھپ کر حملے کرتے تھے - اگر یہی صورت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں مسلمان اختیار کرتے تو کبھی بھی برداشت نہ کی جاتی - اور سکھ حکمران مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیتے -

سکھ تاریخ کے مطابق ان دنوں سکھ لوگ عام طور پر گوریلوں کی طرح چھپ چھپ کر لوٹ مار کیا کرتے تھے - قتل و غارت اور لوٹ مار کر کے بھاگ جایا کرتے تھے ف۴ - اور اس طرح حکومت کی گرفت سے بچ جایا

ف۱ :- پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۲۰۶ ؛
ف۲ :- پنتھ پرکاش منقول از ساڈا اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۲۱ ؛
ف۳ :- رسالہ سنت سپاہی امرتسر ستمبر ۱۹۳۸ء ؛
ف۴ :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۴۸۵، صفحہ ۵۲۸، صفحہ ۵۸۲ - سکھ اتہاس کے پیکر صفحہ ۲۵۵ - سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۱۸۱ ؛

کرتے تھے۔ کیونکہ شاہی فوج کے جائے وقوعہ پر پہنچنے سے قبل وہ اپنا کام کر کے کہیں کے کہیں جا چکے ہوتے تھے۔ اور ان کی لڑائی کا جو طریق تھا اس سے متعلق گیانی گیان سنگھ جی نے یوں لکھا ہے کہ:-

سنگھو نہ لڑتے سن مکھ ہوئے ٭ دھسیں بن رہے بڈ مار عجایبیں [۱]

ایک اور مقام پر گیانی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ:-

آگے آگے سنگھ ترک نت مگر پھراہیں۔ [۲]

یعنی سکھوں کا طریق یہ تھا کہ وہ کبھی بھی فوج سے آمنے سامنے نہیں لڑتے تھے۔ بلکہ گوریلوں کی طرح چھپ کر اچانک لوگوں پر ٹوٹ پڑتے اور توڑ پھوڑ، مار دھاڑ کر کے جنگل میں بھاگ جاتے۔ سکھ آگے آگے ہوتے اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے۔

ان دنوں کئی بار سکھ مسلمانوں کا لباس اختیار کر کے لوٹ مار کرتے تھے۔ تاکہ لوگ انہیں مسلمان خیال کر کے ان کے دھوکہ میں آجائیں۔ اور ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دے سکیں [۳]

ہری رام گپتہ جی بیان کرتے ہیں کہ:-

"شروع شروع کی فتوحات کے بعد سکھوں نے اور دلیری کا کارنامہ کیا۔ من چلے نوجوانوں کا ایک ٹولہ مغل سپاہیوں کا بھیس اختیار کر کے لاہور شہر میں موچی دروازہ کے راستے داخل ہؤا۔ جنوری کا مہینہ تھا اور شام کا وقت تھا۔ سردی کا وقت ہونے کی وجہ سے لوگ گھروں میں تھے۔ بازار تقریباً سنسان تھے۔ گھروں اور دوکانوں میں جو دھندلی سی روشنی تھی اس میں آنے جانے والوں کے چہرے دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اور پہچانے نہیں جاتے تھے۔ لٹیروں نے سب ناکے روک لئے۔ دکانداروں کو قتل کر دیا۔ اور لوٹ کے مال گھوڑوں پر لاد کر رفوچکر ہو گئے۔ شہر چھوڑنے سے قبل انہوں نے اس علاقے میں رہنے والے بعض قاضی اور مفتی بھی مار ڈالے"۔ [۴]

گیانی گیان سنگھ جی نے ان کی تعداد پانچ ہزار بتائی ہے۔ [۵]

ایک دفعہ سکھوں کو مالی تنگی پیش آ گئی۔ بھائی سکھا سنگھ جی نے (جن کا کام ہی دن رات لوٹ مار کرنا تھا [۶] اور بعض لوگوں کے بقول انہوں نے اپنی لڑکی کے خون میں ہاتھ رنگے تھے۔ اور سکھوں نے ان کا مقاطعہ کر دیا تھا [۷]) ایک مسلمان کا لباس اختیار کیا۔ اور لاہور شہر میں گھس کر ایک صراف کی دکان

---

[۱]:- پنتھ پرکاش چھاپہ پنجم صفحہ ۲۹۳ ٭ [۲]:- ایضاً صفحہ ۵۲۳ ٭ [۳] ایضاً صفحہ ۳۸۴، سکھ اتہاس مصنفہ ہری رام گپتہ صفحہ ۲۸ ٭
[۴]:- سکھ اتہاس مصنفہ ہری رام گپتہ صفحہ ۲۰ ٭ [۵]:- پنتھ پرکاش صفحہ ٭ [۶] ایضاً صفحہ ۳۸۴ ٭ [۷]:- ایضاً صفحہ ۳۸۵ ٭

سے اشرفیوں کی تھیلی اُٹھا لایا[۱] دوسری مرتبہ یہی صاحب مسلمان کا بھیس بنا کر ایک قیمتی گھوڑا چرا کر لے گئے تھے[۲]۔ اسی طرح ایک اور سکھ بھائی اگھڑ سنگھ کے بارہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے بھی لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے مسلمانوں کا بھیس اختیار کیا اور خان بہادر مومن خاں کو قتل کر دیا تھا[۳]۔ نیز بھائی مہتاب سنگھ اور سکھا سنگھ کا مسلمانوں کا لباس پہن کر مسّا رنگھڑ کو قتل کرنا بھی سکھ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے[۴] اس مسّا رنگھڑ سے متعلق مشہور سکالر سردار جی۔بی سنگھ نے یہ لکھا ہے کہ :۔

"جب خان بہادر اور میر منوں کے وقت سکھ امرت سر سے نکال دیئے گئے تب پورا ماحق ظاہر کر کے مسّا رنگھڑ دربار صاحب پر قبضہ کر بیٹھا"۔[۵]

اکثر سکھ مصنفین اس قتل و غارت کو اپنے بزرگوں کی بڑائی تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ سنگھ پوریاں کی مسل کے سردار نواب کپور سنگھ کی بہادری کی یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ :۔

"نواب کپور سنگھ..... بہت بہادر تھا۔ پانچ سو مسلمان اس نے اپنے ہاتھوں قتل کئے تھے۔ لوگ اس کے ہاتھوں امرت چھکنا اپنے لئے باعثِ عزت سمجھتے تھے"۔[۶]

ان دنوں قانون شکنی سکھوں کی طبیعت کا خاصہ بن گئی تھی۔ چنانچہ ان کے "مردِ مجاہد" بھائی بوتا سنگھ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے شاہی سڑک پر کھڑے ہو کر آنے جانے والے لوگوں سے ڈنڈے کے زور اپنے آپ محصول لینا شروع کر دیا تھا۔ اور خود ہی خان بہادر صوبہ لاہور کو مذاقیہ انداز میں لکھا تھا کہ :۔

چٹھی لکھے سنگھ بوتا ہتھ ہے سوٹا
آنا لایا گڈے نوں تے پیسا لایا کھوتا
آکھو بھابی خانوں نوں یوں آکھے سنگھ بوتا[۷]

---

[۱] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۴۸۸ ؎
[۲] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۴۸۷ ؎
[۳] :۔ ″ ″ صفحہ ۴۸۶ ؎
[۴] :۔ سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۲۲۱۔ گورمت سدھاکر صفحہ ۳۵ ، پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۲۹۹ ؎
[۵] پراچین بیڑاں صفحہ ۹۳ ؎ [۶] :۔ سکھ راج صفحہ ۱۵ ؎
[۷] :۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۲۹۷۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۴۷۷ ، مہان کوش صفحہ ۶۶۸۔ سکھ اتہاس کے لیکچر صفحہ ۱۳۲ اتہاس دشکرما نس نبدی براہمن جگت گورو صفحہ ۱۱۵ ، مالوہ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۰۵ ؎

جب حکومت نے اس "مردِ مجاہد" کو گرفتار کرنا چاہا۔ تو اُس نے مقابلہ کیا۔ اور اس مقابلہ میں وہ مارا گیا۔ سکھ دنیا کو اس کی اس قانون شکنی پر بہت فخر ہے۔ گیانی لال سنگھ جی کے نزدیک یہ واقعہ ۱۷۳۹ء مطابق ۱۷۹۶ بکرمی کا ہے۔ ان کے ساتھ ہی بھائی گرجا سنگھ نام کا ایک سکھ بھی مارا گیا تھا۔ وہ بھی بھائی بوتا سنگھ کا شریک کار تھا۔ گیانی جی نے اس بھائی بوتا سنگھ جی کی اس قانون شکنی کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

"بھائی بوتا سنگھ جی جیسے بہادر نے بے دھڑک ہو کر حکومت کے قانون کی مخالفت کی۔ اور واضح کیا کہ تم (حکمران) لوگ خالصہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے"۔ [۲]

یاد رہے کہ موجودہ زمانہ میں بھی ایسے سکھوں کی کمی نہیں۔ جن کے نزدیک کسی بھی حکومتِ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری سکھوں کی (روح) کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ایک صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں لکھا ہے کہ:۔

"یہ قربانیاں ہم نے اس لئے نہیں کیں کہ ہم کسی حکومتِ وقت کے اطاعت گذار بن کر زندگی بسر کریں۔ یہ ہماری آتما کا اصول نہیں ہے"۔ [۳]

اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سکھوں کی قسمت میں حکومت کرنا ہی لکھا گیا ہے۔ کسی دوسری قوم کی ماتحتی نہیں۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

"سکھ ایک جیتی جاگتی قوم ہے۔ جس کی قسمت میں راج کرنا لکھا ہوا ہے۔ ہر ایک سکھ کو اس میں پورا یقین رکھنا چاہیئے"۔ [۴]

ڈیڑھ سو سال کی جدوجہد کے بعد قائم کی گئی حکومت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد چند سالوں میں ختم کر دی۔ اور انگریزوں کی غلامی قبول کر لی۔ قسمت میں راج کرنے والی بات تو افسانہ ہی ثابت ہوئی۔ جالندھر ایسے بارونق اور مرکزی شہر کا سکھوں نے جو حشر کیا۔ اس کے متعلق مشہور سکھ بزرگ بھنگو رتن سنگھ کا بیان سنیئے:۔

مدڈھاگ سنگھ نے تب یوں کہی ؛ قتل پٹھان کر کے ہی
ناصر علی پھوک کے آگ ؛ اور کم ہم پچھلے لاگ
بڈھاگ سنگھ خالصے کہے ہے جو سکھ مرید ؛ ترکن کی لے ترکنی ہمری یہ تاکید
... ... ؛ ... ...

---

[۱]:۔ سکھاں نے راج کویں لیا ص ۱۲۶ ؛ [۲]:۔ سکھاں نے راج کویں لیا ص ۲۱۴ ؛
[۳]:۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر جولائی ۱۹۴۸ء ؛ [۴]:۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر مئی ۱۹۴۸ء

بڈھاگ سنگھ بھی جم کہی سوئی خالصے کین ؛ گوروں کا ڈھ ناصر علی تہ میں سور کھ دین

مغل - پٹھانی - شیخ - سیدانی ؛ پھڑ لے گھر ڈیئن سوؤ آنی

سروپ سنگھ اک باہمن سکھ ؛ چنیال تھلے موں جنمیو دکھ

بڈھاگ سنگھ جی تھی یوں کہی ؛ جالندھروں ترکنی رکھو سکھ سبھی

جالندھر دی ترکنی سکھ رکھے جو ؛ ایتھے اد تھے میں والی ہوؤ [1]

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے سوڈھی بڈھاگ سنگھ جی کا یہ کارنامہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ناصر علی کی لاش قبر سے نکال کر اس کے منہ میں سؤر کا گوشت ٹھونس دیا تھا۔ اور پھر اسے جلا دیا تھا۔ نیز سوڈھی صاحب نے یہ حکم دیا تھا کہ ان کے جتنے بھی مرید ہیں۔ وہ سب جالندھر کی ایک ایک عورت اپنے گھروں میں ڈال لیں۔ وہ ان کے دونوں جہانوں میں معاون اور مددگار ہوں گے۔ ان کے اس حکم کی تعمیل میں خالصہ دل کے بھنگیوں اور چوہڑوں تک نے معزز خاندانوں کی عورتیں اپنے گھروں میں ڈال لی تھیں [2]

گیانی گیان سنگھ جی نے جالندھر کے حشر کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ :-

"سکھوں نے سؤر کا گوشت مسجدوں میں پھینکا۔ ناصر علی خاں و سید وغیرہ کی مستورات کو سکھوں نے گرفتار کر لیا۔ پہلے ان کو سؤر کا گوشت کھلایا۔ بعدازاں سوڈھی بڈھاگ سنگھ نے ان کو امرت چھکا کر...... سکھوں کے ساتھ ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ آنند پڑھا دیا" [3]

گیانی جی نے ایک اور مقام پر یہ لکھا ہے کہ :-

"اس حملے میں سکھوں نے مسلمانوں کے بہت سے بچے بھی مار دیئے تھے۔ اور ناصر علی کی بیٹی جو بہت حسین و جمیل تھی۔ انوپ سنگھ براہمن کو سونپ دی تھی" [4]

سوڈھی بڈھاگ سنگھ ایسے سکھ بزرگ کا ناصر علی کی قبر کھود کر مردہ لاش نکالنا اور اس کے منہ میں سؤر کا گوشت ٹھونسنا اور پھر اسے جلا دینا اور معزز گھرانوں کی عورتیں بھنگیوں اور چوہڑوں کے سونپ دینا بے حد افسوسناک باتیں ہیں۔ کوئی سکھ کسی غیر مستند کتاب سے بھی ایسا حوالہ پیش نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں نے کسی معزز یا غیر معزز سکھ کی لاش کے منہ میں گائے کا گوشت ٹھونسا ہو۔ اور بیدی یا

---

[1] :- پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۳۲ ؛ [2] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۹۳ ؛

[3] :- تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ ۵ صفحہ ۲۴۹ ؛ [4] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۵۹۸ ؛

سوڈھی خاندان کی معزز عورتیں بھنگیوں اور چوہڑوں کے سپرد کی ہوں۔[1]

سکھ مصنفین کو مسلّم ہے کہ صرف جالندھر میں ہی نہیں۔ بلکہ اور بھی متعدد مقامات پر ہزاروں مسلمانوں کے مونہوں میں زبردستی سؤر کا گوشت ٹھونسا گیا[1] اور مساجد میں سؤر کا گوشت پھینکا گیا۔[2]

سکھ مصنفین تسلیم کرتے ہیں کہ بڑے بڑے سکھ بزرگ دوسرے سکھوں کو اس قسم کی ہدایات بھی دیا کرتے تھے کہ وہ ہندوؤں کی گھوڑیاں نکال کر فروخت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اکال تخت صاحب امرتسر کے سابق جتھیدار سنگھ صاحب گیانی پرتاپ سنگھ جی نے اسی قسم کا ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ :۔

"بھائی تارا سنگھ نے اپنے ساتھیوں بجیل سنگھ اور امر سنگھ ڈھلوں سے کہا کہ جاؤ صاحب رائے کی گھوڑیاں بیچ آؤ ......۔

سکھوں نے اسی طرح کیا۔ وہ گھوڑیاں نکال کر مالوے لے گئے اور وہاں فروخت کر دیں"۔[3]

بھنگو رتن سنگھ جی نے یہ واقعہ کچھ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ :۔

سکھ جب صاحب رائے کی گھوڑیاں نکال کر لے گئے۔ اور فروخت کر ڈالیں۔ تو اس نے کھوجی بلا کر پتہ کروایا۔ کھوجیوں نے پتہ لگالیا۔ جب بھائی تارا سنگھ جی سے گھوڑیاں یا چور طلب کئے گئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس چوری اور سینہ زوری کو جائز قرار دینے کے لئے سکھ مصنفین نے یہ عذر پیش کیا۔ کہ صاحب رائے کی گھوڑیاں ان کے کھیت چر جایا کرتی تھیں[4]۔ دیہات میں اس قسم کی باتیں تو روزمرہ ہوتی رہتی ہیں۔ کبھی کوئی جانور کسی کا کھیت چر جاتا ہے۔ اور کبھی کسی کے کھیت میں مُنہ مار جاتا ہے۔ اگر اس دستور پر عمل کیا جائے تو ہمیں پورا یقین ہے کہ خود سکھ بھی اسے پسند نہ کریں گے کہ ان کا کوئی جانور کسی کا کھیت چر جائے تو وہ اسے چرا کر فروخت کر آئے۔ کیونکہ اس طرح تو دیہات میں اندھیر گردی مچ جائے گی۔ اور کسی کا بھی کوئی جانور محفوظ نہ رہ سکے گا۔ چوری بہر حال چوری ہی کہی جائے گی۔ خواہ اس کا مرتکب کوئی ہو۔

سکھ تاریخ سے اس امر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ بعض مقامات کے ہندو بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو معقول رقمیں پیش کر کے اپنی جانیں بچاتے رہے۔ چنانچہ مالیر کوٹلہ کے ہندوؤں نے چار ہزار روپیہ دے کر اپنا پیچھا چھڑا لیا تھا۔[5]

---

[1] :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۹۹، صفحہ ۲۰۷ ؛ [2] :۔ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ نومبر ۱۹۵۶ء۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۵۴۷ ؛ [3] :۔ سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۱۰۲ ؛ [4] :۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۲۳۹ ؛ [5] :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۹۲ ؛

بعض ادر وِدوانوں نے بھی ہندوؤں کی طرف سے اپنی جانیں بچانے کی خاطر سکھوں کو بڑی بڑی رقوم پیش کرنا بیان کیا ہے۔ [۱]

تاریخ بتلاتی ہے کہ بندہ سنگھ نے چنبہ کی طرف رُخ کیا تھا۔ مگر وہاں کے ہندو راجہ نے اپنے شہر کی خوبصورت لڑکی بندہ کی زوجیت میں دیکر اپنا بچاؤ کر لیا تھا۔ [۲]

سردار کرم سنگھ جی کے مطابق ضابطہ خاں نام کے ایک رئیس سے سکھوں نے پچاس ہزار نقدے کر اس کی خلاصی کی تھی۔ اگر وہ یہ رقم نہ دیتا تو اس کی خیر نہ تھی۔ [۳]

اِسی طرح کئی مقامات کے اُدر مسلمان بھی سکھوں کو روپیہ دے کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوتے رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لاہور کے میر محمد خاں نے ۳۰ ہزار روپے کی رقم سکھوں کو دیکر لاہور کو لوٹ مار سے بچا لیا تھا۔ اور سکھ یہ رقم لے کر چل دیئے تھے۔ [۴]

بعض اوقات سکھ بہادر شاہ بادشاہ کی موجودگی میں بھی لاہور آ کر لوٹ مار کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ [۵]

جلال آباد لوہاری پر حملہ کر کے سکھوں نے جو تباہی مچائی اس کا ذکر گیانی گیان سنگھ جی نے یوں کیا ہے:-

شہر جلال آباد لوہاری ÷ لوٹیو سنگھن بھل بل دھاری
مارن کو بدھ باندھ تب ÷ دھن کڈھوائے لیو دبیو سب
وڈ تُرکن کے لوٹے خزانے ÷ شستر بستر اسو مہانے
جو اکہے چھٹکے سب بکرے ÷ کیتک پکڑ جکڑ لئے تکرے
پھر نواب کے محلیں دھستے ÷ لوگ نواب کیر پھڑ کستے
... ... ÷ ... ...
تبے زنانے محل مجھاریں ÷ دھسے سنگھ پکری تہنہ ناری
دھن زیورو اسباب اپارے ÷ تن تے لیؤ کڈھائے سدھارے
رتن ہی تے نواب یدجہ پھڑیو ÷ پائے کھاٹ پر نیکے کڑیو
باہر تے ڈیرہ کیتو جہاں ÷ پھڑ بگھیل سنگھ لیایو تہاں

---

[۱]:- سکھ اتہاسک پکھ صہ ۳۹، ص ۴۔ جیون برتانت بابا بندہ بہادر ص ۷۹ ÷ [۲]:- جیون برتانت بابا بندہ بہادر مصنفہ رام چند
[۳]:- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۱۱۵ ÷ [۴]:- تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم اردو ص ۲۵۶۔
[۵]:- سکھاں نے راج کویں لیا ص ۱۹۳ ÷

جو دج کہی سزاء سو کھاٹی ÷ جرٹھ تے لنگ اندری کاٹی
پن سور کا جھٹکا کر کے ÷ کھلوایو تس کو بل دھر کے
ناک ہاتھ جیہوا کٹ تاں کی ÷ دیو چھوڑ کچھو چھور نہ باقی [1]

یعنی سکھوں نے جلال آباد لوہاری پر حملہ کر کے سارا شہر لوٹ لیا۔ عورتوں اور مردوں کو پکڑ کر ان کے ذیلنے لوٹ لیئے۔ اور امیر گھرانوں کے خزانوں پر ہاتھ صاف کیئے۔ بہت سا اسلحہ، کپڑے اور گھوڑے چھین لئے۔ جنہوں نے کچھ روک پیدا کرنے کی کوشش کی انہیں بکروں کی طرح ذبحہ کر ڈالا۔ اور بہت سے لوگ گرفتار کر لئے۔ پھر نواب کے محل میں جا گھسے اور بہت سے آدمی پکڑ لئے اور ان کی مشکیں باندھ دیں۔ اس کے بعد نواب کے محل سرائے سے بہت سی مستورات کو دھر لیا۔ نواب کو گرفتار کر کے پہلے اسے زبردستی سؤر کا جھٹکا کھلایا۔ بعد کو اس کی شرم گاہ۔ ناک۔ ہاتھ اور زبان کاٹ کر چھوڑ دیا۔

مگر بالفرض نواب بہت بڑا مجرم تھا۔ یہ سزا بھی درندگی ہی ظاہر کر رہی ہے۔

گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق ان دنوں سکھوں کی لوٹ مار پنجاب کی حدود سے تجاوز کر گئی تھی۔ سکھوں کے جیتھے دہلی تک مار دھاڑ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تو وہ دہلی شہر کے اندر بھی داخل ہو گئے مغل محلہ اور سبزی منڈی وغیرہ جلا کر راکھ کر دی۔ اور جو کچھ ہاتھ لگا لے کر چلتے بنے۔ ہندوستان کے کئی دیہات اور قصبات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ سکھوں کی اس لُوٹ مار میں عام طور پر مسلمان ہی نشانہ بنتے۔ البتہ جو ہندو مسلمانوں سے تعاون کرتے انہیں بھی لوٹ لیا جاتا۔ چنانچہ گیانی جی نے ایک جگہ مجموعی رنگ میں اس لوٹ مار کا ذکر یُوں کیا ہے کہ :-

ساج گورمت پنتھ مہانے ÷ چڈھیو پھیر دِش ہندستانے
نگر ڈگر کے سگرے لوٹے ÷ دینی نظراں جن سو چھوٹے
جے مقابلے پر اد آئے ÷ تے سنگھن سب مار گرائے
ہڑکے جل جیوں تب سنگھ پھرہیں ÷ دودن کسی ٹھور نہ ٹھرہیں [2]

گیانی جی نے جو بیان کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دنوں سکھوں نے گورمتا پاس کر کے لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور جس طرح طغیانی کا پانی چاروں طرف پھیل جاتا ہے۔ اور سب کچھ بہا لے جاتا ہے۔ یہی حال سکھوں کی لوٹ مار کا تھا۔ انہوں نے تمام قصبات اور

---

[1] : پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۶۷۸ ÷ [2] : پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۶۰ ÷

دیہات میں غارت گری شروع کر دی تھی۔ جو نذرانہ پیش کرتا تھا۔ وہ بچ جاتا تھا۔ جو مقابلہ کرتا تھا وہ مارا جاتا تھا۔ سکھ اس مار دھاڑ اور کشت و خون کے دوران کسی جگہ بھی ایک دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے تھے۔
اِن دنوں سکھوں نے دہلی میں جو غارت گری کی اس کا ذکر گیانی جی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ :۔

دَس کوس تے دھاوا کئے کے ❊ دلی دیچ دھسے پُن اے کے
مُغل محلے آگ لگائی ❊ جھٹ پٹ لوٹیو شہر بہائی
... ... ❊ ... ...
سبز منڈی گنج پہاڑیں ❊ یہ تو کیتے سنگھن اجاڑیں
... ... ❊ ... ...
اپنی اپنی مرضی سیتی ❊ دس پنجاب چل دینو چھیتی
لُوٹ کوٹ کر آنند بھئے ❊ اِجیت کی ریت بھُلئے [۱]

یعنی ۔ سکھوں نے دس کوس سے دلّی پر حملہ کیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی مغل محلہ کو آگ لگا دی ۔ اور لُوٹ مار شروع کر دی۔ سبزی منڈی اور پہاڑ گنج کو تہس نہس کر دیا۔ پھر اپنی اپنی مرضی سے لُوٹ مار کر کے جلد پنجاب کی طرف لوٹ گئے۔ اس وقت سکھوں نے سیاست نظر انداز کر دی ۔ صرف لُوٹ مار کو ہی مدِ نظر رکھا۔

سِکھوں کے اخلاقی نمونے

سِکھ سیاست کا دَور یُوں سمجھئے کہ مسلمانوں کے لئے ایک قیامت کا نمونہ تھا۔ خود سکھ وِدوانوں کو مسلّم ہے کہ قتل و غارت اور کشت و خون کرنے والے بپھرے ہوئے خالصہ جی نے مسلمانوں کو ہر جہت سے ستانے کی کوشش کی۔ مسلمان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے خون میں نہانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھی کند چھری سے ذبح کیا جاتا رہا۔ چنانچہ سکھ مؤرخین جانتے ہیں کہ سکھوں نے مسلمانوں کو ماؤں اور بہنوں کی بازاری اور گندی گالیاں دینے کے علاوہ [۲] ان کے زخموں پر نمک پاشی کرنے کے لئے پیشاب کو "آبِ زمزم" کا نام دے کر مسلمانوں کے مذہبی

---

[۱] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۶۷ ❊ [۲] :۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۱۳۰ ❊

جذبات سے تمسخر کیا۔ اور بیت الخلاء کو "کعبہ" کے نام سے موسوم کر کے اپنے اخلاق کا دیوالیہ پن ظاہر کیا ہے۔ ؎۱

اس کے علاوہ سکھ بزرگوں نے محض مسلمانوں کو چڑانے کے لئے اپنے نام "محمد" اور "علی" وغیرہ تجویز کئے۔ بلکہ بعض کو تو "خُداسنگھ" کا نام بھی دینے سے دریغ نہ کیا۔ جیساکہ ایک سکھ وِدوان کا بیان ہے کہ:۔

"بابا جسونت سنگھ جی کا چیلہ ٹہل سنگھ خود کو "علیؓ"۔ اپنے گور بھائی گلاب سنگھ کو "محمدؐ" اور جسونت سنگھ جی کو "خُداؐ" کہا کرتا تھا۔ اس لئے اس کا نام "خُداسنگھ مشہور ہو گیا"۔ ؎۲ ⊗

ایک اور سکھ بزرگ دیال سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ:۔

"بابا خُداسنگھ جی معہ دو اور سنتوں کے جب کابل گئے۔ تو شریعت کے پابند لوگوں نے انہیں ننگا پھرتے دیکھ کر دریافت کیا۔ کہ وہ کون ہیں؟ تو بابا جی نے بے دھڑک ہو کر کہا کہ ہم خود "خُدا" ہیں۔ اور آپ کے ساتھیوں نے یہ کہا کہ:۔

"محمد" موکو جان تو ملی یا ہے کو نام ÷ دونوں سنگ خدا ٹکے کیئو اتو پیان

یہ سُنتے ہی خواہ پٹھان جوش میں آگئے۔ مگر آپ کے پہاڑ جیسے دل پر کوئی خوف طاری نہ ہُوا۔ ؎۳

ایک اور سکھ مصنف لکھتے ہیں کہ بابا خُداسنگھ کا اصل نام جسونت سنگھ تھا۔ مگر انہیں "خُداسنگھ" کے نام پر ہی شہرت حاصل ہوئی۔ اور یہ صاحب سکھوں اور انگریزوں کی آخری لڑائیوں میں شامل تھے۔ اور انہوں نے سکھ راج کی تباہی اور بربادی اپنی حسرت بھری آنکھوں سے دیکھی تھی۔ انگریزوں نے انہیں گرفتار بھی کر لیا تھا۔ مگر بعد کو چھوڑ دیا تھا۔ اور اس طرح ان کے خداسنگھ ہونے کی قلعی

؎۱:۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۹۱۸۔ پنتھ پرکاش صفحہ ۴۶۱، صفحہ ۴۹۴، صفحہ ۴۹۵۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۲۱۶، صفحہ ۴۲۵۔ شمشیر خالصہ صفحہ ۱۴۳، صفحہ ۱۴۴÷

؎۲:۔ مہان کوش صفحہ ۲۸۶۔ ⊗:۔ ایک سکھ ودوان رقمطراز ہیں کہ:۔

"جس شخص نے مرجانا ہے جو کام کرودھ کا پتلا ہے اسے اللہ۔ گاڈ اور رام سے برابری دینا پاپ اندر کفر نہیں تو اور کیا ہے"۔ (نقلی نرنکاری صفحہ ۱۸)

؎۳:۔ بابا نانک دا نرمل پنتھ صفحہ ۶۳÷

خوب کھل گئی تھی[۱] یہ خدا سنگھ کہلانے والے سکھ بزرگ ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۱ء میں فوت ہوئے تھے[۲] گویا کہ انہوں نے سکھ راج کا عروج اور زوال خود مشاہدہ کیا تھا۔ انگریزوں نے سکھ ودوانوں کے بقول ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر قبضہ کیا تھا۔ اور اسے انگریزی حکومت میں شامل کیا[۳] یعنی یہ بارہ سال انگریزی حکومت میں بھی زندہ رہے تھے۔

حضرت بانیٔ اسلام۔ فخرِ موجودات۔ سرورِ کائنات۔ خاتم النبیین۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ربّ العٰلمین کا یہ وعدہ ہے کہ:۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[۴]

یعنی۔ اللہ تعالیٰ حضور[ؐ] کا محافظ ہے۔ اور وہی حضورؐ کی عزت، عظمت اور شان کو لوگوں کے ہر حملہ سے بچائے گا۔ اور جو شخص حضور پر کسی بھی جہت سے حملہ آور ہوگا۔ اسے وہی ذلیل و خوار کرے گا۔ گویا کہ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جو قیامت تک پوری ہوتی رہے گی جب کوئی شخص یا گروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی قسم کی بھی توہین کا مرتکب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ کرے گا۔ بلکہ اُسے قہرِ تجلّی کا نشانہ بنائے گا۔ چنانچہ جن سکھوں نے حضور کا نام خود کو دیکر اپنے زعم میں حضورؐ کی توہین کر کے مسلمانوں کا دل دکھانے کی کوشش کی۔ خدا تعالیٰ نے ان سے اسی رنگ میں بدلہ لیا اور وہ اس طرح کہ خود سکھوں میں ایسے لوگ پیدا ہوگئے جنہوں نے محض انہیں چڑانے کے لئے اپنے بچوں کے نام سکھ گورو صاحبان کے ناموں پر تجویز کئے۔ جیسا کہ ایک سکھ دوست رقمطراز ہیں کہ:۔

"گلاب داس کامت دھارن کرنے والے گلاب داسیئے کہلاتے ہیں۔ یہ خود کو سکھوں میں سے تسلیم کرتے ہیں...... اس گلاب داس نے ایک ایسی شرارت کی کہ اپنے چیلے کا نام ہرگوبند رکھ کر اس کے بیٹے کا نام تیغ بہادر تجویز کیا۔"[۵]

اور بھی بعض سکھ مصنفوں نے کسی شخص کا سکھ گورو صاحبان اور سکھ بزرگوں کے نام پر اپنے یا اپنے لواحقین کے نام تجویز کرنا بہت بڑی جسارت قرار دیا ہے[۶] اور ہر دانشور ایسی حرکت کو

۱:۔ مالوہ اتہاس حصہ اول ص ۱۵۶، ص ۱۵۷ ؛ ۲:۔ مہان کوش ص ۲۸۶۔ گور شبد اولی ص ۲۲۹ ؛
۳:۔ مہان کوش ص ۶۸ گور شبد اولی ص ۳۳۴ ؛ ۴:۔ سورۂ مائدہ ع ۹ پ ۲ ؛ ۵:۔ گور شبد اولی ص ۲۹۱ ؛
۶:۔ پنتھ پرکاش ص ۵۰۹۔ نقلی نرنکاری ص ۲۷، رسالہ سنت سپاہی امرتسر نومبر ۱۹۵۷ء۔ رسالہ گورمت پرکاش امرتسر اکتوبر ۱۹۶۲ء۔ رسالہ گیان امرت امرتسر اکتوبر ۱۹۶۲ء ؛

شرارت ہی قرار دے گا۔

سکھ کتب سے یہ امر بھی واضح ہے کہ سکھوں نے مسلمان اکابرین کے نام کتّے[۱] اور بلّے وغیرہ جانوروں کے نام میں تبدیل کرنے کی بھی جسارت کی۔ جیساکہ احمد شاہ درّانی ایسے جوانمرد کو کابلی کتا[۲] اور کابلی بلا[۲] کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور کتوں کے نام قطب الدین رکھے[۳] اور مرغ کو "قاضی" کہہ کر پکارا[۴] نیز پوست کے پودے کا نام "شاہ جہاں" رکھا[۵] اس بارہ میں سکھوں نے ہندوؤں کو بھی معاف نہ کیا۔ چنانچہ شراب خانے کو ہندوؤں کے دھرم استھان کے نام پر "ٹھاکر دوارہ" کہہ کر ان کی دل شکنی کی[۶]

کوئی سکھ یہ پسند نہیں کرے گا کہ ان کے بزرگوں کو بھی اس قسم کے ناموں سے پکارا جائے۔ اور شراب خانے کو گوردوارہ یا ہرمندر کا نام دیا جائے۔ ہمارے نزدیک تو یہ طریق پرلے درجہ کی حماقت اور بداخلاقی ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہر شریف سکھ اس طریق کو ناپسند کریگا کہ دوسروں کے بزرگوں کی اس طرح توہین کی جائے۔ اور ان کے مقدس مقامات کی تذلیل کی جائے۔ کیونکہ کوئی سکھ یہ پسند نہیں کرے گا کہ کوئی شخص پاخانہ کا نام "کیس گڑھ" اور پیشاب کا "کھنڈے کا امرت" رکھے۔

سکھوں کے نامدھاری فرقہ کے نزدیک جنہوں نے انگریزی دور کے شروع میں بندہ اور اس کے ساتھیوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی تھی۔ گورو گوبند سنگھ جی کی آمد کا اصل مقصد گائے کا ذبیحہ کھانے والے مسلمانوں کا خاتمہ اور ان کی مساجد کو مسمار کرکے انہیں اذانیں دینے اور نمازیں پڑھنے سے روکنا تھا[۷] چنانچہ وہ اب بھی گورو صاحب کی یہ بانی روزانہ اپنی عبادت میں پڑھتے ہیں کہ :۔

---

[۱] :۔ مہان کوش صفحہ ۲۸۱۔ گرگنج بولے صفحہ ۶۸۔ سنت سپاہی نومبر ۱۹۵۶ء۔ [۲] سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۸۱ ؛

[۳] :۔ گرگنج بولے صفحہ ۶۸۔ مہان کوش صفحہ ۲۸۱۔ سنت سپاہی نومبر ۱۹۵۶ء۔ [۴] ۔ مہان کوش صفحہ ۲۸۱ سنت سپاہی امرتسر نومبر ۱۹۵۶ء

[۵] :۔ مہان کوش صفحہ ۲۸۔ [۶] ۔ گرگنج بولے صفحہ ۹۸ ؛ [۷] :۔ سکھ ودوانوں کو اور خود نامدھاریوں کو مسلّم ہے کہ انہوں نے انگریزی دور کے شروع میں کئی قصاب قتل کئے تھے! اور بہت سی مساجد کو مسمار کر دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو بہہ ملے اتہاسک سکھ صفحہ ۲۴۷۔ نیتھ پرکاش صفحہ ۱۰۸۔ بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجابی صفحہ ۱۰۷۔ جگ پلٹاؤ گورو صفحہ ۱۲۴۔ سکھ اتہاس تے کوکے صفحہ ۴۰۔ وشو بانی الٰہ آباد صفحہ ۲۴۔ پچھوں اُترے سب کو صفحہ ۵۲۔ گوردوارہ ریفارم مومنٹ اینڈ دی سکھ اویکنگ صفحہ ۳۸ ؛ نامدھاری اتہاس مصنفہ سردار ناہر سنگھ صفحہ ۳۱، صفحہ ۳۲۵، صفحہ ۳۲۶۔ اتہاسک لیکچر صفحہ ۵۱۔ پنجاب دیاں لہراں صفحہ ۳۷۔ گورو بلاس دی صفحہ ۲۴۴۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۲۲۳۔ اتہاس گورو خالصہ ہندی صفحہ ۲۶۶) ؛

یہی دیہہ آگیا ترکن گہ کھپاؤں ٭ گؤ گھات کا دوکھ جگ تے مٹاؤں
چھتر تخت مغلن کہ دہوں مار دورے ٭ گھرے تب جگت میں فتح دھرم طورے
تمن درکھڑ اداس کر ہے پکارا ٭ ترکن میٹ کیجے جگت میں اُجارا
تبہہ گیت منگل فتح کے سناؤں ٭ تمن کو سمر دوکھ سگلے مٹاؤں[1]

گورو صاحب موصوف کے اس کلام سے جو نامدھاری سکھوں کی روزمرہ کی عبادت کا حصہ ہے۔ یہ واضح ہے کہ ان کی آمد کا اصل مقصد جانوروں (یعنی گائیوں) کی حفاظت کرنا اور انسانوں (یعنی مسلمانوں) کو نیست و نابود کرنا تھا۔

قرآن شریف اور مساجد وغیرہ کے بارہ میں گورو صاحب کی یہ تعلیم بیان کی جاتی ہے کہ :۔

مڑھی گور دیول مسیتاں گرائینگ ٭ توہی ایک اکال ہر ہر جپائینگ
مٹے دید شاستر اٹھارہ پورانگ ٭ مٹے بانگ صلوٰۃ سنت قرآنگ[2]

اور خود نامدھاری سکھ انگریزی دور کے آغاز میں علی الاعلان یہ پڑھا کرتے تھے۔ کہ :۔

مڑھی مسیتاں ڈھائیکے کردیو میدانا ٭ پہلاں مار دپیر نبوٹی پھیر مارو سلطانا
اُمت سب محمدی کھپ جائے ندانا ٭ سُنت کوئے نہ کر سکے کمبن ترکانا
بھینی ست گور جا گیا اور جھوٹا جہانا[3]

ایک سکھ وِدوان لکھتے ہیں کہ :۔

مڑھی مسیتاں ڈھائیکے کردیو میدانا ٭ پہلاں ماردپیر نبوٹی پھیر مارو سلطانا
...... نام کی نظم اصل میں گورو گوبند سنگھ جی کی بیان کردہ اس کلام کا ترجمہ ہے :۔
مڑھی گور دیول مسیتاں گرائینگ ٭ توہی ایک اکال ہر ہر جپائینگ"[4]

انگریزی دور میں بھی اذان اور نمازوں کے جھگڑے برابر جاری رہے۔ جس گاؤں میں سکھوں کی اکثریت آباد تھی وہاں کسی مسلمان کا اذان دینا موت کے وارنٹوں پر دستخط کے مترادف تھا۔ اور ایسے مسلمان کو مار دینا سکھ اپنا ایک مذہبی فریضہ تصوّر کرتے تھے۔ اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ ان کے گوردواروں اور گھروں میں انہیں یہی تعلیم دی جاتی تھی کہ خالصہ پنتھ کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ بھارت سے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ اور انہیں کسی جگہ بھی اذان دینے کی اجازت نہ دی جائے۔

---

[1] :۔ نامدھاری نت نیم صفحہ ۲۹۱، ۲۹۰۔ [2] :۔ نامدھاری نت نیم صفحہ ۲۸۹ ٭
[3] :۔ کوکیاں دی وتھیا صفحہ ۶۰، سکھ اتہاس تے کوکے صفحہ ۲۲۳ ٭ [4] :۔ سکھ اتہاس تے کوکے صفحہ ۲۶۸ ٭

ہماری طرف سے شائع شدہ لٹریچر بالخصوص خاکسار کی وہ کتب اور مضامین جو سکھ مسلم اتحاد کی خاطر شائع ہوئے ۔ وہ سب اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خاکسار نے تقریباً نصف صدی تک مخلصانہ کوشش کی ۔ اور خلوص دل سے چاہا کہ یہ دو قومیں مل جل کر زندگی بسر کریں ۔ اور اپنی دین و دُنیا سنوار سکیں ۔ ہماری اس کوشش کو سکھ حلقوں سے خراج تحسین بھی حاصل ہُوا ۔ چنانچہ ایک مرتبہ بھارت کے ایک سکھ رسالہ نے ہمارے متعلق یہ لکھا تھا کہ :-

"گیانی عباد اللہ صاحب پاکستان کے باشندے ہیں ...... گیانی عباد اللہ جی کے نام سے خالصہ پارلیمنٹ گزٹ کے قارئین کرام اچھی طرح واقف ہیں ۔ آپ کے قیمتی تحقیقی مضامین اس رسالہ کی زینت بنتے رہے ہیں سکھ فلسفہ اور سکھ تاریخ کی تحقیق سے متعلق گیانی عباد اللہ کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہے ۔ آپ نے لاتعداد کتب کا مطالعہ کیا ہُوا ہے ۔ آپ ہندو ، سکھ ، مسلم اتحاد کے حامی ہیں ۔" [ل]

ایک اور سکھ رسالہ نے ایک مرتبہ یہ شائع کیا تھا کہ :-

"جناب گیانی عباد اللہ صاحب احمدیہ جماعت ...... سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے نیک دل اور وددان مسلمان ہیں جن کے دل میں گورو گھر کے لئے محبت اور عقیدت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ۔ **جس جماعت کے آپ .... مربی ہیں ۔ اس جماعت کی بنیاد اسی اصول پر رکھی گئی ہے کہ جہاں تک ہو سکے انسان کو "خدا کے پریم سندیشوں" کے ذریعہ ایک دوسرے کے قریب کیا جائے ۔ اور باہمی محبت اور پیار بڑھایا جائے ۔"** [ے]

مگر اس حقیقت کا ہم اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمیں اس بارہ میں کما حقہٗ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ۔ اس کی اصل وجہ جہاں تک ہمارا علم ہے یہی ہے کہ سکھ لوگ اپنے گھروں اور گوردواروں میں یہی دوہراتے رہتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی کی آمد اور خالصہ پنتھ کے قیام کی یہی غرض ہے کہ بھارت میں گئو غریب کی حفاظت کی جائے اور ان کا گوشت کھانے والے مسلمانوں کو

ل :- رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ دسمبر ۱۹۵۶ء ۔ ے :- رسالہ گور سندیش یمنا نگر جولائی ۱۹۶۴ء ۔

چُن چُن کر ختم کیا جائے۔ نیز خالصہ جی کا اوّلین فرض ہے کہ مسلمانوں کو مساجد بنانے۔ اذانیں دینے اور نمازیں پڑھنے سے روک دیا جائے۔ اور جو مساجد بن چکی ہیں۔ انہیں مسمار کرکے ان کی جگہ گوردوارے بنائے جائیں۔ یا ان مساجد میں گورو گرنتھ صاحب رکھ کر گوردواروں میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے ہاں گوردوارہ مست گڑھ کی ایک مستقل اصطلاح بھی موجود ہے۔ جس کے معنے سکھ ودوانوں کے نزدیک یہ ہیں کہ مسجد گرا کر بنایا گوردوارہ یا مسجد میں گورو گرنتھ صاحب رکھ کر اسے گوردوارے میں تبدیل کیا جائے۔ جیسا کہ مشہور سکھ بزرگ سردار بہادر کاہن سنگھ جی کا بیان ہے کہ :۔

"مست گڑھ :۔ وہ مسجد جہاں گورو گرنتھ کا پرکاش کیا گیا ہے۔ مسجد کی جگہ بنایا گیا گوردوارہ"۔ ؎۱

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے بیان کیا ہے کہ :۔

"مست گڑھ :۔ خاص کردہ مسجد جسے گوردوارہ میں تبدیل کیا گیا ہے۔ جس مسجد میں گورو گرنتھ صاحب کا پرکاش کیا جاتا ہے ...... شاہ آباد وغیرہ قصبات میں متعدد مست گڑھ ہیں"۔ ؎۲

اور بھی بعض کتب میں مرقوم ہے کہ سکھوں میں مست گڑھ کی اصطلاح موجود ہے یعنی وہ مست گڑھ ایسے گوردوارے کو کہتے ہیں جو کسی مسجد پر قبضہ کرکے اسے گوردوارے کی شکل میں تبدیل کیا گیا ہو۔ اور ایسے مست گڑھ متعدد جگہوں پر موجود ہیں ؎۳ دہلی کا مشہور و معروف گوردوارہ سیس گنج جو چاندنی چوک میں واقع ہے۔ سردار بھگیل سنگھ نے ایک مسجد شہید کرکے اس کی جگہ تعمیر کر دیا تھا۔ ایک سکھ ودوان نے بڑے فخر سے بیان کیا ہے کہ :۔

"ہند کی تاریخ میں مسلمانوں کی اپنی حکومت میں مسجد گرا کر اس کی جگہ گوردوارہ تعمیر کئے جانے کی یہ پہلی مثال ہے"۔ ؎۴

اس کے علاوہ امرتسر کا وہ سکھ عجائب گھر جو ہمارے زمانے میں بنایا گیا ہے جلتی پر تیل کا کام دے رہا ہے۔ اس میں سکھ مصوروں سے ایسی تصاویر تیار کروائی گئی ہیں جن میں مسلمان حکمرانوں کو ظالم۔ وحشی اور درندے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسی تصاویر کو دیکھ کر عام سکھوں کے دلوں میں اسلام

؎۱ :۔ مہان کوش صفحہ ۱۱۲۷ ؛ ؎۲ :۔ مہان کوش صفحہ ۲۷۸۶ ؛

؎۳ :۔ گرد گیچ بولے صفحہ ۱۵ ۔ خالصتی بولے صفحہ ۳۶ ۔ بھارت مت درپن صفحہ دیباچہ ۔ رسالہ سنت سپاہی امرت سر نومبر ۱۹۵۶ء ؛ ؎۴ :۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر دسمبر ۱۹۵۶ء ؛

اور مسلمانوں سے متعلق اچھے خیالات پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور ہم یہ کتاب بھی دراصل اسی سکھ میوزم کی تحریک پر پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ مسلمان حکمرانوں کو کن حالات میں سے گذرنا پڑا تھا۔

اس صورت میں ہمارا سکھ مسلم اتحاد کی رٹ لگاتے چلے جانا نقار خانے میں طوطی کی آواز ہی تو تھا۔ جسے کون توجہ سے سُن سکتا تھا۔ اور اس پر عمل کر سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں پُورا زور لگانے پر بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔

اس کتاب میں دُوسرا رُخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس میں اس احتیاط کو خاص طور پر مدِ نظر رکھا گیا ہے کہ کوئی بات بھی بغیر سکھ کتب کے حوالہ جات کے پیش نہ کی جائے۔ جو کچھ بھی لکھا جائے اس کا انحصار سکھ کتب اور سکھ دوانوں کی تحریرات پر ہو۔ اس کتاب سے ہمارا مقصد کسی قوم یا فرد کی تذلیل کرنا نہیں۔ ہم اس سے اپنے ربّ العزت کی پناہ چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے بزرگان سلف کو بے بنیاد اور من گھڑت باتوں کی بناء پر دن رات کوستے ہیں۔ ان پر یہ واضح ہو جائے کہ ان کے اپنے بزرگان سلف نے خود ان کے اپنے مصنّفین اور مؤرخین کے مطابق کس قِسم کے حالات پیدا کر رکھے تھے۔ اور ڈیڑھ سو سال تک کس قسم کے کُشت و خون اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہُوا تھا۔ اگر وہ حالات کسی سکھ حکومت میں مسلمان یا کوئی اور غیر سکھ قوم پیدا کر دے تو سکھ حکمران خاموش تماشائی نہیں بن سکتے۔ بلکہ وہ مسلمان حکمرانوں کے مقابل کہیں زیادہ سختی کرتے اور کبھی بھی معاف نہ کرتے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اہل علم سکھ حضرات امرتسر میں بنائے گئے سکھ میوزم پر بھی غور کرنے کی تکلیف گوارہ فرمادیں گے۔ کیونکہ اگر ہم لوگ اس کتاب میں بیان کئے گئے واقعات کو تصویری زبان میں پیش کر کے ایک سکھ عجائب گھر بنا دیں تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ ہمارے دل کی صدا تو اس وقت بھی یہی ہے کہ

اتحاد ۔ اتحاد ۔ اتحاد

اور فساد سے ہم ہمیشہ پناہ چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں۔

۳

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دَور

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دور

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کا دورِ حکومت مسلمانوں کے لئے عذاب سے کم نہ تھا۔ اس وقت اپنی تعداد اور شجاعت کے لحاظ سے تو وہ سکھوں سے کم نہ تھے۔ مگر چونکہ باہمی پھوٹ کا شکار ہو کر اپنی مرکزیت کھو چکے تھے۔ اور اس انتشار اور بدنظمی کی وجہ سے پنجاب ہی نہیں پورا ہندوستان ان کے ہاتھوں نکل چکا تھا۔ اور وہ حکمران ہونے کی بجائے محکوم بن کر قہرِ مزلت میں گر چکے تھے۔ ہندوستان کے بیشتر حصہ پر انگریز اور پنجاب سے پشاور تک سکھ قابض ہو چکے تھے۔ اس سے قبل پورے کا پورا ہندوستان مسلمانوں کے قدموں میں تھا۔ اور وہی اس برّ عظیم کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ مگر جب انہوں نے اپنے اصول ترک کر دیئے اور طوائف الملوکی اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے منہ موڑ لیا۔ اور عنانِ حکومت ان سے چھین لی۔ اور ایک ایسی قوم ان پر مسلط کر دی۔ جو اپنی تعداد اور شجاعت کے لحاظ سے ان سے کہیں کم تھی۔ قرآن شریف کی مقدس تعلیم کے مطابق حکومت ایک نعمتِ الٰہی ہے۔ مگر جب کوئی قوم اس نعمت کی کماحقہٗ قدر نہ کرے تو وہ اسے محروم کر دی جاتی ہے۔

سکھ تاریخ کے مطابق ویسے تو یہ عذاب ۱۶۹۹ء سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جب سکھ مورخین کے مطابق گورو گوبند سنگھ جی نے بھارت سے مسلمانوں کا اقتدار ختم کرنے کے لئے خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی تھی۔ اور اپنے سکھوں کو ہتھیار بند کر کے فوجی شکل دی تھی۔ مگر اس کی انتہا مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے زمانہ میں ہی ہوئی۔ مہاراجہ صاحب ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳۹ء میں فوت ہوئے اور ان کی وفات کے صرف دس سال بعد ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے سکھ حکومت پر قبضہ کر کے پنجاب کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس طرح ۱۶۹۹ء سے ۱۸۴۹ء تک پوری ڈیڑھ صدی مسلمان مصیبت میں مبتلا رہے۔ سکھ مؤرخین کے مطابق اس لمبے عرصہ میں مسلمانوں کا جو کشت و خون ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہزاروں ہزار مسلمان عورتیں۔ بچے۔ بوڑھے اور جوان سکھوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ بے شمار زندہ جلائے گئے۔ بے انتہا مساجد مسمار کر دی گئیں یا گوردواروں کی شکل میں تبدیل کر کے مست گڑھ بنا دی گئیں۔ کئی قرآن شریف تلف کئے گئے۔ متعدد مسلم علما اور راہنما شہید کر دیئے گئے۔ غرض اس قتل و غارت اور کشت و خون سے سکھ تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ سکھوں کے پہلے اور آخری حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ جی ۱۷۸۰ء

میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام جو ان کی پیدائش کے وقت تجویز کیا گیا۔ بدھ سنگھ تھا۔ جو بعد کو رنجیت سنگھ میں بدل دیا گیا۔ جیسا کہ ایک سکھ پروفیسر کرتار سنگھ جی رقمطراز ہیں کہ:۔

"مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی پیدائش ۱۳ نومبر ۱۷۸۰ء مطابق ۲ مگھر ۱۸۳۷ بکرمی کو ہوئی۔ ان کی والدہ نے ان کا نام بدھ سنگھ رکھا۔ ان کے والد سردار مہاں سنگھ کو ان کی پیدائش کی خبر اس وقت ملی۔ جب وہ ایک جنگ جیت کر آرہے تھے۔ تو انہوں نے اس بات کی یاد میں اپنے بیٹے کا نام رنجیت سنگھ رکھ دیا۔ اور اس کے بعد یہی نام شہرت پا گیا۔" [۱]

رنجیت لفظ کے معنے جنگ جیتنے والا کے ہیں۔ مہاراجہ صاحب ابھی بچپن کی منازل ہی طے کر رہے تھے کہ ان کے والد ماجد سردار مہاں سنگھ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کے مرنے کے بعد رنجیت سنگھ کی والدہ ماجدہ سردار دل سنگھ اور دیوان لکھپت رائے کی مدد سے ان کے علاقے اور مسل کا انتظام چلاتی رہی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مہاراجہ جی نے بچپن میں ہی انتظامی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا جسے ان کی والدہ نے پسند نہ کیا۔ مہاراجہ جی نے اپنی والدہ کو اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ [۲]

اس کے بعد مہاراجہ صاحب نے آہستہ آہستہ اپنے جملہ قریبی رشتہ داروں اور اپنے دوستوں اور دوسری مسلوں کے سرداروں کو ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ اور ان کے علاقے اپنے قبضے میں کر لئے۔ ان کے پھوپھا سردار صاحب سنگھ بھنگی گجرات میں رہتے تھے۔ ان کا سب علاقہ بھی چھین لیا۔ [۳] آخر مہاراجہ جی کی پھوپھی نے بڑی لجاجت سے درخواست کی جیسا کہ لکھا ہے:۔

"جب قلعہ منگلا کو بھی صاحب سنگھ سے چھڑانے کے لئے مہاراجہ نے فوج روانہ کی تو صاحب سنگھ کی عورت نے جو مہاراجہ کی سگی پھوپھی تھی۔ اسکی ایک نہایت عاجزانہ اور مؤدبانہ عرضداشت بھیج کر مہاراجہ صاحب سے درخواست کی کہ اب گورو کے واسطے میرے خاوند کی جان بخشی کی جائے۔ اور قلعہ منگلہ اسکے پاس بطور گذارہ کے چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ اس کی بربادی اور تباہی میں اب کوئی بات باقی

---

[۱]:۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۸۶ سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۲۶۴، گورسندیش اگست ۱۹۶۴ء

[۲]:۔ حیات رنجیت صفحہ ۳۹، سکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۹۲ سکھ اتہاس مصنفہ مسٹر کننگھم گورمکھی صفحہ ۳۲ انگریزی صفحہ ۳۷ وغیرہ [۳]:۔ تواریخ گوروخالصہ اردو صفحہ ۱۰۸ حصہ سوم

نہیں رہی۔ مہاراجہ صاحب نے اپنی پھوپھی کی درخواست کو منظور کر لیا۔" ۱؎
اپنی حکومت کی حدود میں اضافہ کرنا مہاراجہ جی نے ہمیشہ مدِنظر رکھا۔ اور اس کے لئے اپنوں اور بیگانوں میں کوئی امتیاز نہ کیا۔ جیسا کہ گیانی لال سنگھ جی رقمطراز ہیں کہ :۔

"سکھ دربار کے قیام میں شیرِ پنجاب کو گھر کے لوگوں اور سکھوں کے ساتھ ہی جنگیں کرنی پڑیں۔ جس وجہ سے نقصان بھی بہت اُٹھایا۔ سکھوں کی مسلوں سے لڑائی بہت بُری بات تھی۔ ایک تو سکھی کے لحاظ سے اور دوسرے آپس میں رشتہ داری کی وجہ سے ...... کئی جنگیں مسلوں کے رئیسوں سے بھی ہوئیں۔" ۲؎

سکھ مسلوں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کا جو کشت و خون ہوا اس کے بارہ میں ایک سکھ ودوان نے یہ حقیقت دنیا کے سامنے پیش کی ہے کہ :۔

"سکھوں کی بارہ مسلوں نے الگ الگ ٹکڑوں کی شکل میں پنجاب کی حکومت سنبھالی ہوئی تھی۔ کہ جو اب آپس میں بھی ٹکرانے لگ پڑی تھیں ......
سکھ مسلوں نے مہاراجہ کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ ہتھیار بند ٹکراؤ بھی ہوا ...... اتنی بڑی سلطنت قائم کرنے کے لئے مہاراجہ صاحب کو کئی طریقے استعمال کرنے پڑے۔ کٹل نیتی (دھوکہ فریب والی سیاست) بھی برتی۔ جنگ کئے۔ سمجھوتے بھی کئے اور سزائیں بھی دیں ...... ستلج سے پار کی سکھ ریاستیں انگریزوں کی حفاظت میں آجانے کی وجہ سے ...... پنجابی سلطنت کا حصہ نہ بن سکیں۔" ۳؎

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سامنے سب سے بڑا مقصد اپنے راج کی حدود کو بڑھانا تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنوں اور بے گانوں کا بھی کوئی امتیاز نہ کیا۔ جو بھی سامنے آیا اسے مسل دیا۔ اور اس کا علاقہ اپنے راج میں شامل کر لیا۔
سکھ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی ۱۸۵۶ بکرمی میں لاہور پر قابض ہو گئے تھے۔ ان سے قبل لاہور کی بہت ابتر حالت تھی۔ شہر پر تین سرداروں صاحب سنگھ، چیت سنگھ اور موہر سنگھ کا قبضہ تھا۔ ۴؎ اس وقت انتظام اور انتظامیہ کی جو حالت تھی۔ اسکا تعارف

۱؎ :۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم صفحہ ۱۰۱ ؛ ۲؎ :۔ سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۳۶۲ ؛
۳؎ :۔ رسالہ سیس گنج دہلی۔ جولائی ۱۹۶۹ء ؛ ۴؎ :۔ سکھ اتہاس حصہ اول صفحہ ۹۲ ؛

ایک سکھ مصنف نے یوں کردایا ہے کہ:-

"سردار لہنا سنگھ کی موت کے بعد بھنگی سرداروں نے لاہور شہر تین حصّوں میں تقسیم کر لیا۔ جس کی وجہ ان تینوں کی ہمیشہ ٹھنی رہتی تھی۔ ان کا باہمی کوئی رابطہ نہ تھا۔ ناحق عوام کی جان پر مصیبت بنے ہوئے تھے۔ کوئی لوٹا جاتا تھا۔ کوئی مارا جاتا تھا۔ لیکن فریاد سُننے والا کوئی نہ تھا۔ یہ تھی ان دنوں لاہور کی انتظامیہ کا حال"۔ [ف۱]

یعنی:-

"کوئی انصاف نہیں۔ اور بے گناہ قتل کئے جاتے تھے۔ بغیر کسی جُرم کے لوگوں کو پکڑ لیا جاتا تھا اور جیل میں ڈال دیا جاتا تھا۔ چیت سنگھ نے بیگناہ بدر الدین کو قتل کروا دیا تھا۔ اور کسی کی کوئی داد فریاد نہیں سُنی جاتی تھی"۔ [ف۲]

جب لاہور کے لوگوں نے اپنے لئے امن اور انصاف کی کوئی صورت نہ دیکھی تو انہوں نے تین سرداروں کی غلامی اور لوٹ کھسوٹ سے خلاصی پانے کے لئے یہی مناسب خیال کیا کہ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ماتحتی اختیار کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے مہاراجہ جی کو لاہور پر قبضہ کرنے کی دعوت دیدی۔ اور اس طرح مہاراجہ صاحب، جولائی ۱۷۹۹ء بغیر کسی بڑی خون ریز لڑائی کے لاہور پر قابض ہو گئے۔ [ف۳]

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں قصور کے مسلمان نواب نظام الدین صاحب بھی لاہور پر قبضہ کرنے کے خواہشمند تھے۔ مگر وہ لاہور کے مسلمان رئیسوں کا تعاون حاصل نہ کر سکے۔ لاہور کے روٗساہر محکم الدین۔ میاں محمد باقر۔ محمد طاہر۔ میاں عاشق محمد [ف۴] وغیرہ نے یہی مناسب سمجھا کہ لاہور کا قبضہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دلایا جائے۔ اگر ان دنوں مسلمان اپنے باہمی اختلافات کو نظر انداز کر کے نواب نظام الدین سے تعاون کرتے تو لاہور پر مہاراجہ جی کا قبضہ ہونا محال تھا۔ اس صورت میں نواب صاحب کی کامیابی یقینی تھی۔ مگر قدرت کو مسلمانوں کی بدقسمتی ہی منظور تھی۔ اس لئے ان میں باہمی اتحاد پیدا نہ ہو سکا۔ اس سے مہاراجہ جی نے اپنے سارے دَور میں فائدہ اُٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور سکھ مؤرخین کو مسلّم ہے کہ سکھوں کی کامیابیوں میں بہت بڑا دخل مسلمانوں کی پھوٹ کا تھا۔ وہ کسی جگہ بھی مل کر مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکے۔ اور الگ الگ رہنے

ف۱:- شیر پنجاب ص۱۶ ؎ ف۲:- شیر پنجاب ص۲۴ ؎

ف۳:- سکھ اتہاس حصّہ دوم ص۹۳، سکھ اتہاسک لیکچر ص۲۷۱، رسالہ سبیس گنج دہلی جولائی ۱۹۶۹ء ؎

ف۴:- سکھ اتہاس حصّہ دوم ص۹۳، سکھ اتہاسک لیکچر ص۲۷۱ ؎

کی وجہ سے باری باری سبھی مارے گئے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

"پنجاب کے مسلمان خصوصاً عوان اور گکھڑ کسی صورت میں سکھوں سے کم نہ تھے۔ وہ عیب جو مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر تھا۔ یہ تھا کہ آپس میں اتفاق نہ رکھتے تھے۔ اور اسی باعث سے مہاراجہ رنجیت سنگھ بآسانی ان پر فتح یاب ہو گیا۔" ؎۱

سکھ مؤرخین کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے بعض سکھ سرداروں کے علاقے عجیب ڈھنگ سے ہتیائے۔ جب کوئی سردار مرتا تو یہ خاندانی تعلقات کی بناء پر اس کی ماتم پرسی کے لئے جاتا اور اس بہانہ سے اسکی جاگیر پر قبضہ جما کر اسے اپنی حکومت میں مدغم کر لیتا۔ ؎۲

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے ان ہولناک کارناموں کی تفصیل ایک سکھ ودوان نے یوں بیان کی ہے کہ :۔

"مسلوں کے سرداروں کی باہمی پھوٹ کے سبب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خوب داؤ چل گیا۔ اس کی پالیسی ایک کو ختم کر کے دوسرے کو مارنا تھی۔ بھائی بندی جاتی رہی...... سیاسی معاملات میں رشتہ داروں سے بھی چھین لینا کوئی جرم نہیں۔ اسکی پالیسی تھی...... ضرورت کے وقت رشتہ داروں کا لحاظ اس کے پاس بہت کم تھا۔" ؎۳

نیز لکھا ہے کہ :۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ رنجیت سنگھ نے پنجاب فتح کیا۔ مگر پنجاب پہلے ہی سکھوں کے قبضہ میں تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بیشک کچھ علاقہ بڑھایا۔ مگر بہت سا علاقہ وہ سکھوں سے چھین کر ہی ہضم کر گیا۔" ؎۴

پس مہاراجہ صاحب نے جس ڈھب سے اپنی مملکت کی حدود بڑھائیں۔ اس میں سکھ اور غیر سکھ کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ ایک محقق کا بیان ہے کہ :۔

"جن جن چھوٹے چھوٹے اور کمزور راجاؤں۔ سرداروں اور ریاستوں کے علاقوں پر حملہ کر کے اور انہیں فتح کر کے رنجیت سنگھ نے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ وہ سب مسلمانوں کے علاقے نہ تھے۔ بلکہ بغیر کسی امتیاز کے ہندو۔ سکھ ریاستوں کو بھی

؎۱ :۔ حیات رنجیت ص ۵۹ ؛ ؎۲ :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ سوم ص ۹۲ ؛
؎۳ :۔ خالصہ دربار ص ۲۶-۲۵ ؛ ؎۴ :۔ خالصہ دربار ص ۱۸۷ ؛

اسس اسی لگن سے فتح کیا اور اپنی حکومت میں شامل کیا۔" [۱]

مہاتما کلیان داس جی کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بعض علاقے ان کے والیان کو اعتماد میں لے کر غصب کر لئے۔ انہیں دوستی کا یقین دلانے کے لئے حلف بھی اٹھائے مگر وقت آنے پر حلف تاک میں رکھ دیئے اور[۲] ان پر قبضہ جما لیا۔

سکھ دانشوروں کے نزدیک مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی حکومت کوئی آئینی حکومت نہ تھی۔

سردار دریام سنگھ جی ایم۔ اے کا بیان ہے کہ :۔

"مہاراجہ رنجیت سنگھ جی اپنی مرضی کی حکومت کرتے تھے۔ اور حکومت کا تمام کاروبار ان کے ہاتھ میں تھا۔۔۔۔۔۔۔ اور عدالتوں کی راہنمائی کے لئے کوئی ضابطہ قوانین نہ تھا۔" [۳]

ایک اور صاحب نے لکھا ہے کہ :۔

"انصاف حاصل کرنے کے لئے تھوڑی بہت عدالتیں تھیں لیکن تحریری قانون نہیں تھا۔ اور دیوانی اور فوجداری کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ سبھی مقدمے یکساں سمجھے جاتے تھے۔" [۴]

بعض اور لوگوں نے بھی یہی کچھ بیان کیا ہے۔ مہاراجہ اپنی من مرضی ہی چلاتے تھے [۵]۔ گویا کہ سکھ حکومت کا کوئی آئین اور کوئی دستور نہ تھا۔ منصف یا خود مہاراجہ جی جو چاہتے تھے سزا دے دیتے تھے ؛

سکھ فوج کے کارنامے

اس غیر آئینی حکومت میں جس کی تعزیرات بھی کوئی نہ تھی رعایا کا حشر کسی بھی صاحب نظر اور اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سکھ حکومت کی افواج رعایا اور سرکاری خزانوں کو لوٹ لینا اپنا قانونی حق تصور کرتی تھیں۔ ایک سکھ ودوان سنت اندر سنگھ جی چکرورتی لکھتے ہیں کہ :۔

---

[۱] :۔ سکھ اتہاس تے کوکے ص ۶۲ ؛

[۲] :۔ اتہاس دشکرمانس ہندی جگت گورو ص ۱۱۶ ؛

[۳] :۔ گولڈن ٹمپل ہندوا اتہاس ص ۲۳۱ ؛

[۴] :۔ بھولے اتہاسک لیکھ ص ۱۶۵ پھلواڑی سکھ اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء ؛

[۵] :۔ رسالہ گورسندیش مینا نگر اگست ۱۹۶۵ء ؛

"سرکاری حکم کے مطابق ۱۸۸۸ بکرمی (مطابق ۱۸۳۱ء) میں فوج نے لاہور سے کوچ کیا۔ اور منزل بمنزل اپنا سفر ختم کرنے میں مصروف ہوگئی۔ اب ایک تو فوج کا مارچ۔ دوسرے فوج بھی خالصہ کی۔ تیسرے لُوٹ مار کا زمانہ۔ ان تینوں باتوں کے جمع ہوجانے سے بھلا یہ کیونکر امید کی جاسکتی تھی کہ فوج اپنے سفر کو آرام اور چین سے ختم کرے گی۔ لاہور سے مارچ ہوتے ہی لوٹ کھسوٹ شروع ہوگئی۔ راستہ میں جو فصل ملا۔ ملیامیٹ۔ اور جو چلنے والا راہی مسافر ملا۔

ست سری اکال۔

کُٹ مار کیتی تے کھوہ لیا مال

دیہات میں حشر برپا ہوگیا۔ الغرض خالصہ جی کی فوجیں ایسے امن سے مارچ کر رہی تھیں۔ کہ ملک میں دھوم مچ گئی۔ شور برپا ہوگیا۔ ابھی فوجیں وزیرآباد تھیں اور ہل چل گجرات میں مچ گئی۔" [۱]

یاد رہے کہ یہ فوج کسی غنیم پر حملہ آور نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ شاہی خزانہ لاہور سے پشاور پہنچانے پر مامور تھی۔ اور اس فوج میں نامدھاری فرقہ کے گورو بابا رام سنگھ جی بھی شامل تھے۔ جو ان دنوں ابھی گورو نہیں کہلاتے تھے اور سکھ فوج میں ملازم تھے [۲] نیز اس فوج کا سارا سفر کسی دشمن کے علاقہ میں سے نہ بن تھا۔ بلکہ اپنی ہی مملکت اور اپنی ہی رعایا کے دیہات اور قصبات میں سے تھا۔ اس فوج کا اپنے ہی علاقہ اور اپنے ہی لوگوں کو لوٹ لینا سکھا شاہی کی نمایاں تصویر ہے۔

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے سکھ حکومت کے سکھ فوجیوں کی لُوٹ مار اور قتل وغارت کے ذکر میں بتایا ہے کہ :-

"خالصہ فوج کا یہ حال تھا کہ وہ خود اپنے تئیں فرماں روا سمجھتی تھی۔ اور سوائے لُوٹ مار اور غارت گری کے کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ جتنے اہالیان دربار اور سردار تھے۔ سب فوج سے ڈرتے تھے۔ جس کو چاہتی لوٹ لیتی۔ اور جس کو چاہتی چھوڑ دیتی۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے سامنے دم مارتا۔ مردم آزاری اور دل آزاری کا بازار گرم تھا۔ اسی وقت کا نام "سکھا شاہی" مشہور ہُوا۔" [۳]

---

[۱] :- نامدھاری اتہاس حصہ اوّل ص۶۴ ؛ [۲] :- نامدھاری اتہاس حصہ اوّل ص۶۳، نامدھاری اتہاس (ناہر سنگھ والا) ص۸۸، پنجاب دیاں لہراں ص۱۱۸، مالوہ اتہاس حصہ دوم ص۱۸۹، اتہاسک ییکھ ص۴۵، سکھ اتہاس حصہ دوم ص۲۰۹، جگ پلٹا گورو ص۳۶، مہان کوش ص۷۴۴ ؛ [۳] :- تواریخ گورو خالصہ ص۴۷ (اردو حصہ سوم) ؛

خالصہ جی کی اس فوج نے جب بابا ویر سنگھ جی کے ڈیرے کو توپوں سے اڑا دیا - تو گیانی گیان سنگھ جی کے بقول اس کا نام "گورو ماری" فوج مشہور ہو گیا[1] کیونکہ بابا ویر سنگھ جی کو سکھوں میں سکھ گورو صاحبان کی طرح عزت اور مقام حاصل تھا - ایک سکھ ودوان کے بقول سکھ فوجیوں کو "بُرچھے یا غُنڈے" تک کہا جاتا تھا[2]

دنیاء میں تمام حکومتوں کی افواج کا مقصد اپنے ملک اور قوم کی حفاظت سمجھا جاتا ہے اور خالصہ راج کی سیکولر فوج اپنے اور بیگانوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت کے لوٹنا ہی اپنا مقصدِ حیات تصور کرتی تھی - اور گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق اس "امن پسند" فوج کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی - اس فوج نے ایک مرتبہ امرت سر سے آتے ہوئے راجہ دھیان سنگھ کے چار گاؤں لوٹ لئے تھے اور دوسرے دیہات پر بھی خوب ہاتھ صاف کئے تھے[3]

سکھ تاریخ سے واضح ہے کہ سکھ حکمران خود اپنی فوجوں کو لوٹ مار کرنے کا حکم دیا کرتے تھے - جس کی وجہ سے سکھ فوجی لوگوں کو لوٹ لینا اپنا فرض منصبی تصور کرتے تھے - اور بڑی دلیری سے لوگوں کو لوٹ لیتے تھے - اور ان کے جانور چھین لیتے تھے - سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ فوج کو کسی مہم پر جانے کا حکم دیا گیا - فوجیوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں چار چار ماہ کی تنخواہ دیدی جائے - رانی جنداں نے خزانے خالی ہونے کی وجہ سے معذرت کر دی - البتہ انہیں یہ حکم دیدیا کہ وہ انگریزوں کے علاقے لوٹ لیں - جیسا کہ مرقوم ہے کہ : -

"جنداں نے سب سرداروں اور فوج کے افسروں کو بلا کر کہا کہ فوج کا بندوبست کیا جائے - مشورہ انگریزوں سے لڑوانے کا کیا گیا - فوجیں اپنے افسروں کا حکم نہیں مانتی تھیں - اپنے پنچوں کا کہنا ہی مانتی تھیں - افسروں کی تو جانیں ہمیشہ ہی خطرے میں تھیں - سب نے اتفاق کیا - شام سنگھ اٹاری والے نے انکار کیا -

فوجوں نے چار ماہ کی تنخواہ طلب کی - مگر رانی جنداں نے جواب دیا کہ - روپیہ کوئی نہیں ہے - انگریزوں کا ملک لوٹو اور کھاؤ - فوجیں قصور کے راستہ دو مرتبہ شکست کھا گئیں "[4]

---

[1] : - تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم ص ۲۴۶ ؛ [2] : - بھائی مہاراج سنگھ شاہی قیدی ص ۵ ؛
[3] : - بہر مُلے اتہاسک لیکھ ص ۲۳۹ ؛ [4] : - سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۷۸ ؛

رانی جنداں اس وقت اپنے بیٹے دلیپ سنگھ کی سرپرست تھی۔ اور حکومت کا سارا کاروبار اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس کا فوجوں کو لوٹ مار کرنے کی ترغیب دینا۔ ایک افسوسناک امر ہے۔ کیونکہ جب کسی سلطنت کا سربراہ خود اپنی فوجوں کو لوٹ مار کرنے کا حکم دیدے تو اسکی فوجیں تو لوٹ کو اپنا فرض تسلیم کریں گی۔ یہی وجہ ہے کہ لوٹ مار سکھ فوجوں کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی اور وہ بسا اوقات اپنے سرکاری خزانے بھی لُوٹ لیا کرتی تھیں۔

یہ حقیقت ہے کہ سکھ راج کی یہ بہادر فوجیں جن کا کام لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنے کی بجائے۔ لوٹ مار اور کشت و خون تھا۔ لوگوں کو ہی نہیں لوٹتی تھیں۔ بلکہ موقعہ ملنے پر خود حکومت کے خزانوں پر ہاتھ صاف کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتی تھیں۔ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین بعض پُرانی تحریرات کی بناء پر فرماتے ہیں کہ:۔

"چند لاکھ روپیہ پیٹیوں میں بند کر کے اور گڈوں پر لاد کر پشاور کی فوج کی تنخواہ کے لئے بھیجا تھا۔ جب اٹک کے کنارے پہنچے تو محافظ فوج نے بلوہ کر کے لوٹ لیا" [۱]

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سردار کرم سنگھ جی نے یُوں پیش کیا ہے کہ:۔

"کشمیر سے خبر آئی کہ کشمیر کے صوبے کے جرنل میہاں سنگھ کو فوج نے بلوہ کر کے مار دیا ہے۔ اور اس کے بیٹے کو قید کر کے لوگوں کو لُوٹنا شروع کر دیا ہے ...... لوگوں نے مل کر پتھروں۔ سونٹوں اور تلواروں سے فوج مار ڈالی ہے" [۲]

ان واقعات اور حالات میں جو خود سکھ مصنفین کے بیان کردہ ہیں یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ سکھ حکومت میں نظم و نسخ کس طرز کا تھا۔ اور لوگوں کو کس قسم کا امن حاصل تھا؟۔ اور اس سکھ حکومت کی فوج اپنی ذمہ داری اور فرائض کو کس رنگ میں سرانجام دیتی تھی۔؟ چنانچہ بعض اوقات مسافروں کو لُوٹ[۳] لینے کے علاوہ کھڑی فصلوں کا نقصان کرنا بھی خالصہ فوج کا معمول تھا۔ خود سکھ ودوانوں کو مسلّم ہے کہ ایک مرتبہ پشاور میں فوج نے چھ ہزار کی فصل لُوٹ لی تھی[۴] صرف خالصہ فوج ہی لُوٹ مار

---

[۱]:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۲۹۰، صفحہ ۳۹۱۔ ببہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۲۳۱؛

[۲]:۔ " " " " " صفحہ ۳۹۱ صفحہ ۲۳۱؛

[۳]:۔ ببہ ملے اتہاسک لیکھ صفحہ ۲۳۹، رسالہ پھلواڑی سکھ اتہاس نمبر جنوری صفحہ ۱۹۲؛

[۴]:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۴۳۱؛

نہیں کرتی تھی - بلکہ بعض اوقات تو مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے بیٹے بھی اس کام میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے تھے - جیسا کہ مرقوم ہے :-

"راجہ گلاب سنگھ نے نقد دس لاکھ روپیہ گجرات سے لاہور کو بھجوانے کے لئے تیار کیا تھا - (مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کا بیٹا) پشاورا سنگھ چار پانچ ہزار آدمی لیکر کود پڑا - اور سارا خزانہ لوٹ لیا - نیز راجہ گلاب سنگھ کی فوج کے بہت سے آدمی قتل کر کے توپیں چھین کر لے گیا" لے

اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ عام لوگ اس خالصہ راج میں کن حالات میں گذر رہے تھے - اور امن اور سکون کس حد تک مفقود تھا - یہاں تک لکھا ہے کہ خود مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے راجوری پر حملہ کر کے راجہ کا محل اور شہر آگ لگا کر خاکستر کر دیا تھا - ٹہ

مہاراجہ جی نے اپنی ریاست کی حدود بڑھانے کی لگن میں اپنوں اور بے گانوں کو ایک آنکھ سے دیکھا - جو بھی سامنے آیا روند ڈالا - پھولکیاں ریاستیں وغیرہ بھی مہاراجہ جی کو کھٹکتی تھیں - مگر ان کے والیان نے اپنے مشترکہ فیصلہ کی بناء پر انگریزوں کی پناہ لے لی - ورنہ مہاراجہ جی ان کا بھی صفایا کر کے دم لیتے - ایک سکھ صحافی کا بیان ہے کہ :-

"مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اندھا دھند حملوں نے سرہند کے سکھوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا - اس طرح مہاراجہ رنجیت سنگھ سے خوفزدہ ہو کر جیند، کیتھل کے راجے اور پٹیالہ کے دیوان مل کر انگریزوں کے پاس امداد کی درخواست کرنے کے لئے گئے" سہ

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مہاراجہ جی ان جملہ ریاستوں کے نام و نشان مٹا دیتے -

سکھ فوج نے جو کشت و خون اور لوٹ مار کی اس میں اپنے اور بیگانوں میں کوئی امتیاز روا نہ رکھی - بلکہ بسا اوقات اپنے افسر بھی مار ڈالے - اور راجہ دھیان سنگھ الیسوں کے دیہات لوٹنے سے بھی گریز نہ کیا - چنانچہ مرقوم ہے کہ :-

"فلس صاحب ایک انگریز تھا - اور فوج میں عہدیدار تھا - جو فوج کملاگڑھ کی طرف گئی تھی - انہوں نے اس کے اردگرد لکڑیاں چن کر زندہ جلا دیا تھا" کہ

لے :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص۱۳۱ ؛ ٹہ :- سکھ راج ص۶۳ ؛ سہ :- سکھ راج ص۲۵ ؛
کہ :- بہ مُلّے اتہاسک لیکھ ص۲۳۸ ؛

اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ سُنیئے :۔

"کشمیر کی فوج نے میہاں سنگھ کو مار کر اس کے لڑکے کو قید کر دیا تھا۔ جب اس سے اپنی تنخواہیں وصول کر لیں تو اُسے حاکم بنا کر اس کی تابعداری قبول کر لی۔ اور نذرانے پیش کر دیئے۔" [۱]

راجہ دھیان سنگھ کا ایک کارنامہ یُوں لکھا ہے :۔

"راجہ دھیان کے حکم سے سردار جوالا سنگھ کے منہ میں پانی ڈال کر مارا جاتا تھا۔ اس مار پیٹ کی وجہ سے بسا اوقات وہ موت کے قریب ہو جاتا تھا۔ پھر اسے اور اس کے بیٹے گنڈا سنگھ کو لاہور کے قلعہ میں سے نکال کر شیخوپورہ کے قلعہ میں بھجوا دیا گیا۔" [۲]

یہ وہی سردار جوالا سنگھ ہیں جنہیں فوج کے افسر دھیان سنگھ کو ہلاک کر کے انکی جگہ وزیر بنانا چاہتے تھے۔ اور دھیان سنگھ کو ہلاک کرنے والوں میں یہ خود بھی شامل تھے۔ [۳]

محسن کُشی

اور تو اور مہاراجہ جی نے سکھ مؤرخین کے مطابق اپنے ان محسنوں کو بھی نہ چھوڑا جنہوں نے مہاراجہ جی کی ملک گیری کی ہوس کو پورا کرنے کی غرض سے اور سکھ حکومت کے قیام اور استحکام کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ سردار ہری سنگھ نلوآ [۴] سکھ راج کا جرنیل ہی نہیں بلکہ بہت بڑا ستون تھا۔

---

[۱] :۔ بحوالہ مُلتے اتہاسک لیکھ ص ۲۳۳ ؛ [۲] :۔ بحوالہ مُلتے اتہاسک لیکھ ص ۲۴۱ حاشیہ ؛ [۳] بحوالہ مُلتے اتہاسک لیکھ ص ۲۳۹ ؛

[۴] :۔ سکھ دنیا سردار ہری سنگھ نلوآ کو ایک بہادر جرنیل سمجھتی ہے اور انکی بہادری کی سب سے بڑی دلیل یہ پیش کرتی ہے کہ سرحد میں بسنے والی پٹھان عورتیں اپنے بچوں کو اس کا نام لیکر ڈراتی ہیں۔ جیسا کہ گیانی گیان سنگھ صاحب کا بیان ہے کہ :۔

"افغانوں کی مائیں اپنے روتے بچوں کو ہریا آ گیا۔ یعنی ہری سنگھ کے نام کا خوف دلا کر چپ کرا دیتی ہیں۔" (تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم ص ۱۹۲)

حالانکہ اہل علم اور اہل دانش بخوبی جانتے ہیں کہ آج تک کسی بھی بچے یا عورت کو کسی بہادر انسان کے نام سے خوف طاری نہیں ہوا۔ کیونکہ بہادر لوگ عورتوں اور بچوں کی عزت اور حفاظت میں اپنی جان تک لڑا دیتے ہیں اور انہیں عورتوں اور بچوں کے محافظ سمجھا جاتا ہے۔ اور اپنے محافظوں سے کون کسی کو ڈراتا ہے۔ البتہ درندہ صفت لوگوں سے بھی ڈرتے ہیں۔ ڈراتے ہیں۔ اگر سکھوں کا یہ کہنا درست ہے کہ سرحد میں عورتیں اپنے بچوں کو ہری سنگھ

سکھ مؤرخین کے مطابق ان کے آخری ایام میں مہاراجہ جی سے کچھ نظریاتی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ مہاراجہ جی کا خیال تھا کہ ان کی وفات کے بعد ان کا بڑا لڑکا کھڑک سنگھ پنجاب کے تخت کا وارث ہو۔ وہی حکومت کا حقدار سمجھا جائے۔ لیکن نلوآ جی یہ چاہتے تھے کہ خالصہ پنتھ جسے چاہے مہاراجہ جی کا جانشین مقرر کر دے۔ ان کے نزدیک سکھ سلطنت کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں بلکہ خالصہ پنتھ کی امانت ہے۔ اور یہ حق مہاراجہ جی کو نہیں۔ بلکہ پنتھ کو ہے کہ وہ جسے پسند کرے راج کی باگ ڈور اس کے ہاتھوں میں سونپ دے[۱]

بعض سکھ وِدوانوں کا خیال ہے کہ مہاراجہ جی نے یا ڈوگروں نے خود ہی اس بہادر جرنیل کو پشاور کی مہم پر بھجوا کر ٹھکانے لگا دیا تھا[۲] تاکہ ان کے بعد کھڑگ سنگھ کی حکومت کا راستہ صاف ہو جائے۔ اور کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ ایک سکھ وِدوان کا بیان ہے کہ سردار ہری سنگھ کے مرنے پر گلاب سنگھ نے دھیان سنگھ کو مبارکباد کا پیغام بھجوایا تھا[۳] سکھ مصنفین کے مطابق مہاراجہ جی نے اسی پر ہی بس نہ کی۔ بلکہ نلوآ جی کے مرنے پر اس کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی[۴]

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے بیان کیا ہے کہ سکھوں نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو جو چٹھی لکھی تھی۔ اس میں یہ بھی بیان کیا تھا کہ :-

"ہمارا ایک ہی سردار ہری سنگھ نلوآ جس نے متعدد جنگ جیتے اور تمہاری حکومت قائم کر دی۔ مگر آپ کے باپ نے ڈوگروں سے مل کر اسے عمداً" دشمنوں کے مُنہ میں بھیج کر

بقیہ حاشیہ :- کا نام لیکر ڈراتی ہیں۔ اور بچے خوف سے چپ ہو جاتے ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہری سنگھ ایک ظالم طبع انسان تھا جس سے نہ تو عورتوں کی عزت محفوظ تھی اور نہ بچوں کی جانیں۔ وہ قتل و غارت کرتے وقت عورتوں اور بچوں کے خون سے بھی ہولی کھیلتا تھا۔ پس اگر سکھ دوست ٹھنڈے دل سے سوچیں تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ اس طرح وہ ہری سنگھ نلوآ کی تعریف نہیں بلکہ ہجو کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں ؛

[۱] :- سردار ہری سنگھ نلوآ صفحہ ۱۹ ، صفحہ ۲۲۶ ، رسالہ گورمت پرکاش امرتسر جولائی ۱۹۶۲ء ؛

[۲] :- تواریخ گورو خالصہ چھاپہ پتھر صفحہ ۱۰۵۲ ، سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۳۸۲ ، سکھ دھرم امرتسر فروری ۱۹۶۳ء ؛ [۳] :- سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء ؛

[۴] :- بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۱۹۲ ، تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم صفحہ ۲۰۶ ، اتہاس ڈنگر وانس بندی براہمن جگت گورو صفحہ ۱۱۶ ، رسالہ سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء ؛

مروادیا۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کا علاقہ اور خزانہ ضبط کر لیا"۔ [۱]

سکھ مصنفین کو مسلّم ہے کہ سردار ہری سنگھ نلوآ کے بعد اس کے لڑکے کو بھی معاف نہ کیا گیا۔ اس کی جاگیر اور باغ جو ہری سنگھ کے نام پر تھا ضبط کر لیئے گئے۔ [۲]

سردار ہری سنگھ نلوآ سے جو کچھ ہوا۔ اس کا دوسرے سکھ سرداروں کو بہت افسوس ہوا۔ گیانی گیان سنگھ لکھتے ہیں :۔

"دربار کے جملہ سرداروں کے دل ٹوٹ گئے۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ جب نلوآ سردار کے ورثاء سے ایسی طوطا چشمی برتی جا سکتی ہے تو ان کا کیا حشر ہو گا"۔ [۳]

صاف بات ہے کہ خالصہ راج کے سربراہ نے سردار ہری سنگھ نلوآ سے جو سلوک کیا وہ احسان فراموشی کی ایک بدترین مثال ہے۔

دوسرے تو دوسرے ہی تھے سکھ مؤرخین کی تحریرات کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے اپنے لڑکے کھڑگ سنگھ کی والدہ کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا۔ اور کسی بات پر ناراض ہو کر اپنی بیوی یعنی کھڑگ سنگھ کی والدہ کے پچاس لاکھ کے زیورات ضبط کر لئے تھے۔ [۴]

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی ساس سدا کور ایک بہت بہادر عورت تھی۔ اس نے مہاراجہ جی کی ہر مہم میں پورا ساتھ دیا۔ اور رنجیت سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ رنجیت سنگھ کی ہر لڑائی میں شامل ہو کر صف اوّل میں لڑی۔ اس کی خواہش تھی کہ مہاراجہ صاحب اس کی لڑکی مہتاب کور کے بیٹے شیر سنگھ کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ مہتاب کور مہاراجہ جی کی پہلی بیوی ہونے کی وجہ سے اس زمانہ کے رواج کے مطابق زیادہ حقدار تھی کہ اسکا بیٹا جانشین ہو۔ مگر مہاراجہ جی نے اس سے اتفاق نہ کیا۔[۵] ان دونوں کے تعلقات بگڑ گئے۔ مہاراجہ نے چاہا کہ سدا کور اپنا سارا علاقہ اپنے نواسے شیر سنگھ کو سونپ دے۔ سدا کور اس کے لئے تیار نہ ہوئی۔ مہاراجہ صاحب نے کچھ عرصہ کے بعد کسی بہانہ سے سدا کور کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اسے قید

---

[۱] :۔ تواریخ گورو خالصہ گورمکھی ص ۱۰۵۳، تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم ص ۲۰۶ ؎

[۲] :۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۲۶۔ دربار صاحب ص ۴۹ ؎

[۳] :۔ سکھ دھرم امرت سر فروری ۱۹۶۳ء۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ سوم ص ۱۹۲، ص ۱۹۳ ؎

[۴] :۔ بہہ ملّے اتہاسک لیکھ ص ۱۴۲، تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم اردو ص ۲۰۶، اتہاس ڈنگرما بنس نیدی براہمن جگت گورو ص ۱۱۶، پھلواڑی سکھ اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء ؎ [۵] :۔ شیر پنجاب ص ۱۰۱ ؎

کر دیا۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر دوبارہ گرفتار کر لی گئی۔ اور جیل میں ڈال دی گئی۔ اس کی رہائی مرنے کے بعد ہی ہو سکی۔ زندگی میں مہاراجہ کی قید سے نکلنا اسے نصیب نہ ہوا۔ مہاراجہ نے اس کا علاقہ بھی ضبط کر لیا۔ [۱]

رانی سدا کور کے اس عبرتناک حشر کے بارے میں گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ :۔

"جس سدا کور کی امداد سے مہاراجہ کو یہ عروج حاصل ہوا تھا۔ اس کے علاقہ پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ یہ احسان فراموشی دیکھ کر لوگوں نے مہاراجہ کو "ہلکایا اُونٹ" کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ رانی سدا کور نے مہاراجہ صاحب پر بہت بڑے بڑے احسان کئے تھے۔" [۲]

باوا صاحب سنگھ بیدی اس زمانہ کے مشہور سکھ بزرگ تھے ان کی عظمت کا یہ ثبوت ہے کہ مہاراجہ جی کی تاج پوشی کی رسم اسی بزرگ کے ہاتھوں ادا ہوئی تھی۔ مہاتما کلیان داس جی بیان کرتے ہیں کہ مہاراجہ نے اس بزرگ ہستی کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی جاگیر بھی ضبط کر لی تھی۔ [۳]

گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار بھیل سنگھ کی بیوہ سردارنی رام کور کا دو لاکھ کا علاقہ اور ۲۵ لاکھ کا خزانہ ضبط کر لیا۔ اور ہریانہ کے سب قلعے جن میں ہر قسم کا اسلحہ بھرا ہوا تھا چھین لئے تھے۔ سردارنی صاحبہ روتی پیٹتی لدھیانے چلی گئی۔ [۴]

تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے اپنے سمدھی اور مہاراجہ کھڑگ سنگھ کے خسر سردار جیمل سنگھ جی کے مرنے پر اس کا سارا علاقہ ضبط کر لیا تھا۔ [۵]

مہاتما کلیان داس جی لکھتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جودھ سنگھ رام گڑھیا سے دربار صاحب امرتسر جا کر گورو گرنتھ صاحب کے حضور حلف اُٹھا کر عہد کیا۔ مگر بعد کو یہ عہد مرے سے بھلا کر اس کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

"رنجیت سنگھ ایسے حلف کی کوئی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔" [۶]

---

[۱] :۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۹۳۲۔ دربار صاحب صفحہ ۴۷، صفحہ ۶۷۔ مہان کوش صفحہ ۱۱۳۔ شیر پنجاب صفحہ ۱۰۲۔ سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۳۳۔ سکھ مسلاں صفحہ ۸۴۔ سکھ راج صفحہ ۱۵۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم صفحہ ۱۵۸؏

[۲] :۔ تواریخ گورو خالصہ چھاپہ پتھر صفحہ ۸۸۸؏ [۳] :۔ اتہاس ڈ شکر مانس بندی براہمن جگت گورو صفحہ ۱۱۵؏

[۴] :۔ تواریخ گورو خالصہ چھاپہ پتھر صفحہ ۸۹۶ اُردو حصہ سوم صفحہ ۱۱۱؏ [۵] :۔ سکھ مسلاں صفحہ ۸۵؏ [۶] اتہاس ڈ شکر مانس بندی براہمن جگت گورو صفحہ ۱۳۶؏

ایک سکھ دودان نے مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی حکومت کا مجموعی خاکہ یوُں پیش کیا ہے :۔

" سکھ حکومت شروع ہونے پر طاقت پھر ایک آدمی کو بڑا بنانے پر خرچ ہونی شروع ہوگئی۔ اور عوام کے مشترکہ راج کی جگہ شخصی حکومت نے لے لی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سکھ طاقت کو مجتمع کیا۔ یہ دعویٰ بہت سے سکھ لیڈر ابھی تک کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن یہی وہ شخص تھا جس نے سکھوں کو جمہوریت اور اشتراکیت سے ہٹا کر دوسروں کی محنت سے اپنی طاقت بڑھانے کی تلقین کی۔ سکھ مریادہ، سکھ چلن اور گورد گوبند سنگھ کا عوامی قانون ختم ہوگیا۔ اور سکھ ہر بات میں حوانیت کی سطح پر آگئے۔ یہی وہ کمی تھی جس نے شیر پنجاب کی آنکھیں بند ہوتے ہی سکھوں میں آپا دھاپی پیدا کردی اور سکھ راج ختم ہوگیا۔" [1]

سِکھ حکومت میں مذہبی آزادی

پنجاب میں سکھ حکومت کی ابتداء مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے زمانہ سے ہوئی۔ اس سے قبل کوئی حکومت نہ تھی۔ صرف مار دھاڑ اور قتل و غارت کرنے والے متعدد سکھ ٹولے تھے۔ جو یہاں وہاں لوٹ مار میں مصروف تھے۔ کبھی ایک قصبہ پر چھاپا مارا اور کبھی دوسرے شہر کو جا غارت کیا۔ لاہور جیسے مرکزی شہر کا یہ حال تھا کہ یہاں تین سکھ سردار ڈیرے ڈالے بیٹھے تھے۔ اور انہوں نے لاہور کے تین حصے کرکے آپس میں تقسیم کی ہوئی تھی۔ اور جب چاہتے بیک وقت یا الگ الگ اپنے اپنے علاقہ کے لوگوں کو لوٹ لیتے۔ سکھ مؤرخین کے مطابق اس لوٹ مار سے تنگ آئے ہوئے لاہور کے لوگوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خود بلایا تھا۔ اور مہاراجہ جی کی تاجپوشی کی رسم ۱۸۵۸ء بکرمی کی بساکھی کے دن ادا کی گئی تھی [2]۔ یہ رسم مشہور سکھ بزرگ بیدی صاحب سنگھ جی کے ہاتھوں انجام پائی تھی۔ [3]

---

[1] :۔ ہفت روزہ فتح دہلی سالانہ نمبر ۱۹۴۶ء ؛ [2] :۔ پیمان کوش ص ۲۶ ؛

[3] :۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ ص ۳۴، رسالہ سیس گنج دہلی جولائی ۱۹۶۹ء ؛

ایک سکھ وِدوان سردار ناہر سنگھ ایم۔ اے بیان کرتے ہیں کہ :۔

"تمام زیورات توڑ کر ایک "ہنس بنایا" کے الفاظ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گلے میں سکھ راج جیسی بادشاہت کی تلوار پہناتے وقت بابا صاحب سنگھ جی نے بیان کئے تھے۔ اسی مجلس میں مخالف سرداروں نے باباجی سے عرض کی کہ یہ "ہنس" آپ کی گردن ہی توڑے گا۔"[1]

بعد کے واقعات نے یہ بات سچی ثابت کر دی تھی۔ مہاراجہ نے بابا صاحب سنگھ بیدی کی جائیداد ضبط کر لی تھی۔[2]

موجودہ زمانہ کے اکثر اہل علم سکھ مہاراجہ جی کی حکومت کو سیکولر سٹیٹ یعنی لادینی حکومت کا نام دینے کی دلیری کرتے ہیں[3] لیکن خود سکھوں کی اپنی تحریرات کے مطابق اس حکومت کو سیکولر سٹیٹ کا نام دینا۔ سیکولر سٹیٹ لفظ کی توہین ہے۔ ان کے عہد میں ضمیر کی آزادی کا تو سرے سے ہی فقدان تھا۔ کوئی شخص اپنے مذہب کی مقدس تعلیم کے مطابق اپنے خالق اور مالک کی عبادت تک بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اذان دینا اور نماز پڑھنا ایسا جُرم تھا جس کی پاداش میں مسلمانوں کے سرتن سے جُدا کر دیئے جاتے تھے[4]

جمہوریت موجودہ زمانہ کی ایسی اصطلاح ہے جس کے معنے دونوں کی حکومت کے ہیں۔ یعنی لوگوں اور مختلف قوموں کا اپنی تعداد کے مطابق نمائندے منتخب کرنا اور ان نمائندوں کا اپنی وزارتیں بنا کر حکومت کے کاروبار کو چلانا جمہوریت کہلاتا ہے۔ جب پنجاب میں سکھ راج قائم ہؤا۔ خود سکھ ودوانوں کو مسلم ہے کہ سکھوں کی تعداد صرف دس فی صدی تھی۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :۔

"ان دنوں پنجاب میں سکھوں کی آبادی بمشکل دس فی صدی بیان کی جاتی ہے"۔[5]

دس فی صدی لوگوں کا کسی علاقے پر حکومت کرنا اور ۹۰ فی صدی لوگوں کو اپنے غلام بنانا کسی صورت میں بھی جمہوریت نہیں کہلا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خود سکھوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ :۔

"پنجاب اور دوسرے شمال مغربی علاقوں پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت ....

---

۱ :۔ بھائی مہاراج سنگھ شاہی قیدی ص۵

۲ :۔ اتہاس دشکر مانیس بندی براہمن جگت گورو ص۱۱۵ ۔

۳ :۔ رسالہ گورمت پرکاش امرتسر جون ۱۹۶۰ء ۔ ۴ :۔ واراں بھائی گورداس وار ۱م پوڑی ۱۶، ۱۷

۵ :۔ ہفت روزہ فتح دہلی ۳ر نومبر ۱۹۶۱ء ۔

.... شاہی طاقت کی ہی حکومت تھی" [۱]

ایک سکھ وِدوان رقمطراز ہیں کہ :-

"مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پنجاب میں شخصی سکھ راج قائم کر دیا۔ سیاسی طاقت تو بے شک زبردست بنالی گئی۔ مگر دینی اور اخلاقی پہلو بالکل کمزور ہوتا چلا گیا" [۲]

اگر چند ایک ہندو اور مسلمانوں کو مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی طرف سے عہدے مل جانے سے ان کی حکومت جمہوریت و سیکولر کہلا سکتی ہے۔ تو اس صورت میں اکبر اور اورنگ زیب وغیرہ مغل بادشاہوں کی حکومتیں سب سے بڑی سیکولر حکومتیں کہلانے کی مستحق ہیں۔ کیونکہ ان بادشاہوں کے دربار میں بڑے بڑے کلیدی عہدوں پر ہندو فائز تھے۔ اس لحاظ سے تو جہانگیر بادشاہ ایک بہت بڑا سیکولر حکمران تھا جس نے سکھ وِدوانوں کے مطابق گورو ہرگوبند جی کو پنجاب کے جملہ حکام کا نگران مقرر کر دیا تھا [۳]

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کا پرچار کرنے کی ممانعت تھی۔ خود سکھ وِدوان اس کے معترف ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں عیسائی مشنریوں کو پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ :-

"مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں یورپین اور خاص کر کسی عیسائی پرچارک کو اس کی حکومت میں پرچار کرنے کی اجازت نہ تھی" [۴]

ایک اور سکھ وِدوان نے اس سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ :-

"شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں عیسائی مشنریوں کو پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی" [۵]

گویا ان دنوں نہ تو عیسائی پنجاب میں تبلیغ کر سکتے تھے۔ اور نہ ان کا کوئی پرچارک پنجاب کی سرزمین پر پاؤں ہی رکھ سکتا تھا۔

سکھ ان دنوں اپنی حکومت کی وجہ سے بیحد بپھرے ہوئے تھے۔ وہ دوسروں کو اپنے مذہب کا پرچار یا اپنے مذہب کی رسومات ادا کرنے کا حق دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ مرقوم

ؔ[۱] :- ہفت روزہ پنتھ پرکاش دہلی سالانہ نمبر ۱۹۶۸ء ؛ ؔ[۲] :- بہہ ملے اتہاسک لیکھ ص ۳۳۶ وپھلواڑی دا سکھ اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء

ؔ[۳] :- تواریخ گورو خالصہ اردو ص ۹۹ - اتہاس سکھ گورو صاحبان ص ۲۳۷ - تواریخ گورو خالصہ پنتھ ص ۵۳۰ ؛

ہے کہ :۔

"دو مشنریوں کو سکھوں نے جان سے مار ڈالا۔ یہ واقعات ایک دوسرے سے ایک ماہ کے وقفہ میں رونما ہوئے۔ ۲۴ مارچ ۱۸۶۴ء کو پادری لیوی جینیوا ٹیر کو ایک سکھ فقیر نے قتل کر دیا۔ جسے آنندپور کے میلہ پر کسی انگریز پولیس افسر نے گرفتار کر لیا تھا۔ اس فقیر نے اپنا غصہ نکالنے کے لئے پادری صاحب کو وہ افسر سمجھ کر مار ڈالا۔" ؎۱

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سُنیئے :۔

"پادری عیسیٰ ڈرولوٹن تھل۔ جو یہودیوں سے عیسائی ہوئے تھے۔ پشاور میں رہتے تھے...... اُنہوں نے عہد نامہ جدید کا پشتو میں ترجمہ کیا تھا۔ اور عہد نامہ قدیم کا ترجمہ کر رہے تھے۔ ایک رات کو جب وہ اپنے برآمدے میں ٹہل رہے تھے تو اُن کے چوکیدار نے جو ایک مذہبی سکھ تھا آپ کو گولی مار دی اور بعد کو سچا ہونے کے لئے کہہ دیا کہ اُسنے چور سمجھ کر ایسا کیا ہے۔ یہ واقعہ ۲۷ اپریل ۱۸۶۴ء کو ہوا تھا اس طرح ایک ماہ میں کلیسیا کا بہت بڑا نقصان ہو گیا کہ دو کارآمد عالم اس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ پادری لیوی جینیوٹیر گورمکھی پنجابی کا بہت ماہر تھا۔ اُسنے ہی پنجابی لغات بنانے میں مدد کی تھی۔ اور پادری عیسیٰ ڈرولوٹن تھل عبرانی۔ فارسی اور پشتو کے عالم تھے"۔ ؎۲

اِس سلسلہ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ :۔

"گوک ناتھو نام کا ایک بھارتی مسیحی پرچارک لدھیانہ سے فیروز بھیجا گیا۔ سکھوں کی طرف یہ پہلا رسول تھا۔ جو قلعہ کے پاس ٹھہرا اور اُسکی یہاں ہی انجیل کا پرچار شروع کر دیا۔ اسے یکدم گرفتار کر لیا گیا۔ اور چکی کا پاٹ اس پر رکھ دیا گیا۔ چند دنوں کے بعد سکھوں نے اسے یہ تاکید کر کے وہ ادھر پھر کبھی نہ آئے واپس لدھیانہ بھیج دیا"۔ ؎۳

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"دسمبر ۱۸۳۸ء کے فارن مشنری کرانیکل میں ہم اسی قسم کی مخالفت عیسائیوں کے بارہ میں کپورتھلہ میں پڑھتے ہیں۔

؎۱ :۔ بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب ص ۷۶ ۔

؎۲ :۔ " " " " ص ۷۷-۷۶ ۔

؎۳ :۔ " " " " ص ۷۵ ۔

چند یوم ہوئے کہ ان میں سے جون بیپٹسٹ نام کے شخص کو کپورتھلہ جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ شہر ستلج سے ۷۰ میل دور ہے۔ اور وہ اپنے ساتھ کچھ ٹریکٹ لے گیا۔ اتوار کی دوپہر کو جب وہ بازار میں ٹریکٹ تقسیم کر رہا تھا۔ اور یسوع مسیح کی قربانی سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ تو سکھوں نے اسے پکڑ کر قید کر دیا۔ اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ انہوں نے اس کا مقدمہ منصف کے پاس پیش کر دیا جو مسلمان تھا"۔ [۲]

نیز یہ بھی مذکور ہے کہ:۔

"وہ اسی وقت یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اصل معاملہ کیا ہے فوراً جیل گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جون کے والد کا دوست تھا۔ اسی بناء پر اُس نے اسے اس کے دشمنوں کے سامنے سچا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے اسے فوراً رہا کر دینا مناسب خیال نہ کیا۔ یا تو سکھ حکومت ہونے کی وجہ خوف زدہ ہو کر یا شاید اس لئے کہ اس طرح کرنے سے جون کے لئے خطرہ اور نہ بڑھ جائے۔ جب لوگوں کی بھیڑ چلے گئی اس نے اپنے سیکرٹری کو بھیجا کہ قیدی کو چھوڑ دیا جائے"۔ [۳]

ان واقعات سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ سکھ حکومت میں کسی دوسرے شخص کو اپنے مذہب کا پرچار کرنے کی اجازت نہ تھی*۔ اور عیسائی پادریوں کا تو پنجاب میں داخلہ ہی بند تھا۔ اگر وہ کسی سکھ علاقہ میں تبلیغ کے لئے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ تو انہیں موت کے گھاٹ اتارنے سے دریغ

---

[۱]:۔ دی فارن مشنری کرانیکل نمبر ۶ صـ ۲۷۶ منقول از بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب صـ ۵ ؛

[۲]:۔ بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب صـ ۵ ؛

[۳]:۔ " " " " صـ ۵ ؛

*۔ ایک سکھ ودوان رقمطراز ہیں کہ:۔

"مہاراجہ رنجیت سنگھ ایک مہان سیاستدان تھے .... ہم ان کی وکالت کرتے وقت بھول جاتے ہیں کہ وہ سیاستدان راج شاہی کا سردار تھا۔ وہ گورو گھرانہ کی طرح دھرم کا پتلا نہ تھا"۔

(اجیت جالندھر ۱۱ اگست ۱۹۶۹ء)

ہم اُمید کرتے ہیں کہ سکھ عوام اپنے ایک ودوان کے اس مشورہ کو مدنظر رکھا کریں گے۔

نہیں کیا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں سکھ حکومت کو سیکولر سٹیٹ کہنا ایک خوش فہمی ہی سمجھی جائے گی جبکہ حقائق یا تاریخ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

سکھ تاریخ شاہد ہے کہ سکھ حکومت کے دَوران غیر سکھوں کو اپنے مذہبی تیوہار منانے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ ایک مرتبہ انگریزی سفیر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ملنے کے لئے امرت سر آیا۔ اتفاق سے وہ محرم کے دن تھے۔ اس سفیر کے ساتھ جو حفاظتی دستہ تھا۔ اس میں شیعہ مسلمان تھے۔ سکھ حکومت کے ان مہمانوں نے تعزیہ نکالا۔ پھر کیا تھا۔ سکھوں کا ایک جم غفیر ست سری اکال کے نعرے لگاتا ہوا مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ ان کے نزدیک امرت سر ایسے شہر میں تعزیہ کا نکالا جانا سکھ حکومت کے لئے کھلا کھلا چیلنج تھا۔ ایسا ادھم مچایا مسلمان سپاہیوں کی پٹائی بھی کی اور علم بھی توڑ ڈالا۔ پہلے تو مسلمان سپاہیوں نے ضبط سے کام لیا۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ بپھرے ہوئے سکھ باز نہیں آتے۔ انہوں نے بھی بندوقیں تان لیں۔ پھر کیا تھا کہ خالصہ جی ہرن ہو گئے۔ اور میدان بالکل صاف ہو گیا۔ [۱]

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی خود یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ چند سپاہیوں نے سکھوں کے جم غفیر کو مار بھگایا ہے۔ تو ان کو بھی سمجھ آ گئی۔ انگریز سفیر نے سکھوں کی اس حرکت کو بہت ناپسند کیا۔ سکھوں کی اس "سیکولر سٹیٹ" کے سربراہ نے جو جواب دیا وہ ایک اہل قلم سکھ کے مطابق یہ تھا:۔

> "اس شہر کا منتظم مَیں نہیں۔ یہ اکالی ہیں۔ اس لئے ان کے کسی کام میں دخل دینا میری طاقت سے باہر ہے۔۔۔۔۔۔ گورو کی بے ادبی کوئی بھی سکھ برداشت نہیں کر سکتا۔" [۲]

اس ایک واقعہ سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ سکھ حکومت میں مسلمانوں کو کس حد تک مذہبی آزادی تھی۔ شیعہ حضرات نے اگر محرم کے ایام میں تعزیہ نکال دیا تھا۔ تو یہ کوئی بڑی خوفناک بات نہ تھی۔ اور دوسرے وہ سکھ حکومت کی رعایا نہ تھے۔ بلکہ مہمان تھے۔ سکھوں کو تو اس مذہبی تقریب میں اپنے مسلمان مہمانوں سے ہر ممکن تعاون کرنا چاہیئے تھا۔

بعض سکھ ودوانوں نے سکھوں کی اس ہڑبونگ کو جائز قرار دینے کے لئے یہ عذر پیش کیا ہے کہ

---

[۱]:۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم ص ۱۲۔ تواریخ پنجاب لالہ کنھیا لال ص ۱۹۹۔ کیمپ ڈکورٹ کا ترجمہ ص ۶۳، سکھ اتہاس کے لیکچر ص ۳۰۸۔

[۲]:۔ شیر پنجاب مصنفہ گیانی امر سنگھ جی ص ۶۔

مسلمانوں کے تعزیئے سے دربار صاحب کے کیرتن میں دقت پیدا ہو گئی تھی [۱] اور مسلمانوں نے مہاراجہ کی دریا دلی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی [۲] ان کے یہ عذرات قابل قبول نہیں۔ ان مسلمانوں نے وہ تعزیہ دربار صاحب یا ہر مندر صاحب کی حدود کے اندر نہیں نکالا تھا۔ بلکہ باہر بازار میں نکالا تھا۔ اور باہر بازار میں خود سکھوں کے جلوس اور نگر کیرتن اب تک نکلتے چلے آرہے ہیں۔ اور وہ نگر کیرتن یا جلوس تو ڈھول ڈھمکوں اور باجوں گاجوں سے آراستہ کئے جاتے ہیں۔ بالفرض اگر کوئی بات بھی تھی تو وہ چند منٹ کی ہی تھی۔ مہمان نوازی کا تقاضا تھا کہ سکھ اپنے مہمانوں کو بخوشی تعزیہ نکالنے دیتے۔ اور ان سے ہر ممکن تعاون کرتے۔ کیونکہ وہ غیر حکومت کے سپاہی تھے۔ سکھوں کی رعایا نہیں تھے۔ سکھوں کا ہڑبونگ مچانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ انہیں اپنی حکومت کا گھمنڈ تھا۔ اور وہ حکومت ایسی تھی کہ جس کا حکمران بھی ان کے سامنے بے بس تھا۔ ان کے نزدیک سکھ حکومت میں کسی غیر سکھ کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنی مذہبی رسومات اور اپنے مذہبی تیوہار منا سکے۔ مہاراجہ کی فراخدلی سے ناجائز فائدہ اُٹھانے والی بات بھی خوب کہی گئی ہے۔ کیا کسی اسلامی حکمران کی سکھ رعایا اگر کسی گورو کے جنم دن کے موقعہ پر نگر کیرتن نکالے تو یہ اس حکمران کی فراخدلی سے ناجائز فائدہ اُٹھانا کہا جائے گا؟ پس کسی شخص کا سکھ حکومت کو سیکولر سٹیٹ بیان کرنا سچائی کا مُنہ چڑانے والی بات ہے۔ معلوم نہیں اس میں گورو کی بے ادبی والی کونسی بات تھی جسے برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس وقت سکھوں نے تعزیئے پر حملہ کیا۔ اور مسلمانوں نے مقابلہ کیا تو سکھ آگے آگے بھاگ نکلے [۳] مہاراجہ جی نے جب یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اُن کے طوطے اُڑ گئے۔ اُنہوں نے یہی مناسب خیال کیا کہ انگریزی سفیر سے معافی مانگ کر معاملہ رفع دفع کروایا جائے۔ جیسا کہ انکا بیان ہے، کہ:۔

> "مہاراجہ جی نے اپنی دانائی سے صاحب موصوف کو بہت جلد ٹھنڈا کر لیا اکالیوں کی متعصب طبیعت کا حال کئی طرح سے بیان کر کے ظاہر کیا۔ کہ آپ معاف کریں۔" [۴]

مہاراجہ جی کا انگریزی سفیر سے معافی مانگ کر معاملہ کو رفع دفع کروا دینا۔ اور اس طرح پیچھا چھڑا لینا۔ ان کے تدبر پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ جس طرح اس انگریزی سفیر کے مٹھی بھر مسلمان

۱:۔ رسالہ گورمت پرکاش امرت سر جولائی ۱۹۶۴ء؛ ۲:۔ رسالہ گورمت پرکاش امرت سر جولائی ۱۹۶۴ء؛

۳:۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم صفحہ ۱۰۳؛ ۴:۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم صفحہ ۱۰۳؛

سپاہیوں نے ہزاروں ہزار حملہ آور سکھوں کو مار مار کر بھگا دیا تھا۔ بات بڑھ جاتی تو شاید مہاراجہ جی کو امرتسر شہر سے ہی ہاتھ دھونے پڑتے۔ انگریز تو اس وقت تاک میں بیٹھے تھے۔ انہیں تو حملہ کرنے کا بہانہ ہی چاہئے تھا۔ اور وہ بہانہ خالصہ جی کی حماقت نے خود چھیڑ خانی کر کے پیدا کر ہی دیا تھا۔ امرتسر میں چند مسلمانوں کے تعزیہ نکالنے پر وہاں کے سکھوں کا بھڑک اٹھنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ سکھ ان دنوں کسی غیر سکھ کو مذہبی تیوہار منانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ورنہ ان کے مشتعل ہونے کی اور کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔

سکھ مؤرخین کے نزدیک مہاراجہ رنجیت سنگھ جی خود کو گورو گوبند سنگھ جی کا خادم سمجھتے تھے۔ اور اپنی حکومت کا یہ ضروری فرض تصور کرتے تھے کہ وہ سکھ مذہب کی ترقی کی تدابیر اختیار کریں۔ گوردواروں کے نام بڑی بڑی جاگیریں وقف کرنا سکھ دھرم کی تقویت اور استحکام ہی کے خاطر تھا۔

ایک سکھ وِدوان بیان کرتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے ایک مرتبہ اپنے جذبات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا تھا کہ:-

"دھیان سنگھ.......آپ کے علاقہ میں سکھی پرچار بہت کم ہے۔........ ہاں بھئی۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ جس گورو گوبند سنگھ جی کی مہربانی سے خالصہ راج کر رہا ہے۔ اس کا امرت سے (زندگی بخش) پیغام جگہ جگہ پہنچانا ہمارا فرض ہے۔" ؎۱

موجودہ زمانہ کے بعض اہل قلم سکھ صاحبان کا خیال ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے کسی بھی غیر سکھ کو امرت چھک کر خالصہ پنتھ میں داخل ہونے کی تلقین نہیں کی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

"مہاراجہ جی نے غیر سکھوں کو کبھی بھی امرت چھکنے کا حکم نہیں دیا۔ البتہ سکھوں کے لئے یہ ضروری تھا۔ فوجی نقطہ نگاہ سے ہر ڈیرے کے ساتھ نشان صاحب کے تحت سری گورو گرنتھ صاحب اور اگرنتھی ہوتے تھے۔" ؎۲

مگر یہ بات درست نہیں۔ خود سکھ وِدوانوں کو مسلّم ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی لوگوں کو زبردستی سکھ بنانے میں کوشاں رہتے تھے۔ اگر کوئی شخص مہاراجہ جی کے اس حکم کی تعمیل نہیں کرتا تو اس کی جائیداد تک ضبط کر لی جاتی تھی۔ جیسا کہ ایک مصنف کا بیان ہے کہ:-

ایک مرتبہ مہاراجہ صاحب نے اپنے ایک اہلکار جمعدار خوشحال سنگھ کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی رام لال کو امرت چھکا کر سکھ بنائے۔ مگر وہ امرت چھکنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اور بھاگ کر انگریزی

؎۱:- رسالہ سکھ دھرم امرتسر فروری ۱۹۶۳ء ☆ ؎۲: رسالہ گورمت پرکاش امرتسر جولائی ۱۹۶۴ء ☆

علاقہ میں چلا گیا۔ جب مہاراجہ صاحب کو اس کا علم ہُوا۔ تو وہ آگ بگولہ ہوئے اور کہا کہ:۔

"ہیں۔ یہ بات۔ نمک حرام خوشحال سنگھ کی یہ کرتوت۔ ہمارے کہنے کا الٹا اثر" ۔[1]

مہاراجہ جی کی ناراضگی یہاں پر ہی ختم نہ ہوئی۔ ان کی طرف سے دوسرے دن ہی یہ حکم جاری ہُوا کہ:۔

"ہمارے حکم کی پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے جمعدار خوشحال سنگھ کو سردار صاحب ڈیوڑھی کے عہدہ سے برخاست کیا جاتا ہے۔ اور رام لال کو انگریزی علاقے میں بھجوانے کے جرم میں اس پر پچاس ہزار روپیہ جرمانہ کیا جاتا ہے۔ یہ رقم اس کی جائیداد سے وصول کر کے جلد از جلد خالصہ راج کے خزانہ میں داخل کی جائے" ۔[2]

اس سے یہ امر واضح ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی غیر سکھوں کو حکماً سکھ بنانا جائز سمجھتے تھے۔ اگر ان کا حکم ماننے سے انکار کیا جاتا تھا تو اسے سزاء کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس شخص کے بھائیوں تک کو بھی سزاء دیدی جاتی تھی۔ جیسا کہ خوشحال سنگھ کے بھائی رام لال کے مندرجہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے۔ رام لال نے اگر امرت چھکنے سے انکار کیا تھا۔ اور بھاگ کر انگریزی علاقے میں چلا گیا تھا۔ تو اس میں قانونی لحاظ سے خوشحال سنگھ کا کوئی جُرم یا قصور نہ تھا۔ مگر مہاراجہ جی نے اسے ملازمت سے الگ کر دیا۔ اور پچاس ہزار جُرمانہ کے عوض میں اسکی جائیداد ضبطی کا بھی حکم دے دیا۔ اس صورت میں کسی کا یہ بیان کرنا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں لوگوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ ہرگز درست نہیں۔

سکھ ودوان بیان کرتے ہیں کہ جب رام لال کو علم ہُوا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم کے مطابق امرت نہ چھکنے کے جرم میں اس کے بھائی کی جائیداد بھی جاتی رہی اور ملازمت بھی۔ تو وہ بے چارہ انگریزی علاقہ سے واپس آ گیا۔ اور امرت چھک کر سکھ بن گیا۔ مہاراجہ صاحب خوش تو ہو گئے مگر وہ دوبارہ سردار صاحب ڈیوڑھی نہ بن سکا۔[3]

سکھ کتب سے واضح ہے کہ دوسروں کو ہر ممکن طریق سے سکھ بنانا ہمیشہ مدنظر رکھا گیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں گورو گوبند سنگھ جی کا یہ ارشاد بیان کیا گیا ہے کہ:۔

---

[1]:۔ رسالہ سکھ دھرم امرتسر فروری ۱۹۶۳ء؛ [2] رسالہ سکھ دھرم امرتسر فروری ۱۹۶۳ء، تواریخ گورو خالصہ اُردو صفحہ ۱۳۷؛ [3]۔ رسالہ سکھ دھرم امرتسر فروری ۱۹۶۳ء؛

" بھائی دیا سنگھ جی کے رہت نامہ میں

جیوں تیوں کرتن سنگھ بناوے ÷ مانے نہ تے لوبھ دکھاوے

لکھا ہُوا ملتا ہے ۔" [۱]

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بندہ نے پہاڑی راجاؤں کے سامنے بھی دو باتیں پیش کی تھیں ۔ سکھ دھرم قبول کر لو یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :-

" آپ آنند پور جا کر پہاڑی راجاؤں کو حکمنامہ لکھا کہ یا سکھ دھرم قبول کر کے ہمارے باجگذار بن جاؤ ۔ ورنہ جنگ کرو ۔" [۲]

سکھ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سکھ حکومت کے دوران سکھ دھرم کے پرچارک جبر اور تشدد سے بھی کام لیتے رہے ۔ چنانچہ مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ پنجاب سنگھ کی سمپرداء کے لوگوں نے ہزاروں کو جبراً سکھ بنایا تھا ۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ :-

سنگھ پنجاب جگت بدانا ÷ سمپرواۓ چلی مہانا

دوزہ سنگھ تس کے پڑ چیلے ÷ کشمیر دوئے سے رنج سنگ میلے

کشمیر اور پوٹھوہارین ÷ جبراً سنگھ سجائے اپارین [۳]

یعنی ۔ پنجاب سنگھ کے فرقہ سے تعلق رکھنے والے بھائی روزہ سنگھ نے اپنے ساتھ دو سَو کے قریب سکھ شامل کر کے کشمیر اور پوٹھوہار میں سکھ دھرم کا پرچار کیا ۔ اور بیشمار لوگوں کو جبراً سکھ بنایا ۔

انگریزی حکومت کے دَوران بھی بعض سکھ حکمران خود کو سکھ دھرم کا محافظ سمجھتے رہے ۔ اور اس سلسلہ میں دوسروں پر سختی کرتے رہے ۔ چنانچہ مہاراجہ نریندر سنگھ والئے پٹیالہ کے بارے میں ایک سکھ ودوان نے یہ بیان کیا ہے کہ :-

" مہاراجہ پٹیالہ سری مان نریندر سنگھ جی نے .... اپنی ریاست میں گلاب داسیوں کے پرچار کو جبراً روک دیا تھا ۔" [۴]

ایک اور صاحب نے بیان کیا ہے کہ :-

" مہاراجہ نریندر سنگھ پٹیالہ نے سنگھ سبھا تحریک کو کامیاب بنانے کی بیحد کوشش کی ۔ پٹیالہ ریاست میں گلاب داسیوں کا زہریلا پراپیگنڈا جبراً روک دیا ۔" [۵]

---

[۱] :- بچوبچ ص ۳۹ ÷ [۲] :- بابا بندہ بہادر ص ۵۴ ، مالوہ اتہاس جلد ۲ ص ۲۲ ÷ [۳] :- پنتھ پرکاش چھاپہ پنجم ص ۸۶۸ ÷

[۴] :- خالصہ پارلیمنٹ گزٹ اکتوبر ۱۹۵۱ء ÷ [۵] :- خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر ۱۹۵۷ء ÷

یہ بھی لکھا ہے کہ :-

"مہاراجہ نریندر سنگھ بہادر وغیرہ راجاؤں اور سردار بہادروں نے گلابداسیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا ...... دیہات میں چوہدریوں نے پکڑ پکڑ کر سزائیں دیں" ۔ ؎۱

سکھ تاریخ سے واضح ہے کہ غیر سکھوں کو لالچ کے ذریعہ سکھ بنانے کا سلسلہ بھی جاری رہا خود مہاراجہ رنجیت سنگھ جی لوگوں کو کیس اور داڑھیاں رکھنے کی ترغیب دینے کیلئے روزینے مقرر کرتے رہے ۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ :-

"چڑھتے سورج کو سلام کرنے والے اور اس سورج کی دھوپ میں گھاس سکھانے والے لوگ کیس اور داڑھیاں رکھ کر مہاراجہ جی سے روزینے اور وظیفے وصول کیا کرتے تھے" ۔ ؎۲

یعنی جبر کے ساتھ ساتھ لالچ دینے کی حکمت عملی بھی اختیار کی گئی ۔ اور جہاں تک حقائق کا تعلق ہے ۔ اس حکمت عملی پر ہر زمانہ میں عمل کیا جاتا رہا ۔ چنانچہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کے ایک پرچارک گیانی رستم سنگھ جی کا ایک کارنامہ اس تعلق میں پیش کیا جاتا ہے :-

"گیانی رستم سنگھ جی پرچارک سکھ مشن نے سکھی کی اعلیٰ مثال قائم کی ہے ۔ وہ یہ کہ وہ بنجارہ خاندان کے ایک ہندو نوجوان کو سکھ بننے کی تحریک کر رہے تھے ۔ لڑکے نے جواب دیا کہ سکھ بن جانے سے مجھے کیا ملے گا ؟ گیانی جی نے کہا کہ پھر میں اپنی لڑکی کا رشتہ تجھ سے کر دوں گا ۔ اس لڑکے کے سکھ بن جانے کے بعد گیانی جی نے اپنی لڑکی مہندر کور کی شادی اس سے کر دی" ۔ ؎۳

سکھ حکومت کے دوران بڑے بڑے سکھ بزرگ کہلانے والوں نے بھی لوگوں کو سکھ بنانا اپنے ذمے لے لیا تھا ۔ اور سکھوں کی تعداد بڑھانا اپنا نصب العین بنا لیا تھا ۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ سکھوں کی تعداد میں کمی کسی وقت بھی سکھ حکومت کی صف لپیٹ دینے کا موجب بن سکتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بابا صاحب سنگھ بیدی ایسے سکھ بزرگ بھی اس کام میں مصروف ہو گئے ۔ یہ صاحب سنگھ بیدی وہی بزرگ ہیں جن کے ہاتھوں مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی تاج پوشی کی رسم ادا کی گئی تھی ۔ اور جنہیں گورو گوبند سنگھ جی کا اوتار مانا جاتا تھا ۔ اور خیال کیا جاتا تھا کہ گورو صاحب موصوف نے بابا صاحب بیدی کی

؎۱ :- بھارت مت درپن صفحہ ۱۲۹ ؎۲ :- ؎۳ :- رسالہ گورمت پرکاش جولائی سنہ ۱۹۶۳ء

شکل میں دوبارہ جنم لیا ہے۔ جیساکہ مرقوم ہے کہ :۔

"یہ اپنے زمانہ میں گورونسل بیدی اور سوڈھی صاحبزادوں کی طرح گورو مشہور تھے۔ اور بعض لوگوں کے بقول خود گورو گوبند سنگھ جی کے اوتار تھے۔" [۱]

یعنی :۔

"(گورو گوبند سنگھ جی) نے فرمایا کہ .... یقیناً ہم آپ (بابا کلادھاری) کے پوتے ہو کر آپ کے گھر آئیں گے۔ بابا صاحب نے اس "بر دان" سے بہت خوش ہو کر گورو صاحب کی بہت تعریف کی ...... چنانچہ بابا کلادھاری کے بیٹے بابا اجیت سنگھ کے گھر چیت وَدی پنچمی ۱۸۱۲ء مطابق ۱۷۵۶ء کو بابا صاحب سنگھ کا جنم ہوا۔

اس کہانی کے مطابق بیدی صاحبان بیدی صاحب سنگھ کو گورو گوبند سنگھ کی گدی کا مالک گورو کہتے ہیں۔" [۲]

بیدی صاحب سنگھ جی نے سکھوں کی تعداد بڑھانے میں جو کوشش کی اس کے متعلق ایک سکھ وِدوان نے یہاں تک لکھا ہے کہ :۔

"کون نہیں جانتا کہ بابا صاحب سنگھ بیدی سکھ راج میں ایک ایسی شخصیت تھے جنہوں نے سکھوں کی ترقی کے لئے آخری دم تک لگاتار کوشش کی۔ ان کا یہ معمول تھا۔ کہ پانچ اشخاص کو امرت چھکا کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ سکھ دربار میں آپ کا بہت احترام تھا۔ آپ کو راج آچاریہ خیال کیا جاتا تھا۔" [۳]

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے لکھا ہے کہ بابا صاحب سنگھ جی بیدی ان لوگوں میں سے تھے جو جانوروں (گائیوں) کو انسانوں (مسلمانوں) پر ترجیح دیتے تھے۔ اور انہیں قتل کرنا بھی جائز خیال کرتے تھے۔ چنانچہ بیدی صاحب نے ایک مرتبہ مالیرکوٹلہ کے خلاف گائے کی حفاظت کے سوال پر مذہبی جنگ کا اعلان کر دیا تھا۔ جیساکہ مرقوم ہے کہ :۔

"سمت ۱۸۹۳ بکرمی (مطابق ۱۸۳۷ء) میں بیدی صاحب نے جو کہ گورونانک جی کی اولاد میں سے تھے۔ مالیرکوٹلہ کے خلاف مذہبی جنگ کا اعلان کر دیا تھا۔ کیونکہ وہاں کے افغان گائیوں کو ذبح کرتے تھے۔" [۴]

---

[۱]:۔ بیان خاندان کرامت نشان بیدیاں منقولہ از سکھ اتہاس دل صفحہ ۵۵ ٭ [۲]:۔ سکھ اتہاس دل صفحہ ۵۵ ٭

[۳]:۔ اکالی پتر کا جالندھر ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۰ء ٭ [۴]:۔ بہہ ملے اتہاسک لیکھ صفحہ ۳۰ و رسالہ پھلواڑی اتہاس نمبر ۱۹۳۰ء ٭

گویا کہ بیدی صاحب سنگھ جی کے نزدیک جانوروں کی حفاظت میں انسانوں کا خون بہانا دھرم کی بہت بڑی خدمت تھی۔ اور خالصہ راج کے سیکولرازم میں کسی شخص کو اپنے مذہب کے مطابق خوراک کھانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔

پس یہ بات تو درست ہے کہ حکمران قوموں کی قلت اور کثرت امور سلطنت پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یقینی امر ہے کہ منافقین کی تعداد میں اضافہ کسی قوم کی تقویت کا باعث نہیں بن سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی سکھ راج کی صف لپیٹ دی گئی۔ تو سکھوں کی تعداد میں سینکڑوں یا ہزاروں کی نہیں۔ بلکہ لاکھوں کی کمی آگئی۔ اور وہ ایک کروڑ سے صرف ۱۸، ۱۷ لاکھ ہی رہ گئے [۱]۔ چنانچہ ایک سکھ بزرگ بھائی جودھ سنگھ جی ریٹائرڈ پرنسپل خالصہ کالج امرتسر نے اس کمی پر تبصرہ کرتے لکھا ہے کہ :۔

"یہ بات یقینی ہے کہ سکھ حکومت کے دوران سکھی اصول کمزور ہو گئے تھے جس کا واضح ثبوت ان بہروپئے سکھوں کی کرتوت ہے جو دنیاوی لالچ سے بھیکھ دھاری بن گئے تھے۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد انگریزوں سے مل کر جنہوں نے سکھ طاقت کو تباہ کیا تھا۔ جب سکھی چلن زوروں پر تھا۔ ایک سکھ بھی اپنی جان بچانے کیلئے یا کسی لالچ میں آکر خالصہ کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتا تھا۔ مگر جب تعداد بڑھانے کا شوق پیدا ہوا اور اصول ڈھیلے پڑ گئے تو سینکڑوں سکھوں نے غداری کرنے سے دریغ نہ کیا" [۲]

ایک اور سکھ مصنف رقمطراز ہیں کہ :۔

"سکھوں کی حکومت میں حلوہ مانڈہ کے یار بنے ہوئے سکھ تو دنوں میں ہی رام۔ رام۔ توبہ۔ توبہ اور یسوع مسیح کے بھگت بن گئے ...... سکھوں کی بڑھ رہی تعداد کم ہونے لگی اور بہت کم ہو گئی" [۳]

مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ جی نے فرمایا ہے کہ :۔

"سکھ حکومت کے خاتمہ کے بعد سکھ قوم کی حالت بہت ہی قابل رحم ہو گئی تھی حکومت کی وجہ سے ایسے لوگ بھی سکھ بن گئے تھے جن میں سکھ دھرم سے کوئی عقیدت نہ تھی ایسے

---

[۱]:۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر نومبر ۱۹۵۴ء ، خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء ؛
[۲]:۔ پنتھ لئی ٹھیک راہ صفحہ ۱۵ ؛ [۳]:۔ جگ پلٹاؤ گورو صفحہ ۲۲ ؛

لوگوں نے سکھ دھرم کو جلد ہی ترک کر دیا...... اس شکست کا اثر صرف تعداد پر ہی نہیں پڑا تھا۔ بلکہ سکھوں میں اداسی اور مایوسی چھا گئی تھی۔" [1]

یہ ایک اٹل سچائی ہے کہ جو قومیں دوسروں پر اپنے عقائد جبراً ٹھونسنے کی عادی ہوتی ہیں وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتیں۔ کیونکہ جب بھی حالات بدلتے ہیں۔ (اور حالات نے بہر حال بدلنا ہی ہوتا ہے) تو وہ لوگ جو جبری رسی میں بندھے ہوتے ہیں۔ رسّی ٹوٹتے ہی نکل بھاگتے ہیں۔ اور اس قوم کا کھوکھلا پن دنیا کے سامنے آجاتا ہے۔

پس سکھ اقتدار کے دنوں جبر اور لالچ دونوں طریق سے سکھوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مار سے ڈر کر یا لالچ کی وجہ سے بکثرت لوگ سکھ بن گئے اور ان کی تعداد ایک کروڑ کے قریب جا پہنچی۔ مگر جونہی مارنے والا ڈنڈا ٹوٹا تو ایسے لوگوں کی سکھی بھی ختم ہو گئی۔ اور وہ سر مُنہ منڈوا کر اپنے آبائی مذاہب میں لوٹ گئے [2] اور سکھوں کی تعداد بمشکل ۱۸ - ۱۷ لاکھ رہ گئی [3] اس کمی کے پیشِ نظر ایک وقت ایسا بھی آیا جب یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ مردم شماری کے فارموں میں سے کہیں سکھوں کے نام کا خانہ ہی خارج نہ کر دیا جائے۔ [4]

اس کے مقابل پر ایک ہندو ودوان مہاشہ سنت رام جی بی۔ اے نے مسلمانوں سے متعلق اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ :-

"ہندوؤں نے سیاسی طور پر اسلام کو شکست دیدی تھی۔ مگر سماجی طور پر اسلام بڑھتا رہا۔ وہ سکھوں کے عہد میں بھی بڑھا [5] اور مرہٹوں کے راج میں بھی۔ اس وقت بھی حیدر آباد کی حکومت میں مسلمان حکمران کے ماتحت بڑھ رہا ہے اور نیپال میں ہندو راج کے ماتحت بھی۔" [6]

گویا اسلام ہر زمانہ میں اپنی قوت قدسیہ سے پھیلا اور اُس نے ہر دور میں ترقی کی اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ اور اسے کبھی بھی لاکھوں کی تعداد میں ارتداد سے واسطہ نہیں پڑیگا کیونکہ یہ ایک روحانی مائدہ ہے ؛

---

[1] :- پنتھ دی چڑھدی کلا ص۵۶ ؛ [2] :- رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ جنج کھنڈ ڈھبور ڈستمبر۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء و رسالہ سنت سپاہی امرتسر نومبر ۱۹۵۱ء ؛ [3] :- ورتمان سکھ راجنیتی ص۲۲ ، گورو پنتھ دی چڑھدی کلا ص۵۶ ، رسالہ سنت سپاہی امرتسر اگست ۱۹۴۸ء و اگست ۱۹۵۱ء و ہفت روزہ دیگ و تیغ امرتسر جون ۱۹۵۱ء ۔

[4] :- اجیت جالندھر ۳ نومبر ۱۹۶۰ء ؛ [5] :- گیانی گیان سنگھ جی کے بقول سکھوں کے عہد میں بیشمار ہندو صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ وہ اپنے گھروں میں وضو کر کے نمازیں پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ اور دوسری اسلامی رسومات بھی ادا کرتے تھے۔ یہ اسلام کا روحانی اثر تھا (ملاحظہ ہو پنتھ پرکاش ص۳۳ ، ص۸۴ حاشیہ) ؛

[6] :- ہمارا سماج ص۱۸ ؛

سکھ حکومت میں غیر سکھ ملازم

سکھ مؤرخین کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی حکومت کے دَوران غیر سکھوں کو بھی ملازمتیں دیں ۔ اور بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا ۔ اور یہ امر بطور ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ صاحب کے راج کی بنیاد سیکولرازم پر تھی ۔ اور غیر سکھوں کو حکومت میں پُوری نمائندگی حاصل تھی ۔ چنانچہ ایک سکھ کا بیان ہے کہ :-

"سکھ راج یعنی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کی خوبیوں اور عدل کی گواہی تاریخ دے رہی ہے .... اس کے عہد میں پوری اور مکمل آزادی تھی ۔ مسلمان ، ہندو اور سکھ سبھی اپنے اپنے مذہب پر خوش اور قائم تھے ۔ انتظامیہ صحیح معنوں میں سیکولر تھی یعنی مذہبی تعصب اور فرقہ داری سے بالا تھی ۔ حکومت میں ہندو مسلمان بہت ملازم تھے ...... تاریخ میں ایسے سیکولر راج کی مثال دُنیا کے کسی حصّہ سے بھی نہیں ملتی ۔" [۱]

یہ تو درست ہے کہ مہاراجہ صاحب نے بعض غیر سکھوں کو جن میں صرف ۵ مسلمان تھے [۲] اپنے دربار میں عہدے دے رکھے تھے ، اور بعض انگریزوں اور فرانسیسیوں کو بھی اپنی فوج میں ملازم رکھا ہُوا تھا جن کی تعداد بعض کے نزدیک ۴۲ تھی [۳] بعض کے نزدیک ۷۰ سے زیادہ [۴] اور بعض کے نزدیک ۲۷ تھی [۵] ایک صاحب نے ان کی تعداد ایک سَو دس بیان کی ہے [۶] اور ان کو ساڑھے تین ہزار روپے ماہوار سے لے کر پانچ ہزار ماہوار تک تنخواہ دی جاتی تھی [۷] مگر محض اس بناء پر سکھ راج کو لادینی حکومت قرار دینا درست نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ سکھ مصنفین تسلیم کرتے ہیں کہ جن غیر سکھوں کو مہاراجہ نے ملازمتیں دیں ۔ ان سے بعض شرائط منوائیں ۔ اگر وہ ان شرائط کو تسلیم نہ کرتے تو انہیں کسی

---

۱ :- رسالہ گورمت پرکاش امرتسر جون ۱۹۶۰ء ۔ ۲ :- اتہاس ڈنکر مانبس بندی براہمن جگت گوردت ۱۱۸ ۔
۳ :- اتہاس ڈنکر مانبس بندی براہمن جگت گوردت ۱۱۸ ۔ ۴ :- " " " " ۔
۵ :- رسالہ گورمت پرکاش امرتسر جنوری ۱۹۶۵ء ۔ ۶ :- رسالہ گورمت پرکاش امرتسر دسمبر ۱۹۶۴ء ۔
۷ :- اتہاس ڈنکر مانبس بندی براہمن جگت گوردت ۱۱۸ ۔

قسم کی ملازمت ملنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ سکھ مؤرخین کے نزدیک غیر سکھوں کے لئے ان شرائط کی پابندی اشد ضروری تھی۔

"اوّل :- وہ گائے کا گوشت نہیں کھائیں گے۔

دوم :- وہ ڈاڑھی نہ تو کترائیں گے اور نہ منڈوائیں گے۔

سوم :- تمباکو نہیں پیئیں گے" ؎۱

اس سلسلہ میں یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ :-

"خواہ مہاراجہ صاحب کی حکومت غیر فرقہ دارانہ تھی لیکن پھر بھی اسے سکھ راج کہا جاتا تھا۔ چڑھتے سورج کو سلام کرنے والے اور اس سورج کی دھوپ میں گھاس سکھانے والے کیس داڑھیاں رکھ کر مہاراجہ سے رد زینے اور وظیفے حاصل کرتے تھے۔ دیوان چند ڈاڑھی والا کو جو مہاراجہ کا پوسٹماسٹر جنرل تھا۔ درشنی داڑھی کی حفاظت کے لئے الاؤنس ملتا تھا" ؎۲

پس ثابت ہوا کہ سکھ راج کو لادینی قرار دینا حقیقت کے منافی ہے۔ کیونکہ دنیا کی کسی بھی غیر مذہبی لادینی، سیکولر اور دھرم نرپکھ راج کے لئے یہ مناسب نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ لوگوں کے رہن سہن اور کھانے پینے پر پابندیاں لگائے۔ اور کسی کو اس کے مذہب کی مقرر کردہ خوراک کو کھانے کی ممانعت کردے۔ سیکولر حکومت کو اس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ کوئی گائے کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے یا بکری کا۔ یا کوئی سرے سے ہی گوشت خوری کے خلاف ہے۔ اور نہ ہی اسے اس سے کوئی واسطہ ہونا چاہیئے کہ کوئی سر پر بال رکھتا ہے یا نہیں۔ کوئی داڑھی منڈواتا ہے یا نہیں۔ نیز کسی کو حقّہ پینا پسند ہے یا نہیں۔ اس لئے اگر کوئی حکمران اپنے ملازموں سے ایسی شرائط کی پابندی کرواتا ہے۔ اور انہیں ملازمتیں ایسی شرائط پر دیتا ہے جن میں اس کے اپنے ذاتی مذہبی جذبات یا احکامات کا دخل ہو۔ تو ایسی حکومت کو لادینی یا دھرم نرپکھ حکومت قرار دینا سراسر حقائق کے منافی بات ہوگی۔

ایک سکھ وِدوان نے یہ بیان کیا ہے کہ مہاراجہ غیر سکھوں خصوصاً غیر ملکیوں کو ملازمت دیتے وقت ان کو اپنے سروں پر پورے بال رکھنے کی شرط پر بھی عمل کروایا کرتے تھے۔ اور وہ مہاراجہ جی

؎۱ :- سکھ راج ص۳۰۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ ص۹۹۔ سکھ اتہاسک لیکچر ص۳۳۵ ؛

؎۲ :- گورمت پرکاش امرت سر جولائی ۱۹۶۴ء ؛

کی ملازمت اختیار کرنے کے لئے اپنے سروں پر کیس اور مونہوں پر پوری ڈاڑھیاں رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"ان کے لئے لاہور دربار کی ملازمت قبول کرتے وقت بعض ایسی شرائط تھیں جن پر عمل کرنا ان کے لئے ضروری تھا۔ وہ شرائط یہ تھیں کہ وہ خالصہ کے اصولوں کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ تمباکو نہیں پیئیں گے۔ ڈاڑھی، کیس رکھیں گے۔ گائے کا گوشت نہیں کھائیں گے۔ اور ہندوستانی عورتوں سے شادی نہیں کریں گے۔
ان شرائط کو تسلیم کرکے جنرل الارڈ۔ ومن تورہ۔ ایوی ٹیبل وغیرہ یورپین افسروں نے جو شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں آئے ڈاڑھیاں اور کیس رکھ لئے تھے۔ اور دیکھنے والوں کو وہ پکے سکھ معلوم ہوتے تھے۔" ؎۱

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کرامت

سکھ مصنفین کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ کو "مرد کا چیلہ" ؎۲ اور کرشن جی کا اوتار تک کہا گیا ہے ؎۳ اور موجودہ زمانہ کے اکثر سکھ مہاراجہ جی کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اور کافی عرصہ تک وہ بھارت اور افغانستان وغیرہ علاقوں سے پاکستان آکر لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی سمادھ پر ان کی برسی مناتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مہاتما کلیان داس جی نے بیان کیا ہے کہ:۔

"آج کل بہت مقامات پر گوردواروں میں گورو صاحبان کی طرح ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی برسی منائی جاتی ہے۔ اور یہ برسی منانے والے زیادہ تر رام گڑھئے ہیں۔" ؎۴

ایک اور سکھ ودوان لکھتے ہیں کہ:۔

"تعمیری تنقید سے گھبرانا بہادروں کا کام نہیں ..... مہاراجہ رنجیت سنگھ ایک عظیم سیاستدان تھے۔ ہم ان کی وکالت کرتے وقت بھول جاتے ہیں کہ وہ سیاستدان

؎۱:۔ پنجاب دیاں لہراں ص۱۸ ؛ ؎۲:۔ گوردگرنتھ کوش ص۸۳ ، دسم گورو درشن ص۲۰۸ ؛
؎۳:۔ سکھی تے سکھ اتہاس ص۲۳ ؛ ؎۴:۔ اتہاس وشکرما بنس بندی براہمن جگت گورو ص۱۱۷ ؛

تھے - اور راج شاہی کے سر مود تھے - وہ گورو صاحبان کی طرح دھرم کا پتلا نہیں تھے ان کی خوبیوں اور عیبوں کا تذکرہ ایک عام انسان کے کردار کی طرح ہونا چاہیئے - اس میں باقی ساری باتیں تھیں یہ تسلیم کرنے سے ہم کیوں انکار کریں - [۱]

گیانی مہندر سنگھ جی سیکرٹری شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرت سر نے ایک مرتبہ مہاراجہ جی کے بارے میں یہ بیان کیا تھا کہ :-

"شیر پنجاب جی گوجرانوالہ کی زمین میں پیدا ہوئے - یہ عام انسان تھے جنہوں نے ...... پنجابیوں کی مشترکہ حکومت قائم کی" [۲]

واقعہ یہی ہے کہ مہاراجہ صاحب ایک عام انسان تھے - جو مسلمانوں کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر پنجاب پر قابض ہو گئے - یہ کہنا درست ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی نا اتفاقی کی سزا کے طور پر سکھ حکومت ان پر مسلط کر دی تھی - مگر یہ عجیب بات ہے کہ موجودہ زمانہ کے اکثر سکھ انہیں سیاست کے علاوہ روحانیت میں بھی اہم مقام دینے میں کوشاں ہیں - چنانچہ ان کا ایک معجزہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب وہ پشاور کی طرف یلغار کر رہے تھے تو اٹک دریا نے انہیں راستہ دے دیا تھا - اور وہ مع اپنے ساتھیوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا میں سے گھوڑوں پر سوار دوسرے کنارے جا پہنچے - جیسا کہ سکھ ودوان رقمطراز ہیں :-

"مہاراجہ صاحب نے اسی وقت اکالی (پھولا سنگھ) کو اپنے ساتھ لیا - اور یکدم گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا - اور مہاراجہ کے پختہ ارادے کے سامنے اٹک کوئی بھی اٹک (روک) نہ ڈال سکا" [۳]

اس کے علاوہ کئی دوسرے مصنفوں اور مؤرخوں نے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت آسانی سے عبور کر لیا تھا [۴] البتہ بعض کے نزدیک مہاراجہ جی نے گھوڑے پر نہیں بلکہ ہاتھی پر سوار دریا پار کیا تھا - لکھا ہے - کہ :-

"مہاراجہ جی نے للکار کر بلند آواز میں کہا - اٹک اسے اٹکا سکتا ہے جس کے دل میں اٹک ہے - جھجک ہے - جس کے دل میں اٹک نہیں - انہیں یہ اٹک اٹکا نہیں سکتا -

---

[۱] :- روزنامہ اجیت جالندھر ۱۸ اگست ۱۹۶۸ء [۲] :- گورمت پرکاش امرت سر اگست ۱۹۶۴ء

[۳] :- شیر پنجاب ص ۸۶ [۴] :- مہاراجہ دلیپ سنگھ ص ۳۵ ، رسالہ سنت سپاہی امرت سر مارچ ۱۹۵۵ء

یہ کہکر پنجاب کے شیر نے اپنا ہاتھی دریا میں ڈال دیا۔ اور دریا کے درمیان میں جاکر وہ ہاتھی کو کھڑا کر کے ڈٹ گئے۔" ؎۱

اس کے برعکس ایک بھارتی وِدوان مہاتما کلیان داس جی نے یوں بیان کیا ہے کہ :۔

"بھائی ہری سنگھ گمونھتی [۴۶] اس جگہ کافی عرصہ رہا ہے۔ اُس نے بتایا ہے کہ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اٹک پار کرنے کے لئے ملاحوں سے معلوم کیا تو ملاح چھچھ ہزارہ کے پتن پر رنجیت سنگھ کو لے گئے۔ اس جگہ اٹک کا پانی چار پانچ جگہوں سے پھٹ کر بہتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں گاہن بنا ہوا تھا۔ اس جگہ سے رنجیت سنگھ پار ہوا۔ اور یہ راستہ بتانے والے ملاحوں کو رنجیت سنگھ نے ایک گاؤں معافی اور کشتی رانی کا محصول معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب انگریزوں کو پُل بنانے کے لئے ان ملاحوں نے پتن بتایا جس پر پل بنایا گیا۔ تو انہوں نے گاؤں اور کشتی رانی کا محصول اسی طرح قائم رہنے دیا۔ اس گاؤں کا نام ملاحی ٹولہ ہے۔ اور ملاحوں کو معافی میں ملا ہوا ہے۔" ؎۲

یعنی :۔

"ملاحوں نے پتن بتایا تھا جہاں سے رنجیت سنگھ کی فوج پار ہوئی۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ رنجیت سنگھ کے گھوڑا کھڑا کرنے پر اٹک کا پانی کھڑا ہو گیا تھا۔ اور جو بے سمجھ یہ بات کہتے ہیں کہ رنجیت سنگھ کے گھوڑا کھڑا کرنے پر دریا کا پانی رُک گیا تھا۔ وہ گورمت سے نابلد ہیں۔" ؎۳

سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے اپنے ایک مضمون میں نہنگ ہردت سنگھ کی یہ روائت نقل کی ہے کہ :۔

"جب سرکار (یعنی مہاراجہ رنجیت سنگھ) نوشہرہ پر حملہ آور ہوئی۔ اس وقت ہمارا والد بھی ساتھ تھا۔ جب فوج اٹک کے قریب پہنچی تو اس کو عبور کرنے کا راستہ نہ ملے۔ سب حیران ہو گئے .... ہرنام سنگھ نام کا ایک سکھ تھا جو بڑا عابد اور ضعیف تھا۔ ہمیشہ سے وہاں رہتا تھا۔ اسکی سرکار ملی۔ اور اس سے آسان راستہ دریافت کیا۔ وہ اوڈوں کے پتن پر دریا عبور کرنے کے لئے لے گیا۔ سرکار نے کڑاہ پرشاد کروا دیا۔ اور

؎۱ :۔ سکھ اتہاس حصہ دوم ص۱۱ ؎۲ :۔ اتہاس ڈسکرمانیس نندی براہمن جگت گورو ص۱۲۳ ؛

؎۳ :۔ اتہاس ڈسکرمانیس نندی براہمن جگت گورو ص۱۲۴ ؛

سوا سو کی تھیلی دریا میں پھینک کر اٹک میں داخل ہو گئے۔ سب فوج گذر گئی۔"[1]

یہ ایک عام واقعہ تھا جسے سکھ مصنفین نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کا معجزہ بنا دیا تاکہ لوگوں پر ان کا روحانی تقدس ظاہر کیا جا سکے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کا مُسلمانوں سے سلُوک

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے اپنے دَور میں مسلمانوں سے جو سلوک کیا وہ بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں کے برتاؤ سے کچھ مختلف نہیں۔ بیشک انہوں نے مہاتما کلیان داس جی کے بقول چند مسلمانوں کو اپنے دربار میں عہدے دے رکھے تھے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ من حیث القوم مسلمانوں سے ان کا برتاؤ اچھا تھا۔ اور مسلمان سکھ راج میں دوسرے درجے کے شہری نہیں تھے۔ سکھ مؤرخین کو مسلم ہے کہ مہاراجہ جی کا جس مسلمان کے خلاف جی چاہا۔ فوج کشی کی اور اسے ختم کر کے ہی دم لیا۔ اور بعض مسلمان رؤسا اور ان کی بیوہ بیگمات کی جائیدادیں بغیر کوئی بہانہ بنائے ضبط کر لیں اور سکھوں میں بانٹ دیں جیسا کہ گیانی گیان سنگھ جی فرماتے ہیں:۔

"مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے رائے الیاس کی بیوہ سے اس کا علاقہ لدھیانہ وغیرہ چھین کر اپنے ماموں راجہ جبیند کو عطاء کر دیا۔"[2]

گیانی صاحب موصوف نے اس بات کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا کہ مہاراجہ صاحب نے ایک بیوہ مسلمان عورت کا علاقہ کس جرم کی پاداش میں چھینا تھا۔ اور اپنے ماموں کو دے دیا تھا۔ اور ریوڑیاں بانٹنے والی مثال تازہ کی تھی۔ سکھ مصنفین کی تو یہ شہادت ہے کہ رائے الیاس کی بیگم کے دل میں سکھ دھرم کے خلاف جذبات نہیں تھے۔ بلکہ اس نے وقتاً فوقتاً گوردواروں کے نام زمینیں بھی لگائی تھیں۔ جیسا کہ سنت وساکھا سنگھ جی کا بیان ہے کہ:۔

"چوہدری رائے کلا کے بیٹے رائے احمد نے ۱۶۳۵ء میں رائے کوٹ آباد کر کے ریاست قائم کی۔ یہاں کے آخری رئیس الیاس کی بیوہ رانی بھاگ بھری ہیرا وغیرہ نے

---

[1] :۔ سردار کرم سنگھ، سٹوریں دی اتہاسک کھوج صفحہ ۲۰۱ ؛ [2] :۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم صفحہ ۸۸ ؛

سکھ گوردواروں کو بہت زمینیں اور داس کر دایئں "۔ [۱]

ایک اور مقام پر سنت صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ :۔

"جب رائے کوٹ ریاست بنی تو رائے کلا اور اس کے آخری راجوڑ ئے الیاس کی رانی بھاگ بھری نے اس گوردوارے کو بہت سی زمین دی جواب تک قائم ہے "۔ [۲]

پس مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کا ایک ایسی مسلمان بیوہ عورت کی جائیداد ضبط کر کے اپنے ماموں کے حوالے کر دینا۔ جس سکھ مصنفین کے مطابق سکھوں کے گوردواروں کے نام زمینیں لگائیں سنگدلی اور شقاوتِ قلبی کی ایک بدترین مثال ہے ۔

سنگدلی کی ایک اور مثال گیانی گیان سنگھ جی نے یہ بیان کی ہے کہ :۔

"پرگنہ تہاڑا جو تعلقہ بیاس میں واقع ہے ۔ الیاس غوث سے لیکر محکم چند کو بخشا "۔ [۳]

گیانی گیان سنگھ جی نے مسلمانوں پر مہاراجہ صاحب کی ایک اور "کرم فرمائی" کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :۔

"جگراؤں ۔ جنڈیالہ ۔ بددوالی ۔ تلونڈی ۔ ڈھاکہ ۔ دیسی وغیرہ تمام دیہات جو رائے الیاس کے قبضہ میں تھے ۔ راجہ جیند ۔ نابھہ ۔ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ ۔ دیوان محکم چند ۔ سردار دھادا سنگھ ۔ سردار مہنگا سنگھ وغیرہ کے درمیان تقسیم کر دیئے "۔ [۴]

اِس سلسلہ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ :۔

"۱۸۰۷ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نواب قطب الدین قصور والے کا علاقہ نہال سنگھ اٹاری والے کو جاگیر کے طور پر دے دیا "۔ [۵]

تاریخ میں ہم ایسی مثالیں تو پڑھتے ہیں کہ مہاراجہ صاحب نے مسلمان رؤسا کے علاقے ضبط کر کے سکھوں میں بانٹ دیئے ۔ مگر سکھوں کے اس سیکولر حکمران نے کسی سکھ رئیس کا کوئی علاقہ ضبط کر کے کسی مسلمان کو دیدیا ہو ۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ حالانکہ سکھ مسلوں کے سرداروں میں ایسے سردار موجود تھے جو مہاراجہ کے جانی دشمن تھے ۔ اور مسلمانوں میں فقیر عزیز الدین ایسے جاں نثار ۔ مہاراجہ جی نے قصور پر محض اس لئے فوج کشی کی تھی کہ وہاں کے رئیس قطب الدین خانصاحب اسلام کے نام پر ریاست بنانے کے خواہشمند تھے ۔ جیسا کہ گیانی گیان سنگھ جی نے لکھا ہے کہ :۔

---

[۱] :۔ مالوہ اتہاس حصہ اوّل ۔۔ ص ۱۲۱ ۔ [۲] :۔ مالوہ اتہاس حصہ اول ص ۱۱ ۔

[۳] :۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم ص ۳۸ ۔ [۴] تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم ص ۳۸ ۔ [۵] :۔ سکھ راج ص ۲۳ ۔

"مہاراجہ کو خبر پہنچی کہ قطب الدین خاں رئیس قصور نے صوبہ ملتان سے مل کر یہ منصوبہ گانٹھا ہے کہ فوج جمع کر کے بااتفاق پھر اپنی سلطنت محمدی قائم کریں۔ یہ سنتے ہی مہاراجہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور مارے غصّہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور حکم دیا کہ فوجیں جمع ہو کر قصور پر حملہ آور ہوں۔" [۱]

مہاراجہ صاحب نے جب یہ سُنا کہ مسلمان اپنا اسلامی نظام قائم کرنے کی تدابیر سوچ رہے ہیں تو آگ بگولہ ہو گئے اور ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ فوراً قصور پر حملہ کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ اسکی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے غیض وغضب اور بغض وعناد کے سوا کچھ نہ تھا۔ ورنہ کسی قوم کا اپنے علاقہ میں اپنے دینی نظام کو جاری کرنے کی تجاویز سوچنا کوئی جرم تو نہیں۔ اگر یہ گناہ ہے تو ؎

این گناہیست کہ در شہر شما باشد

مہاراجہ رنجیت سنگھ خود بھی بدرجہ اولیٰ مجرم تھے۔ کیونکہ وہ بھی تو خالصہ راج کے قیام کی خواہش رکھتے تھے۔ ہمیشہ اس کے لئے سرگرم رہے۔ اور دوسروں کے علاقوں پر زبردستی قبضے جما کر سکھ مملکت کو وسیع کرنے میں کوشاں رہے۔ اور اقلیت میں ہونے کے باوجود اکثریت پر اپنے خیالات ٹھونستے رہے۔

سکھ تاریخ سے واضح ہے کہ مہاراجہ جی نے اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ قصور پر حملہ کیا۔ اور جب انکی فوجیں شہر میں داخل ہوئیں تو ایک حشر برپا ہو گیا۔ اسکا ذکر گیانی گیان سنگھ جی نے یوں کیا ہے کہ:۔

"مہاراجہ صاحب کے بہادر سکھ تلواریں کھینچ کھینچ کر مسلمانوں پر جا پڑے۔ گویا کہ افغانوں پر آفت ٹوٹ پڑی ...... سکھوں کی فوج نے شہر میں گھس کر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ......

...... بہت سی اشراف عورتیں جنہوں نے ڈیوڑھی سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ اپنی عصمت اور عزّت کے خوف سے خود پھانسی لے کر مر گئیں۔ یا کوؤں میں ڈوب مریں۔ سکھوں نے بہت سی جوان اور خوبصورت عورتیں، لڑکیاں، لڑکے گرفتار کر کے قید کر لئے ...... شہر کو لوٹ کر محتاج کر دیا۔" [۲]

یہ کسی غیر سکھ کی طرف سے مہاراجہ رنجیت سنگھ جی پر الزام نہیں۔ بلکہ مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی کی طرف سے اعتراف حقیقت ہے۔ اس سے واضح ہے کہ مہاراجہ جی کے دل میں اسلام

---

[۱]: ۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ سوم صفحہ ۹۰

[۲]: ۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ سوم صفحہ ۹۰

اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی دشمنی تھی۔ اسی دشمنی کی بناء پر انہوں نے بہانہ بنا کر قصور پر حملہ کر دیا اور وہاں کے شہریوں پر قیامت برپا کر دی۔ مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کر کے اپنی سابقہ روایات کو پھر سے زندہ کر دیا۔

قصور کے بعد مہاراجہ جی نے ملتان کا رُخ کیا۔ اس سے قبل بھی مہاراجہ جی ملتان پر حملہ کر کے لوٹ مار کر چکے تھے۔ گیانی گیان سنگھ جی لکھتے ہیں۔ کہ اس بار جب مہاراجہ جی کی فوج ملتان پہنچی تو وہاں کے شہری بہت پریشان ہوئے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ سکھ فوجیوں کی لوٹ مار دیکھ چکے تھے۔ گیانی جی کے بقول:۔

"شہر کے بڑے بڑے چوہدری اتفاق کر کے نواب مظفر خاں کے پاس گئے۔ اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ یہ سکھوں کا لشکر آگے بھی ملتان کو تباہ کر گیا ہے۔ اور پھر برباد کرنے آیا ہے۔ جس طرح سے ممکن ہو۔۔۔۔۔۔ دیکر رخصت کر دو" [1]

یہ فریاد ظاہر کرتی ہے کہ سکھ حملہ کے وقت فوجی اور شہری میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے اور نہ بچوں اور عورتوں کا ہی کوئی خیال کرتے تھے۔ جو سامنے آتا دھر لیتے۔ ورنہ ملتان کے شہریوں کو آبدیدہ ہو کر نواب مظفر خاں صاحب سے مدد طلب کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ملتان میں جو کچھ ہوا۔ وہ گیانی گیان سنگھ جی کے الفاظ میں سُنیئے:۔

"سکھوں نے نواب مظفر خاں کا کام تمام کر کے غارت گری اور لوٹ مار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ قلعے میں جس قدر پانچ چھ سو مکانات تھے گرا کر زمین کے برابر کر دیئے۔ اور تین چار دن تک برابر شہر لوٹتے رہے۔ کسی کے پاس سوائے تن کے کپڑے اور کھانا پکانے کے برتنوں کے کچھ نہ چھوڑا" [2]

گویا کہ پھر سے مسلمانوں کو بندہ سنگھ اور اس کے ساتھیوں کی سی لوٹ مار اور غارت گری کا سامنا کرنا پڑا۔ اور حملہ آور سکھ فوجیوں نے اپنے ہاتھ خوب رنگے۔

سکھ مؤرخین کے مطابق ملتان کے شہریوں کے گھر بار لوٹنے کے علاوہ سکھوں نے نواب مظفر خاں کا تمام خزانہ بھی اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ باوا پریم سنگھ نے لکھا ہے کہ:۔

"قلعے کے خزانہ کی چابیاں وزیر خزانہ حق نواز خاں نے اکالی پھولا سنگھ کے ہاتھ میں دیدیں۔ جو اس نے اسی وقت قومی امانت خیال کر کے شہزادہ کھڑک سنگھ کو

---

[1] :۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم صد ۹۲ ؛ [2] :۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم صد ۹۳ ؛

سونپ دیں۔ قلعے کے خزانہ سے بہت سا سونا۔ چاندی اور نقد روپیہ ملا۔ اسی طرح ساتھ ہزار بندوقیں۔ نو توپیں اور کئی ہزار تلواریں۔ اور بہت سا سامان جنگ خالصہ کے قبضہ میں آیا۔" لہ

ایک اور سکھ وِدوان رقمطراز ہیں کہ:۔

"قلعے کی لوٹ مار میں بہت سا سامان خالصہ کے ہاتھ آیا۔ جس میں سے دو لاکھ خزانہ میں داخل کیا گیا۔ باقی سب فوجیوں اور فوجی سرداروں کو انعام وغیرہ دے دیا گیا۔" لہ

مہاراجہ صاحب موصوف کو جب اس لُوٹ مار اور قتل وغارت کی خبر پہنچی تو وہ بہت خوش ہوئے اور خبر سنانے والے کو بہت انعام دیا۔ نیز سارے لاہور میں چراغاں کا حکم دیا۔

نواب مظفر خاں صاحب نے جس جانبازی سے سکھوں کا مقابلہ کیا۔ خود سکھ سردار بھی عش عش کر اُٹھے۔ اور ان کی بہادری کی داد دی۔ نواب صاحب سبز رنگ کے کپڑے پہن کر اور تلوار سونت کر میدان میں آئے۔ بھرپور مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کے ہمراہ ان کے تین صاحبزادگان نے میدان جنگ میں شجاعت کا پورا پورا ثبوت دیا اور بالآخر جام شہادت نوش کیا۔

مسلمانوں کو اپنی غارت گری کا نشانہ بنا کر تو مہاراجہ صاحب بہت خوش ہوئے۔ مگر ان کی ہوس تشنہ رہی مسلمانوں کا سب کچھ لوٹ کر بھی ان کا پیٹ نہ بھرا۔ اور توقع پوری نہ ہوئی جیسا کہ ایک سکھ وِدوان کی رائے ہے کہ:۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ اس جیت میں سکھ فوج نے بہت مال لوٹا۔ مگر مہاراجہ صاحب کی توقع کے مطابق مال حاصل نہ ہوا۔" لہ

ایک سکھ وِدوان کا بیان ہے کہ مہاراجہ صاحب نے ملتان پر حملہ کرنے سے قبل انگریزوں سے بھی مدد چاہی تھی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"ملتان کے قلعے فتح پانے کی اپنی طاقت نہ دیکھ کر رنجیت سنگھ نے ملتان پر حملہ کرنے کے لئے انگریزوں سے مدد کی درخواست کی تھی۔ مگر انگریزوں نے یہ بات

لہ:۔ سردار ہری سنگھ نلوا صفحہ ۹۰؛ لہ:۔ شیر پنجاب صفحہ ۹۲؛ لہ:۔ سکھ راج صفحہ ۳۱؛

نہ مانی۔ انہوں نے رنجیت سنگھ کو صاف جواب دیدیا تھا۔ کہ وہ بغیر کسی چھیڑ چھاڑ کے کسی کے ملک پر حملہ نہیں کر سکتے۔" [1]

مہاراجہ صاحب مسلمانوں سے جب چاہتے اور جو چاہتے چھین لیتے اور اسے اپنا قانونی حق سمجھتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان روک بننے کی کوشش کرتا تو آپ اس کے خلاف فوج کشی کا حکم صادر فرماتے اور اسے نیست و نابود کرنے میں کوشاں ہو جاتے۔ چنانچہ پشاور کے ایک مسلمان رئیس کے پاس ایک نامور گھوڑی تھی۔ مہاراجہ جی نے اسے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی۔ جیسا کہ سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھ نے لکھا ہے کہ:۔

"لیلیٰ گھوڑا۔ یہ گھوڑا سلطان محمد بارک زئی پشاور کے حاکم کے پاس تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس گھوڑے کی تعریف سُنکر حاصل کرنے کی بہت کوشش کی آخر ۱۸۸۵ بکرمی (مطابق ۱۸۲۸ء) میں مہاراجہ صاحب کو کامیابی ہوئی۔" [2]

گیانی گیان سنگھ جی کے نزدیک یہ گھوڑا نہیں بلکہ گھوڑی تھی [3] اور اس کے نام لیلیٰ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گھوڑی تھی۔ گیانی صاحب موصوف کے مطابق مہاراجہ نے یہ گھوڑی حاصل کرنے کے لئے پشاور پر فوج کشی کی تھی۔ خون ریز لڑائی کے بعد اسے حاصل کیا تھا [4] سکھ ودوانوں کے مطابق مہاراجہ جی نے اس لڑائی میں بارہ سو سے زیادہ جوان مروائے تھے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"لیلیٰ گھوڑی کو حاصل کرنے کے لئے اس (مہاراجہ رنجیت سنگھ) کو بارہ سو سے زیادہ جوان شہید کروانے پڑے تھے۔" [5]

مہاراجہ صاحب کا ایک گھوڑی حاصل کرنے کی تگ و دو میں فوج کشی تک سے گریز نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کسی مسلمان کا یہ حق نہیں سمجھتے تھے کہ اس کے پاس کوئی اچھی چیز ہو۔ اگر وہ اسے دینے میں لیت و لعل کرتا تو مہاراجہ صاحب غضبناک ہو جاتے۔ اور اپنی من مانی کئے بغیر نہ رہتے۔ من مانی کی انتہا ملاحظہ ہو کہ ایک جانور کے حصول کی خاطر بارہ سو سے زیادہ انسان موت کی بھینٹ چڑھا دیئے۔

---

[1]:۔ سکھ راج ص ۲۹ ؛ [2]:۔ مہان کوش ص ۸۰۲ ؛
[3]:۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو ص ۱۵۸ ؛ [4]:۔ تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم ص ۱۵۸ ؛
[5]:۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر اگست ۱۹۶۴ء، رسالہ گورو سندیش اگست ۱۹۶۴ء ؛

گیانی گیان سنگھ جی نے اسی طرح کا ایک اور واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ ایک مسلمان رئیس حافظ احمد خاں صاحب کے پاس ایک سفیدی گھوڑی تھی۔ جسے "سفید پری" کہتے تھے۔ مہاراجہ جی نے حافظ صاحب سے زبردستی چھین لی تھی۔ جیساکہ گیانی جی لکھتے ہیں کہ:-

"(مہاراجہ رنجیت سنگھ) سفید پری نامی گھوڑی ...... حافظ احمد خاں رئیس ہکیرا سے زبردستی لیتا آیا۔" [۱]

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:-

"سردار یار محمد خاں گورنر پشاور کے پاس ایک بہت خوبصورت گھوڑا لیلیٰ تھا۔ مہاراجہ نے آسٹرین سیاح چارلس ہیوگل کو بتایا کہ اس گھوڑے لیلیٰ کو حاصل کرنے کے لئے ساٹھ لاکھ روپیہ اور بارہ سو جانیں ضائع ہوئیں۔" [۲]

مقاماتِ مقدسہ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ

مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ۔ مساجد۔ مقابر اور پیرخانوں کی بے حرمتی سکھ دور کی بڑی تلخ یادگار ہے۔ لوگوں کو اذانیں دینے اور نمازیں پڑھنے سے روک دیا گیا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اللہ اکبر کی صدا بلند کر سکے۔ ایک مشہور سکھ ہسٹورین صاحب کا بیان ہے کہ:-

"بے شمار مساجد مسمار کر دی گئیں اور پورے علاقے میں اذان دینے کی ممانعت کر دی گئی۔" [۳]

کئی مساجد میں گھوڑوں کی لید پھینکی گئی [۴]۔ مسلمانوں کے سینے چھلنی کرنے کے لئے متعدد مساجد میں سؤر مارے گئے [۵]۔ بعض مساجد کی بنیادوں کو پکڑ لئے گئے مسلمانوں کے ہاتھوں سؤروں کے خون سے دھلایا گیا [۶]۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے عہد میں بھی اسلامی مقاماتِ مقدسہ کی بے حرمتی کا سلسلہ جاری رہا۔

---

[۱] :- تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم اردو ص ۱۴۰ ؛ [۲] :- رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ جولائی اگست ۱۹۶۵ء ؛ [۳] سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۹۳ ؛ [۴] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۱۴۱ ؛ [۵] :- پنتھ پرکاش ص ۴۵۱، رسالہ سنت سپاہی امرتسر اپریل ۱۹۵۴ء و خالصہ پارلیمنٹ گزٹ نومبر ۱۹۵۱ء ؛ [۶] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۹۳ ؛

لاہور کی مشہور و معروف سنہری مسجد کافی عرصہ تک سکھوں کے قبضہ میں رہی۔ اور مسلمان بے بسی کے عالم میں دن کٹی کرتے رہے بعض اوقات مہاراجہ جی اس مسجد کے مینار پر چڑھ کر شراب پیا کرتے تھے[۱]۔ کافی عرصہ بعد مسلمان اس مسجد کو واگذار کرانے میں کامیاب ہو سکے[۲]۔ یہ مسجد سکھ مسلوں کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں چھن گئی تھی۔ ریلوے سٹیشن لاہور کے قریب مسجد شہید گنج پر سکھوں نے مسلوں کے زمانہ میں قبضہ جمایا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے زمانہ میں سکھوں کا قبضہ ہی بحال نہ رکھا۔ بلکہ اسکی اقتصادی حالت مضبوط کرنے کے خیال سے روزینے لگا دیئے تھے جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"۱۷۶۵ء کو سکھوں نے لاہور پر پختہ قبضہ جما لیا۔ بھنگی سرداروں نے اس تاریخی شہید گنج کی مسجد کو دہرم سالہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور یہاں سکھ مہنت مقرر کر دیا اور معافی لگا دی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھنگی سرداروں کی لگائی گئیں جاگیریں اور معافیاں نہ صرف قائم ہی رکھیں بلکہ بہت بڑھا دیں۔ اور لنگر اور دیگ کیلئے روزینے مقرر کر دیئے"۔[۳]

اس کے لئے یہ بہانہ بنایا گیا کہ اس مسجد میں سکھوں کو قتل کیا جاتا رہا۔ اور اس کی بنیادوں، دیواروں اور محراب میں انسانی ہڈیاں، سر، دھڑ، کھوپڑیاں برآمد ہوئی ہیں[۴]۔ مگر کسی بھی دانشور نے یہ بات سوچنے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ جو مسجد اٹھارویں صدی کے شروع میں بنائی گئی[۵]۔ اس کی بنیادوں، دیواروں اور محراب میں ہڈیاں وغیرہ کیونکر پہنچ گئیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ خود سکھ ودوانوں کو مسلّم ہے کہ مسجد عبادت کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال نہیں کی جاسکتی جیسا کہ سردار گنڈا سنگھ جی ایم۔ اے پی ایچ ڈی کا بیان ہے کہ:۔

"اسلام مسجد کو کسی ایسے مقصد کے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور مسجد کو قتل گاہ کے طور پر استعمال کرنے کی تو بالکل اجازت نہیں"۔[۶]

اس مسجد کو واگذار کرنے کے لئے مسلمانوں نے انگریزی دور میں بھی بہت کوشش کی مگر انگریز کی سیاسی مصلحتوں نے اسے مجبور کئے رکھا کہ وہ اس مسجد کو بھی دہلی کی مسجدوں پر بنائے گئے گوردوارہ شہید گنج اور رکاب گنج کی طرح سکھوں کے قبضہ میں ہی رہنے دے۔ پاکستان بن جانے کے

---

[۱]:۔ حیات رنجیت صـ۳۶ ؛ [۲]:۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صـ۱۵۲ ـ سکھ اتہاسک لیکچر صـ۲۶۲ ؛

[۳]:۔ بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب صـ۲۳۸ ؛ [۴]:۔ ایضاً

[۵]:۔ اتہاس گوردوارہ شہید گنج صـ۴۷ ؛ [۶]:۔ بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب صـ۲۳۸ ؛

بعد مسلمانوں نے اپنی روائیتی فراخدلی اور رواداری کی بناء پر اس مسجد شہید گنج کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ سکھ لیڈروں نے جن میں ماسٹر تارا سنگھ بھی شامل ہیں مسلمانوں کی بے حد تعریف کی ہے[1]

بعض اہل علم حضرات نے بیان کیا ہے کہ لاہور کے ڈبی بازار میں ایک مسجد مغلوں کے زمانہ سے تھی جسے قاضی کی مسجد کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ مسجد حکماً گروا دی تھی اور اس جگہ گوردوارہ باؤلی صاحب تعمیر کروا دیا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :۔

"گوردوارہ باؤلی صاحب کے بننے کا حال بہت دلچسپ ہے ...... مغلیہ عہد سے باؤلی والی جگہ ایک قاضی کی مسجد بنی ہوئی تھی۔ مہاراجہ جی کے حکم سے وہ مسجد گرادی گئی" [2]

اس بارہ میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ :۔

"حکم ہوا کہ ہر ایک سرکاری ملازم ایک دن کی تنخواہ باؤلی صاحب کی تعمیر کے لیئے پیش کرے۔ اس طرح ستر ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ اس رقم سے مہاراجہ صاحب نے گوردوارہ باؤلی صاحب تعمیر کردایا اور اس کا انتظام کرتارپور کے سوڈھیوں کے سپرد کر دیا" [3]

مہاراجہ جی نے گوردوارہ تو بنوا دیا۔ مگر اپنی جیب سے کچھ خرچ نہ کیا۔ سرکاری ملازموں سے جن میں غیر سنگھ بھی شامل تھے۔ ایک ایک دن کی تنخواہ وصول کر لی۔ چونکہ ایک مسجد کو گروا کر اسکی جگہ گوردوارہ تعمیر کروانا ایک ایسا فعل تھا جو دل میں کھٹکتا تھا۔ لہٰذا اس پر پردہ ڈالنے کی غرض سے یہ قصہ گھڑا گیا کہ اصل میں یہ پہلے گوردوارہ تھا جسے مسلمانوں نے مسجد میں تبدیل کر لیا تھا۔ مہاراجہ صاحب ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو انہیں خواب میں بتایا گیا کہ گوردوارہ باؤلی صاحب تعمیر کردا دیں گے تو تندرست ہو جائیں گے۔ اس پر مہاراجہ صاحب کو جگہ کی تلاش کی۔ ایک "پھلیرے" نے بتایا کہ اس مسجد کی جگہ پہلے گوردوارہ باؤلی صاحب تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ مہاراجہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً مسجد کو مسمار کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ اور مسجد گرا کر گوردوارہ باؤلی صاحب تعمیر کر دیا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ سکھوں کے راوی "پھلیرا" صاحب کون تھے؟ ان کی کتنی عمر تھی؟ ان کی روائیت اور

---

[1] :۔ خالصہ سماچار امرتسر ۲ نومبر ۱۹۵۰ء، اکالی پتر کا جالندھر ۲۲ اپریل ۱۹۶۰ء، ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۰ء، رسالہ سنت سپاہی امرتسر مئی ۱۹۶۰ء ۔ [2] :۔ سکھ راج صفحہ ۱۲۹ سکھی تے سکھ اتہاس صفحہ ۲۳ ۔

[3] :۔ سکھی تے سکھ اتہاس صفحہ ۲۳، سکھ راج صفحہ ۱۲۹ ۔

وراثت کیسی تھی؟ لاہور کے باشندے تھے یا کسی اور جگہ کے؟ انہیں کس طرح پتہ چلا کہ مغلوں کے زمانہ میں یہاں گوردوارہ تھا جسے مسجد میں بدل دیا گیا تھا؟ اس سے قبل یہ بات اس نے کسی کو کیوں نہ بتائی؟ ان کا اصل نام اور ولدیت کیا تھی؟ پھلیرا کوئی نام نہیں۔ یہ تو ہر پھول بیچنے والا کہلاتا ہے۔ اس سے قبل سنہری مسجد پر سکھ قبضہ کر چکے تھے۔ وہ اس کے بالکل قریب تھی۔ اس پھلیرا صاحب نے ان کو یہ بات کیوں نہ بتائی کہ قاضی صاحب کی مسجد گوردوارہ گرا کر بنائی گئی ہے۔ سنہری مسجد کی بجائے اس پر قبضہ کرلو۔ یہ تمہارا تاریخی گوردوارہ ہے۔ پس یہ افسانہ بعد کی پیداوار ہے۔ تاکہ مہاراجہ جی کی بریت کی جا سکے۔ پنڈت تارا سنگھ جی نروتم کے مطابق پہلے یہاں قاضی کا گھر تھا جسے گرا کر یہ گوردوارہ باولی صاحب بنایا گیا۔

کل کلاں کو اگر کوئی پھلیرا مسلمانوں سے یہ کہہ دے کہ لاہور کا گوردوارہ ڈیرہ صاحب، ننکانہ صاحب کا گوردوارہ جنم استھان کسی مسجد کو گرا کر بنایا گیا ہے۔ تو کیا اس سے مسلمانوں کو حق حاصل ہوگا کہ بغیر کسی ڈھیل کے فوراً ان گوردواروں کو گرا کر مساجد تعمیر کر دا دیں؟

ہمارے نزدیک تو اس قسم کے فرضی اور جعلی قصے بنا بنا کر دوسروں کے معابد پر قبضہ جمانا اور انہیں اپنی عبادت گاہوں میں بدل دینا سراسر دھاندلی ہے منصفانہ طریق نہیں۔

ایک سکھ دودوان کا یہ بیان ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے سنگِ مرمر اکھاڑنے کی کوشش بھی کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"حضرت میاں میر شاہ صاحب کے مقبرہ سے پتھر اکھاڑتے وقت مہاراجہ صاحب دو دفعہ گھوڑے سے گر پڑے تھے۔" [۱]

سکھ حکومت کے دوران بعض مساجد اور مقامات مقدسہ میں اسلحہ اور بارود رکھ کر انہیں میگزینوں کی شکل دے دی گئی۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"سکھوں کے عہد میں تمام مساجد میں میگزین اور گولہ بارود رکھا گیا۔ کہیں نماز نہ ادا کرنے دی جاتی۔ یہاں تک کہ عیدگاہ جہانگیری میں انہوں نے توپیں ڈھالنے کا کارخانہ تیار کیا تھا۔ بادشاہی مسجد میں اصطبل تھا۔" [۳]

لاہور کی مسجد شہید گنج سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ:۔

۱:۔ گوردتیرتھ سنگرہ ص۴۲؛ ۲:۔ دربار صاحب ص۱۳۱؛

۳:۔ مساوات لاہور عید ایڈیشن ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۴ء؛

"راجہ شیر سنگھ نے اس مسجد کے ساتھ ملحقہ مزار کو جو میر منوں (متوفی ۱۷۵۳ء) کا تھا۔ گرا کر یہاں شراب کی دکان کھول دی تھی۔" ؎۱

اس سلسلہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ :-

"مقبرہ شیخ عبدالرزاق مکی المشہور نیلہ گنبد انار کلی لاہور۔ یہاں ایک علیحدہ مکان میں لوہار بندوقیں بنایا کرتے تھے۔ اور مقبرہ میں میگزین بھرا تھا۔ مقبرہ مخدوم بیگم زوجہ نواب ابوالحسن خاں...... جنرل ابوطبیلہ نے اس میں میگزین بھروا دیا...... مقبرہ علی مردان خان۔ مہاراجہ نے اس میں میگزین بھر کر سردار گلاب سنگھ کے سپرد کیا۔ مسجد صالح سندھی...... مسجد حضرت ایشاں...... مسجد بادشاہی کے حجروں میں میگزین بھرا رہا کرتا تھا۔ مسجد میں کبھی توپ خانہ کبھی پلٹن۔ کبھی رسالہ رہا کرتا تھا۔" ؎۲

اور تو اور مہاراجہ رنجیت سنگھ خود

"ایک روز موراں طوائف کو لے کر وزیر خاں کی مسجد کے مینار پہ دن بھر شراب نوشی اور عیش کرتا رہا۔" ؎۳

عبادت گاہ میں فحاشی اور بدکاری اللہ کی پناہ۔ اسلام کی مقدس تعلیم تو یہ ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کی حمد۔ ذکر الٰہی اور نماز ادا کرنے کے لئے وقف ہیں اور خود سکھ دوانوں کو بھی مسلّم ہے کہ :-

"اسلام مسجد کو کسی دوسرے ایسے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور مسجد کو قتل گاہ کے طور پر استعمال میں لانے کی تو بالکل ممانعت ہے۔" ؎۴

اگر کوئی غیر سکھ حکومت کسی وقت سکھ گوردواروں سے یہی سلوک کرے تو ہمیں یقین کامل ہے کہ کوئی بھی سکھ اس کی اس حرکت کو پسند نہیں کرے گا۔ اور اسے مذہبی آزادی یا رواداری تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگا۔ بلکہ اسے بغض، جبر اور دھاندلی کے نام سے موسوم کرے گا۔ نہ کہ رواداری اور انصاف سے۔ اور ہماری اپنی بھی یہی رائے ہے۔

مشہور و معروف سکھ ہسٹورین سردار کرم سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ :-

"عیدگاہ میں میگزین جمع تھا۔ توپ کے گولے سے میگزین کو آگ لگ گئی اور مسجد اُڑ گئی۔" ؎۵

؎۱ :- نقوش لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء ؛ ؎۲ :- حیات رنجیت ص ۳۶ ؛ ؎۳ :- حیات رنجیت ص ۲۸ ؛
؎۴ :- بھائی جودھ سنگھ جی سندن گرنتھ پنجاب ص ۲۳۵ ؛ ؎۵ :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۳۴ ؛

اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ :۔

"ایک دفعہ انہوں (نہنگ سنگھوں) نے مہاراجہ صاحب کو بھی ورغلا کر سنہری مسجد کو جو باولی صاحب کے ساتھ ملحق تھی۔ باولی صاحب میں ملا دینے پر امادہ کر دیا۔ مہاراجہ نے حکماً ملاں کو طلائی مسجد سے نکلوا کر دہاں گوبر کا بیپن کروا دیا۔ اور گورو گرنتھ صاحب رکھوا دیا۔ مسلمان رعایا اس حرکت پر سخت ناراض ہوئی۔ سب مل کر فقیر عزیزالدین صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے کلو ماشکی کو جو مہاراجہ کے بہت منہ لگا ہوا تھا۔ اپنے ساتھ شامل کیا۔ الغرض انہوں نے سمجھا بجھا کر مسجد بدیں شرط مسلمانوں کو واپس دلوا دی کہ وہ زور سے اذان نہیں دیا کریں گے۔" [۱]

پتہ چلا کہ دس فی صدی آبادی ملک میں بسنے والی اکثریت سے ان کا مذہبی حق چھین لینا اپنا مذہبی حق سمجھتی تھی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ایک پلٹن کے انچارج اکالی پھولا سنگھ جی نے شاہی مسجد میں اپنی رہائش رکھی ہوئی تھی۔ اس کے اندر ایک نامعلوم سکھ کی سمادھ بھی بنائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :۔

"اس کی رہائش گاہ تھی۔ گول گنبد والی کسی نامعلوم سکھ شہید کی سمادھ۔ جو کسی وقت اس شاہی مسجد کے احاطے میں ہوتی تھی جسے سکھوں نے مست گڑھ کا نام دے رکھا تھا۔" [۲]

مہاراجہ جی نے اس مسجد کو واگذار کرنے کی کوئی کوشش کی ہو ہم کسی تاریخ میں نہیں پڑھتے۔

پس مندرجہ بالا حقائق نے ثابت کر دیا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی حکومت کوئی آئینی قانونی یا جمہوری یا سیکولر حکومت نہ تھی۔ بلکہ خالص شخصی راج تھا۔ اور سکھ دوانوں کے بقول جس کا کوئی آئین نہ تھا۔ جیسا کہ سکھ مصنفین بھی مانتے ہیں۔ مہاراجہ صاحب موصوف کی ساری عمر اپنی ہمسایہ ریاستوں کو جن میں ہندو، سکھ اور مسلمان ریاستیں شامل تھیں۔ بغیر کسی امتیاز کے اپنے زیر کر کے اپنی سلطنت میں مدغم کرنے میں ہی گذری۔ ان کا بہت بڑا کارنامہ ملک گیری ہی سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک اداسی بزرگ مہاتما کلیان داس فرماتے ہیں کہ :۔

"رنجیت سنگھ نے دھوکہ سے سب سکھ ریاستوں کو ختم کر کے اپنا راج قائم کیا

---

[۱] :۔ حیات رنجیت مطبوعہ ۱۹۰۵ء صفحہ ۳۵ ؛ [۲] :۔ گورمت پرکاش امرتسر دسمبر ۱۹۵۹ء ؛

...... پٹیالہ ۔ نابھ اور جیند اس لئے بچے رہے کہ وہ انگریزوں کے ماتحت ہو گئے تھے۔" ؎۱

اس سلسلہ میں سردار کرم سنگھ زخمی کا بیان ہے کہ :۔

" مہاراجہ رنجیت سنگھ ...... کی تمام عمر ملک گیری میں ہی گذری ۔ جس وجہ سے وہ سکھ راج کو دفتری حکومت کی شکل نہ دے سکے ۔ نہ اس کے عہد میں قانون بن سکے ۔ اور نہ عدالتیں قائم ہوئیں ۔ آخری دنوں میں جس طرح مہاراجہ صاحب بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گئے ۔ اسی طرح سکھ راج میں خامیاں آگئیں .... اور ڈوگرہ گردی سے راج کا خاتمہ ہونا کسی طرح بھی نہ بچ سکا۔" ؎۲

ایک اور سکھ ودوان سردار شمشیر سنگھ جی اشوک سکھ ہسٹری ریسرچ سکالر نے مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی حکومت کے بارہ میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ :۔

"مہاراجہ کی حکومت پنجاب کی حدود سے تجاوز کر کے لداخ (تبت) تک پھیلی ہوئی تھی ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ جس طرح کہ ان کے نام سے ظاہر ہے جیتنے والا مہاراجہ تھا ۔ اور اس کی عمر ملک گیری میں ہی گذری ۔ جس کی وجہ سے وہ سکھ حکومت کو دفتری شکل نہ دے سکا ۔ نہ اُس کے عہد میں کوئی قانون بن سکا ۔ اور نہ عدالتیں قائم ہوئیں ۔ آخری دنوں میں مہاراجہ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا ۔ اس کے ساتھ ہی سکھ حکومت میں بھی خامیاں آگئی تھیں ۔ راج دربار میں پارٹی بازی شدت پکڑ گئی تھی۔" ؎۳

ان حوالہ جات سے عیاں ہے کہ خود سکھ ودوانوں کے نزدیک مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت ایسی تھی جس کا کوئی آئین تھا نہ قانون ۔ اس کے عہد میں عدالتوں کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا ۔ جہاں سے لوگوں کو انصاف میسر آتا ۔ مہاراجہ جی کی عمر کا بیشتر حصہ مُلک گیری میں ہی گذرا ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی سکھ راج بھی ساتھ ہی ختم ہو گیا ۔

موجودہ زمانہ کے اکثر سکھ ودوان مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی حکومت کو قومی حکومت تسلیم کرتے ہیں ۔ ان کے نزدیک یہ حکومت "اپنے دیس میں اپنا راج" کے مترادف تھی ۔ لیکن سکھوں

؎۱ : ۔ سکھ راج صفحہ ۱۵۲ ، اقتباس ڈکرمانس ہندی برائمن ۱۱۶ ؎۲ :۔ سکھ راج صفحہ ۱۳۲

؎۳ : ۔ سکھی تے سکھ اتہاس صفحہ ۲۳۲

میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کا کہنا ہے کہ مہاراجہ جی نے اپنی نجی اور شخصی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے ملکی آزادی کو بھینٹ چڑھا دیا۔ اور اس طرح انگریزوں کے تسلط اور ملکی عوام کی غلامی کیلئے راہ ہموار کردی۔ جیسا کہ ایک نامدھاری سکھ ودوان امر بھارتی جی نے پنجاب پر انگریزوں کے حملہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"انگریزوں نے اپنا اصل چہرہ دکھلایا۔ اور رنجیت سنگھ کی سلطنت پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں وہ اخلاقی لحاظ سے سچے تھے۔ ان پر یہ حقیقت عیاں تھی کہ جس شخص یا راجہ نے اپنے ملک کی آزادی سے بڑھ کر اپنی نجی حکومت کو اہمیت دی تھی اور ملک کو غلام بنانے والوں (انگریزوں) سے سودہ بازی کرکے دوستانہ تعلقات قائم کئے تھے۔ اس شخص یا اس کی سلطنت سے کئے گئے معاہدوں سے متعلق اخلاق یا ایمانداری کے کیا معنے ہو سکتے تھے؟ پھر انگریز تو ...... ہندوستان کو غلام بنانے آئے تھے۔ اور ان کے اس کام میں مہاراجہ نے مدد کی۔" [1]

مہاراجہ جی گورونانک کی مقدس تعلیم کے کہاں تک پابند تھے۔ اس بارہ میں مسٹر آزبرن صاحب کا یہ بیان ہے کہ:۔

"کسی چیز میں بھی اتنا اختلاف نہ ہوگا۔ جتنا کہ گورونانک صاحب کے پندونصائح اور رنجیت سنگھ کے عمل میں تھا۔ کیونکہ گورو صاحب تو خدا پرستی اور مصالحت کی تعلیم دیتے تھے۔ مگر رنجیت سنگھ کی زندگی لڑائی جھگڑوں کے دور میں ...... گذری۔" [2]

---

[1] :۔ سکھ اتہاس تے کوکے صـ ۶۹ ÷

[2] :۔ کیمپ وکورٹ اردو ترجمہ صـ ۲۵ ÷

(۴)

سکھّا شاہی کا دور

سِکھا شاہی کا دَور

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی پر فالج کا حملہ ہُوا۔ ان کی زبان بھی بند ہوگئی۔ آخر ۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے[۱]۔ مہاراجہ صاحب کی لاش کے ساتھ (باوجود اس کے کہ سکھ مذہب میں ستی کی رسم جائز نہیں) گیارہ رانیاں زندہ جل گئیں[۲]۔ ان میں چار ان کی باقاعدہ رانیاں تھیں۔ اور سات لونڈیاں۔ گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق مہاراجہ صاحب نے اپنے پیچھے ۸ لڑکے اور ۳۲ رانیاں چھوڑی تھیں[۳]۔ کسی لڑکی کا ان کے ہاں پیدا ہونا سکھ تاریخ سے واضح نہیں۔

مہاراجہ صاحب کے بعد ان کے فرزند اکبر کھڑگ سنگھ جی جنہیں وہ خود (سردار ہری سنگھ نلوا کی مخالفت کے باوجود) اپنا جانشین نامزد کر گئے تھے۔ پنجاب کے حکمران مقرر ہُوئے۔ اور سکھا شاہی اپنے پورے جوبن سے لوگوں کے سامنے آئی۔

جناب ماسٹر تارا سنگھ نے فرمایا ہے کہ :-

"سکھ راج جب تک سچا سکھ راج تھا قومی حکومت تھی۔ مگر جب یہ خود غرض لوگوں کے ہاتھ آگیا تو سکھ راج کی بجائے سکھا شاہی بن گیا۔"[۴]

مہاراجہ کھڑگ سنگھ جی باپ کی گدی پر بیٹھ تو گئے۔ مگر وہ حکومت کے اہل ثابت نہ ہوئے۔ ایک سکھ وِدوان نے بیان کیا ہے کہ :-

"سیدھے سادھے مہاراجہ کھڑگ سنگھ اب پنجاب کے تخت پر ہیں۔ لیکن نہ تو ان میں سیاسی سوجھ بوجھ ہے۔ اور نہ حکومت کے لئے امنگ۔ یہ افیون کھانے والے اور گوربانی سُننے والے ہی ہیں۔"[۵]

چونکہ مہاراجہ کھڑگ سنگھ میں حکومت کی اہلیت نہ تھی۔ اس لئے حکومت کا کاروبار سنبھال نہ سکے۔ دھیان سنگھ وغیرہ نے انہیں بدنام کرنے کے لئے ان کے خلاف ایک مہم شروع کردی۔ کہ یہ

۱: سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۴۱، بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۳۰۳، پھلواڑی اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء، مہان کوش صفحہ ۶۳، سکھ راج صفحہ ۴۷، شیر پنجاب صفحہ ۱۶۴، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۵۴ ؛ ۲: بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۳۰۳، شیر پنجاب صفحہ ۱۶۵، پھلواڑی اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء ؛ ۳: تواریخ گورو خالصہ چھاپہ پتھر صفحہ ۹۹۱ ؛ ۴: رسالہ سنت سپاہی امرتسر اگست ۱۹۵۰ء ؛ ۵: سکھ راج صفحہ ۵۷، بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۳۰۴ ؛

انگریزوں سے مل گئے ہیں۔ اور پنجاب ان کے سپُرد کرنا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ خود انگریزوں سے مل کر سکھ حکومت کے خلاف سازباز کر رہے تھے۔ اور سکھ راج کی صف لپیٹنے میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ ان کے اکلوتے لڑکے کنور نونہال سنگھ کو بھی جنہیں دُوسرا رنجیت سنگھ کہا جاتا تھا[1] اس بات کا یقین کروا دیا گیا کہ ان کا باپ انگریزوں کے پاس بک گیا ہے۔ اور اب سکھ حکومت چند دنوں کی مہمان ہے۔ کنور نونہال سنگھ اپنے باپ کے سخت خلاف ہو گئے۔ انہوں نے ایک دن اپنے باپ کو رسیوں سے جکڑ کر ختم کرنا چاہا۔ مگر ان کی والدہ چند کور وہاں پہنچ گئیں۔ اور مہاراجہ کھڑگ سنگھ کا بچاؤ ہو گیا[2]۔ آخر کنور صاحب نے اپنے باپ کو حکومت سے الگ کر کے نظر بند کر دیا اور عنان حکومت خود سنبھال لی[3]۔ مہاراجہ کھڑگ سنگھ اس نظر بندی کے غم میں قریباً ایک سال تک بیمار رہے۔ اور بالآخر ۲ کاتک ۱۸۹۷ بکرمی مطابق ۵ نومبر ۱۸۴۰ء کو فوت ہو گئے[4]۔ سکھ مؤرخین کے نزدیک ان کے ساتھ ان کی مہارانی چند کور کے بغیر گیارہ رانیاں ستی ہوئیں[5]۔

ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ راجہ دھیان سنگھ نے یہ دھمکی دی تھی کہ اگر مہاراجہ کھڑگ سنگھ کی رانیاں ستی نہ ہوں گی تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

> "مہاراجہ کھڑگ سنگھ کی رانیوں میں سے صرف مہاراجہ نونہال سنگھ کی والدہ ماتا رانی چند کور ستی نہیں ہوئی۔ بعد کو پتہ چلا کہ دوسری رانیاں زبردستی جلا دی گئیں۔ دھیان سنگھ نے ان سے صاف کہہ دیا تھا کہ خود ہی ستی ہو جاؤ۔ ورنہ تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔"[6]

مرنے سے قبل مہاراجہ کھڑگ سنگھ نے اپنے بیٹے سے ملاقات کے وقت جن خیالات اور جذبات کا اظہار کیا اس بارہ میں ایک سکھ مصنف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

> "(مہاراجہ کھڑگ سنگھ نے) اپنے بیٹے کنور نونہال سنگھ کی طرف دیکھ کر کہا تو کور نہیں "چوڑ" ہے۔ آج تُو نے راج برباد کر دیا ہے۔ تو نے اپنی جڑھوں پر خود کلہاڑا رکھا ہے .... او کپوت۔ میرے باپ کے لگائے ہوئے پودے کو تُو نے جڑھ سے اکھاڑ دیا ہے۔ تیری یہ کارروائی خالصہ سلطنت کو لے ڈوبے گی۔ یہ کہکر مہاراجہ

---

[1]: سکھ راج صفحہ ۵۰ ÷ [2]:۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۱۳۔ بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۳۰۵ ÷ [3]:۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۶۴ ÷
[4]:۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۱۴، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۲۷۰ ÷ [5]:۔ سکھ راج صفحہ ۵۹، مہان کوش صفحہ ۵۴۱، مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۱۵ ÷ [6]:۔ رسالہ سکھ دھرم امرت سر فروری ۱۹۶۳ء ÷

کھڑگ سنگھ بے ہوش ہو گئے۔ اور زمین پر گر پڑے۔ آپ کو لوہاری دروازے کی حویلی میں نظر بند کر دیا گیا۔" ؎۱

سکھ تاریخ شاہد ہے کہ جس دن مہاراجہ کھڑگ سنگھ کی لاش جلائی گئی اسی دن کنور نونہال سنگھ جی بھی سازش یا حادثہ کا شکار ہو کر اس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ افسوس جس حکومت کیلئے اُنہوں نے اپنے باپ کو نظر بند کیا۔ باپ کے بعد ایک دن کے لئے بھی انہیں نصیب نہ ہوئی۔ اور بے نیل و مرام اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ موجودہ زمانہ کے قریباً تمام سکھ محققین کنور نونہال سنگھ کی اس ناگہانی موت کو راجہ دھیان سنگھ ڈوگرے کی سازش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ؎۲

کنور نونہال سنگھ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے دوسرے بیٹے مہاراجہ شیر سنگھ نے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ کنور نونہال سنگھ کی رانی حاملہ ہے۔ اس لئے اس کا بیٹا ہی تخت کا جائز وارث ہونا چاہیئے۔ جب تک وہ پیدا نہ ہو رانی چند کور کنور نونہال سنگھ کی والدہ ماجدہ حکومت کا کاروبار چلائے ؎۳ یہ تجویز چونکہ راجہ دھیان سنگھ کی منشاء کے خلاف تھی۔ اس لئے کامیاب نہ ہو سکی۔ اور راجہ دھیان سنگھ نے مہاراجہ شیر سنگھ کو اکسا کر لاہور پر حملہ کروا دیا۔ ایک سکھ مصنف اس بارہ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ:۔

"خانہ جنگی نے بھی مُنہ سے نقاب اتار دیا۔ شیر سنگھ ماں کے برابر بھاوجہ پہ حملہ آور ہوُا۔ اس راجہ نے گورو کی بجائے اپنا سکہ چلایا۔ اور ستلج کے اس طرف بھی گورو برکت سے منکر ہو گیا۔ گورو نے بھی ان کا اعتبار کرنا چھوڑ دیا۔ اس راجہ کے پہلے سال ۱۸۴۱ء میں ۲۲ بساکھ رات کو سری دربار صاحب کا جھنڈا چھ ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ چھ سال بعد ۱۸۴۶ء میں لاہور کے قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت سر ہنری لارنس کی اجازت کے بغیر شاہی خزانہ موتی محل سے ایک نانک شاہی پیسہ نہیں نکل سکتا تھا۔" ؎۴

؎۱:۔ رسالہ گورمت پرکاش امرت سر جنوری ۱۹۶۵ء دسنت بابا بیر سنگھ ص۲۶

؎۲:۔ مہان کوش ص۵۴۲، سکھ اتہاس حصہ اوّل ص۳۴۴، سکھ راج ص۶۶، سکھ اتہاسک لیکچر ص۳۶۹، راج خالصہ حصہ سوم ص۳۲۳، سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء، مہاراجہ دلیپ سنگھ ص۱۶، سنت بابا بیر سنگھ ص۳۷

؎۳:۔ سکھ اتہاسک لیکچر ص۳۸۱، سکھ اتہاس حصہ دوم ص۱۶۴، سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء

؎۴:۔ رسالہ گورمت پرکاش امرت سر جولائی ۱۹۶۲ء

تاریخ شاہد ہے کہ چالاک اور ہوشیار لوگ ہمیشہ ایسے غلط اور بے بنیاد الزام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو خود ان میں پائے جاتے ہیں۔ راجہ دھیان سنگھ بھی ان لوگوں میں سے تھا۔ اس نے مہاراجہ کھڑگ سنگھ کو نیچا دکھانے کے لئے ان پر یہ الزام دیا کہ وہ انگریزوں سے مل کر پنجاب ان کو سونپنا چاہتے ہیں۔ دھیان سنگھ نے اس الزام کی ایسے رنگ میں شہرت دی کہ نہ صرف سکھ حکومت کے فوجی اور سول افسر بلکہ مہاراجہ کھڑگ سنگھ کی رانی چند کور اور ان کا اکلوتا بیٹا کنور نونہال سنگھ بھی اس پر یقین کر گیا۔ گیانی پرتاپ سنگھ جی سابق جتھیدار اکالی تخت امرت سر کا بیان ہے کہ:۔

"دھیان سنگھ .... ڈوگرے نے شاہی خاندان میں پھوٹ ڈالنے کیلئے مہاراجہ کھڑگ سنگھ کی رانی چند کور اور اس کے بیٹے کنور نونہال سنگھ کو پٹی پڑھائی کہ مہاراجہ صاحب حکومت چلانے کے اہل نہیں ہیں .....۔

اس کے ساتھ ہی سکھوں میں یہ پراپیگنڈا بھی کیا گیا۔ کہ مہاراجہ کھڑگ سنگھ، چیت سنگھ کے ذریعہ انگریزوں سے مل گیا ہے۔ اس نے لاہور کی آمدنی میں سے ایک روپیہ میں سے چھ آنے انگریزوں کو ادا کرنے مان لئے ہیں۔ وہ جلد لاہور پر انگریزوں کا قبضہ کروا دے گا۔ حالانکہ یہ جھوٹا پراپیگنڈا کرنے والا دھیان سنگھ خود انگریزوں سے ملا ہوا تھا۔" [۱]

ان دنوں سکھ حکومت جس ڈگر پر چل رہی تھی اس سے متعلق ایک سکھ ودوان گیانی شیر سنگھ جی کے مطابق سنت بابا بیر سنگھ جی نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ:۔

"رانی (چند کور) جی آپ کی حکومت میں اندھیر مچا ہوا ہے۔ زور آور غریبوں کو لوٹ کر کھا رہے ہیں۔ کسی کا مال اور عزت محفوظ نہیں۔ بے گناہ بابا عطر سنگھ کو بابا بکرم سنگھ نے مروا دیا ہے۔ اور اس کا گھر بار لوٹ لیا ہے۔ سارا علاقہ اور جائیداد ضبط کرلی ہے۔ بابا عطر سنگھ کی مستورات اور بال بچے کو قید کر لیا ہے۔ اس طرح ان گائیوں کو دکھ دیا گیا ہے۔ جس حکومت میں غریبوں پر ظلم ہو۔ اور حکمران انصاف نہ کرے اس حکومت کا راج تباہ ہو جاتا ہے ....

آخر میں کہا کہ ان حرکات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کا بیڑا تو پانی میں غرق

---

[۱]:۔ سنت بابا بیر سنگھ ص۲۳، ۱۰۴

ہوتا ہے۔ آپ کا خشکی میں ڈوبے گا۔ اب آٹھ بیلوں کا سہاگہ پھرنے والا ہے۔ اس کے سامنے کوئی اینٹ یا روڑا نہیں رہ سکے گا۔" [۱]

مہاراجہ شیر سنگھ ۱۸ جنوری ۱۸۴۱ء کو حکومت کے تخت پر بیٹھا۔[۲] بعض لوگوں نے چاہا کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیوہ رانی چند کور کی دوبارہ شادی مہاراجہ شیر سنگھ سے کر دی جائے۔ اور اس طرح دونوں خاندانوں کی کھٹ پٹ ختم ہو جائے۔ ایک صاحب کا بیان ہے کہ رانی چند کور اور مہاراجہ شیر سنگھ دونوں اس پر راضی ہو گئے تھے مگر ڈوگروں نے روک پیدا کر دی جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"بعض دانشوروں اور سکھ حکومت کے خیر خواہ سرداروں نے مشورہ دیا۔ کہ شیر سنگھ مہارانی چند کور سے شادی کریں۔ اس سے سکھ راج کی اُلجھی ہوئی تانی شاید سلجھ جائے۔ اس تجویز سے شیر سنگھ اور رانی چند کور دونوں متفق معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ چند کور نے اس مسئلہ پر بات چیت کرنے کے لئے شیر سنگھ کو اپنے گھر بھی بلایا۔ مگر ڈوگروں نے کوئی پیش نہ جانے دی۔" [۳]

اس کے برعکس بعض کا خیال ہے کہ جب رانی چند کور کو اس بات کا علم ہوا کہ مہاراجہ شیر سنگھ اس سے شادی کرنے کے خواہاں ہیں تو اس نے سخت ناراضگی اور نفرت کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہا کہ وہ اس سے مر جانا زیادہ پسند کرے گی۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:۔

"راجہ دھیان سنگھ نے مہاراجہ کو مشورہ دیا کہ وہ رانی چند کور سے شادی کر لے۔ تاکہ تخت کا دوسرا شریک کوئی نہ رہے۔ رانی نے بہت نفرت کے ساتھ اس سے انکار کر دیا۔ اور دوبارہ رانی کہلانے سے مر جانا بہتر سمجھا۔۔۔۔۔۔۔ سارے سردار اس بات سے سخت ناراض ہو گئے کہ کیوں مہاراجہ شیر سنگھ سرکار (یعنی رنجیت سنگھ) کی بہو اور پوترے بہو کو تنگ کر رہا ہے۔" [۴]

اس سے واضح ہے کہ رانی چند کور نے دوسری شادی کرانے پر نفرت کا اظہار کیا تھا۔

---

[۱] :۔ سنت بابا بیر سنگھ جی ص ۲۸ ؎

[۲] :۔ سکھ اتہاس حصہ دوم ص ۱۶۴، سکھ اتہاس لیکچر ص ۳۸۲، سکھ راج ص ۴۲، سنت بابا بیر سنگھ ص ۷۹ ؎

[۳] :۔ راجہ دلیپ سنگھ ص ۱۹، تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ سوم ص ۲۳۰ ؎

[۴] :۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۲۳، سکھ اتہاسک لیکچر ص ۳۸۵، سکھ راج ص ۶۳، سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء ؎

مہاراجہ شیر سنگھ بھی تخت نشینی کے تقریباً دو سال بعد ۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء کو سردار اجیت سنگھ سندھا والیہ کے ہاتھوں گولی لگ جانے سے مارا گیا[1] اسی دن اس کا ۱۲، ۱۳ سال کا لڑکا کنور پرتاپ سنگھ بھی سندھا والیہ سرداروں کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس بچے نے بہت شور مچایا۔ منت سماجت بھی کی۔ پر اس کی ایک بھی نہ سنی گئی[2] نیز سکھ راج کا مشہور و معروف وزیر راجہ دھیان سنگھ بھی اسی روز قتل کر دیا گیا[3]

سکھ مؤرخین کے مطابق وزیر دھیان سنگھ کے قاتلوں نے بڑی ہوشیاری سے دھیان سنگھ کا خون ایک مسلمان کے سر تھوپنے کی کوشش کی بلکہ اسکے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے۔ تاکہ وہ ظاہر کر سکیں کہ دھیان سنگھ کے قاتل کو سزا دی گئی ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :۔

"سندھا والیاں نے چالاکی کر کے دھیان سنگھ کی لاش کے ساتھ ایک مسلمان کی لاش کے تین ٹکڑے رکھ کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ہم نے دھیان سنگھ کو نہیں مارا۔ ایک مسلمان نے قتل کیا ہے جس کے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔" [4]

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کا سپوت شیر سنگھ جس قسم کا مہاراجہ تھا۔ اس بارے میں ایک سکھ ودوان کا تبصرہ سنیئے :۔

"مہاراجہ شیر سنگھ ایک وسیع سلطنت کے سربراہ تو بن گئے۔ مگر اسے سنبھالنے کی ان میں صلاحیت نہ تھی۔ اکثر مؤرخین کی رائے ہے کہ وہ حکومت ملتے ہی عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے۔ اور اکثر سکھ سردار یہ محسوس کرنے لگے کہ انہوں نے شیر سنگھ کے ہاتھ میں اس وسیع سلطنت کی عنان حکومت دیکر عقلمندی نہیں کی۔ اور سکھ فوج کو بھی معلوم ہو گیا کہ شیر پنجاب کی گدی پر بیٹھنے کیلئے جس اہلیت اور صلاحیت کی ضرورت ہے وہ شیر سنگھ میں نہیں...... شیر سنگھ نے ایک اور غلطی کی کہ سردار لہنا سنگھ سندھا والیہ کو قید کر لیا۔" [5]

---

[1] :۔ مہان کوش صفحہ ۱۰۱۱، سکھ راج صفحہ ۶۸، سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۶۵، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۸۸، مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۲۶، تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم صفحہ ۲۲۴، سنت بابا بیر سنگھ صفحہ ۸۳ ؛

[2] :۔ سکھ راج صفحہ ۶۸، سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۶۵، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۸۸، مہان کوش صفحہ ۵۰۵، مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۲۶ ؛

[3] :۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۶۵، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۸۸، مہان کوش صفحہ ۵۰۵۔ سنت بابا بیر سنگھ صفحہ ۸۲۔ سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء، مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۲۷ ؛

[4] :۔ سنت بابا بیر سنگھ جی صفحہ ۸۳، صفحہ ۸۴ ؛

[5] :۔ سکھ راج صفحہ ۶۷ ؛

مہاراجہ شیر سنگھ کی نااہلیت کی وجہ سے فوجوں میں گڑبڑ ہو گئی اور انہوں نے لُوٹ مار اور غارت گری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے انہیں اس سے روکنا چاہا تو انہوں نے ٹکا سا جواب دیدیا۔ سردار کرم سنگھ جی فرماتے ہیں کہ:۔

"جب سپاہیوں نے شیر سنگھ کو نااہل دیکھا تو لوگوں کو لُوٹنے لگ پڑے بلکہ کشت و خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ لوگوں نے شور برپا کر دیا۔ شیر سنگھ نے فوجوں کو اس بُرے کام سے رُک جانے کا حکم دیا۔ لیکن انہوں نے شیر سنگھ کے حکم کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور کہا کہ ہم نے ہی کا ہنوواں کے چھنب کے ایک جانور کو بادشاہ بنایا ہے۔ ورنہ وہ کیا تھا؟ پس وہ لُوٹ مار کرنے سے نہ رُکے بلکہ آپس میں متحد ہو کر اور بھی فساد کرنے لگ پڑے۔ اور اپنی تنخواہیں بھی زبردستی زیادہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ اور متعدد متصدیوں کو بھی مار ڈالا۔" [1]

مہاراجہ شیر سنگھ کی حماقتوں اور غلطیوں نے سندھانوالئے سرداروں کو جو سکھ راج کا ایک مضبوط بازو سمجھے جاتے تھے۔ اس کا ہمیشہ کے لئے دشمن بنا دیا اور اس کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے مہاراجہ شیر سنگھ کو ٹھکانے لگا کر ہی چھوڑا۔

اکثر سکھ مؤرخین نے مہاراجہ شیر سنگھ جی کی سنگدلی کے کچھ ہولناک واقعات بیان کئے ہیں جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے ایک پرانی چٹھی کی بناء پر (جس میں ان کے الفاظ میں اس زمانہ کے آنکھوں دیکھے واقعات درج ہیں [2]) یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"مہاراجہ شیر سنگھ کا وطیرہ یہ ہے کہ دن رات شراب پیتا ہے۔ اور مسخروں کیساتھ مسخریاں کرتا ہے۔ کنچنیوں سے کھیلتا ہے ...... عام لوگ شیر سنگھ کی طرف اس لئے مائل نہیں ہوتے کہ اس کی زبان کا کوئی اعتبار نہیں۔ کہتا کچھ ہے۔ اور کرتا کچھ۔ اور ظالم بھی بہت ہے۔ جب سے تخت پر بیٹھا ہے۔ کئی ہزار آدمیوں کو پھانسی دے چکا ہے۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ چکا ہے۔ حالانکہ ان کا قصور اتنا بڑا نہیں تھا۔

---

[1]:۔ سردار کرم سنگھ جی دی اتہاسک کھوج صفحہ ۳۸۳۔

[2]:۔ بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۲۲۹ در رسالہ پھلواڑی سکھ اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء۔

اس کے علاوہ اس نے لوہے کا ایک پنجرہ بنوا رکھا ہے۔ روزانہ سینکڑوں چڑیا اس پنجرے میں بند کر کے اور آگ جلا کر اپنے ہاتھوں سے اس پنجرے کو آگ پر رکھ دیتا ہے اور چڑیوں کو بھونتا ہے۔ اس کا نام اس نے "ہولاں" رکھا ہوا ہے۔ اور کنجوس بھی بہت ہے۔ اپنی تخت نشینی کے وقت، جو کچھ فوجیوں کو دیا تھا۔ اب وہ مختلف حیلوں اور بہانوں سے واپس لئے جا رہا ہے۔"[1]

مہاراجہ شیر سنگھ کا معمولی معمولی جرائم کی بناء پر ہزاروں لوگوں کے ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ اعضاء کا کٹوا دینا۔ یا انہیں موت کی سزا دینا۔ نیز سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ زندہ چڑیوں کو لوہے کے پنجرے میں بند کر کے آگ میں بھونتا اور اسے "ہولاں بھوننے" کا نام دینا انتہائی سنگدلی ظاہر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بھی ایسے ظالم حکمران کی حکومت بہت جلد ختم کر کے اپنی مخلوق کو اس ظلم اور بربریت سے نجات عطا فرما دی۔

سکھ مؤرخین نے مہاراجہ شیر سنگھ کی سنگدلی کے جو ہولناک واقعات لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ شیر سنگھ نے کنور نونہال سنگھ کی حاملہ بیوہ کو اس خیال سے زہر دے کر ہلاک کر دیا کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو سلطنت کا حقیقی وارث وہی ہوگا۔ اور شیر سنگھ کو تخت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔[2] اس کے علاوہ اس نے کنور صاحب کی والدہ ماجدہ اور اپنی بڑی بھاوجہ رانی چند کور سے جو مہاراجہ کھڑگ سنگھ کی مہارانی تھی شادی کرنے کی کوشش کی جسے چند کور نے پسند نہ کیا۔[3] اسے بھی زہر دے کر ہلاک کرنا چاہا۔ مگر وہ بچ گئی۔[4] سکھ سرداروں اور اکثر فوجیوں نے شیر سنگھ کی ان حرکات کو بہت ناپسند کیا۔ اور وہ برملا کہنے لگے کہ ہم رانی چند کور کو تخت پر بٹھا دیں گے اور شیر سنگھ کو اسی گمنامی کے گڑھے میں اتار دیں گے۔ جس میں وہ پہلے دن کٹی کرتا تھا۔[5]

---

[1]:۔ ببہ ٹلے اتہاسک لیکھ ص ۲۴۵، سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۰۲، رسالہ پھلواڑی سکھ اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء ؁

[2]:۔ سکھ اتہاس حصہ دوم ص ۱۶۴، سکھ اتہاسک لیکچر ص ۲۸۵، سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء ؁

[3]:۔ سکھ اتہاس حصہ دوم ص ۱۶۴، سکھ اتہاسک لیکچر ص ۲۸۵، سکھ راج ص ۶۳، سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۲۳، سکھ دھرم امرتسر فروری ۱۹۶۳ء ؁

[4]:۔ سکھ اتہاس حصہ دوم ص ۱۶۵، سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۲۰۰، ببہ ٹلے اتہاسک لیکھ ص ۲۴۵، سکھ راج ص ۶۵، سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء۔ پھلواڑی سکھ اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء ؁

[5]:۔ سردار کرم سنگھ دی اتہاسک کھوج ص ۲۲۳ ؁

مہاراجہ شیر سنگھ اور دھیان سنگھ نے اس کے بعد رانی چند کور کو اس کی خادماؤں کے ذریعہ پتھروں کی مار کروا کر ملک عدم پہنچا دیا[1] پھر ان خادماؤں کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان وغیرہ اعضاء کٹوا دیئے۔ کہ انہوں نے رانی چند کور کو قتل کر دیا ہے[2] مگر وہ خادمائیں یہی کہتی رہیں کہ :۔

"شیر سنگھ اور دھیان سنگھ نے جاگیروں اور انعاموں کا لالچ دے کر ہم سے یہ جُرم کردایا ہے۔ ورنہ ہمیں کیا ضرورت تھی کہ اپنی "ان داتا" کو ہم مار دیتیں۔ اب اپنے بچاؤ کے لئے سارا الزام ہمیں دیا جا رہا ہے۔ آخر ہمارا انصاف ہمارا خُدا کرے گا"[3]

سکھ مؤرخین کے مطابق ان دنوں درندگی اپنے پورے جوبن پر تھی۔ سردار کرم جی ہسٹورین نے بابا نارائن سنگھ جی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ :۔

"جب شیر سنگھ مارا گیا تھا تو اس کی کوئی بیوی بھی اس کے ساتھ ستی نہیں ہوئی جب جواہر سنگھ وزیر بنا تو اس دشٹ نے سب کی زبردستی عصمت دری کی اور خُدا تعالیٰ کا خوف بھلا کر بُرے فعل کئے (اس کی بہن) جنداں کو سب پتہ تھا۔ لیکن بھائی کو کچھ نہ کہتی تھی۔

اب جبکہ جواہر سنگھ مارا گیا تو اس کی سات بیویوں سے کہا گیا کہ کیا معلوم کل کو تمہاری بھی کوئی عصمت دری کر دے۔ تم خاوند کی لاش کے ساتھ ستی ہو جاؤ۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں دوسری طرح ایک دن کے اندر اندر مروا دوں گی۔ آخر وہ مان گئیں۔ موتی مندر کھول دیا گیا۔ اور ساتوں عورتیں مختلف قسم کے زیورات سے آراستہ ہو گئیں۔

جب بادامی باغ میں ان کی پالکیاں لے گئے تو سکھوں نے راستہ میں ہی سب اشیاء ان سے چھین لیں بیچاریوں کے کانوں اور ناکوں سے خون کے فوارے چل پڑے اور

---

[1] :۔ سکھ اتہاس سک لیکچر صفحہ ۳۸۵۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۲۰۱، بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۲۴۸، سکھ راج صفحہ ۴۵، سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۱۶۴، سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء ؎

[2] :۔ سردار کرم سنگھ دی اتہاسک کھوج صفحہ ۲۰۱، بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۲۴۶، سکھ راج صفحہ ۶۵ ؎

[3] :۔ سکھ راج صفحہ ۶۵، بہہ مُلّے اتہاسک لیکھ صفحہ ۲۴۷، سردار کرم سنگھ دی اتہاسک کھوج صفحہ ۲۰۱، سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء ؎

ان کی زبان پر یہ جاری تھا کہ بھائی ویر سنگھ نے چار بیلوں کا سوہاگہ پھیرا ہے۔ اب آٹھ بیلوں کا پھرے گا۔ لاہور میں سکھوں کی ایک ڈھیم بھی نہیں رہے گی۔ [ف۱]

یہ کتنا دردناک نظارہ ہے کہ جواہر سنگھ کی بیویاں اپنے مُردہ خاوند کی لاش کیساتھ زندہ جلنے کو جارہی ہیں۔ اور انہیں لُوٹ لیا جاتا ہے اور لہولہان کر دیا جاتا ہے۔ یہ سنگدلی کی بدترین مثال ہے۔

مہاراجہ شیر سنگھ نے حکومت حاصل کرنے کے لئے جو جنگ چھ دن کی اس میں جو نقصان ہوا۔ اس کی تفصیل سکھ تاریخ میں یوں مذکور ہے:۔

"سکھ فوج کا بھی (اس چھ دن کی) لڑائی میں بہت نقصان ہوا۔ باہر کی سکھ فوج کے ۳۷۸۶ آدمی۔ ۶۱۰ گھوڑے اور ۳۲۰ بیل مارے گئے۔ اور قلعہ کی فوج کے ۱۳۰ سپاہی کام آئے ...... خون کی اس ندی کو پار کر کے ۱۸۴۱ء کی ۸ر جنوری کو شیر سنگھ نے پنجاب کی حکومت کا تاج اپنے سر پر رکھا"۔ [ف۲]

لیکن صرف دو اڑھائی سال کے بعد ۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء کو مہاراجہ شیر سنگھ، سردار اجیت سنگھ سندھاوالیئے کی گولی کا نشانہ بن کر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ [ف۳]

سردار کرم سنگھ زخمی کے نزدیک شیر سنگھ نے اپنے بڑے بھائی مہاراجہ کھڑک سنگھ کے خلاف بغاوت بھی کی تھی۔ مگر وہ اس میں ناکام رہا تھا۔ سکھ سرداروں نے دونوں بھائیوں کی صلح کرادی تھی۔ اور معاملہ رفع دفع ہوگیا تھا۔ [ف۴]

سکھ تاریخ سے یہ امر واضح ہے کہ جب مسلمان پلٹون کو بابا بیر سنگھ کے ڈیرے پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے بدیں وجہ انکار کر دیا کہ بابا جی ایک روحانی پیشوا کہلاتے ہیں۔ اس لئے وہ ان کے ڈیرے پر گولیاں چلانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ خواہ انہیں نوکری سے برخواست کر دیا جائے۔ جیسا کہ سردار ناہر سنگھ ایم۔ اے کا بیان ہے کہ:۔

"سردار ہیرا سنگھ نے مسلمانوں کی پلٹون کو بابا بیر سنگھ کے ڈیرے پر چڑھائی

ف۱:۔ بھولے اتہاسک لیکھ ص ۲۶۰، سردار کرم سنگھ دی اتہاسک کھوج ص ۲۸۷، رسالہ پھلواڑی دا سکھ اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء۔

ف۲:۔ سکھ راج ص ۶۴۔

ف۳:۔ سکھ راج ص ۶۸، بھولے اتہاسک لیکھ ص ۲۸، سکھ اتہاسک لیکچر ص ۳۸۔

ف۴:۔ رسالہ سکھ دھرم فروری ۱۹۶۳ء۔

کرنے کے لئے کہا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ پیروں فقیروں پر حملہ کرنا اور انہیں مارنے کے لئے جانا یہ بات ہم کو منظور نہیں ہے۔ سری بابا بیر سنگھ جی جیسے سکھوں کے گورو ہیں۔ ویسے ہمارے لئے بھی وہ پیر ہیں۔ اور صاحب کرامت ہیں۔ ان کی بے ادبی ہم نہیں کر سکتے۔ خواہ آپ توپوں سے اڑا دیں۔ خواہ ہماری ملازمت ابھی ختم کر دیں۔ جس خدا تعالیٰ نے چونچ دی ہے وہ چوگہ بھی دے گا۔ آپ ہمیں ملازم رکھیں یا نہ رکھیں۔"[1]

سردار ناہر سنگھ جی کے مطابق اس کے بعد مسلمان پلٹنوں کو نہیں بھیجا گیا تھا۔

وہ زمانہ عجیب قسم کے کشت و خون کا تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ نے اپنے چچا سچیت سنگھ کے خون سے ہاتھ رنگنے سے دریغ نہیں کیا تھا۔[2]

مہاراجہ شیر سنگھ کے ہولناک قتل کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کے چھوٹے لڑکے دلیپ سنگھ کو جب اس کی عمر صرف چھ سات سال تھی۔ لاہور کا تخت ۱۸ ستمبر ۱۸۴۳ء کو سونپا گیا۔[3] سکھ مورخین لکھتے ہیں کہ دلیپ سنگھ کو دو مرتبہ خون سے تلک دیا گیا اور تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ بعض سکھ ودوانوں کے نزدیک پہلی مرتبہ مہاراجہ شیر سنگھ اور ان کے لڑکے کنور پرتاپ سنگھ کے خون سے[4] اور دوسری مرتبہ سردار ہیرا سنگھ نے سندھا والیوں کے خون سے دیا تھا۔[5] اور بعض کے بقول پہلی مرتبہ جو تلک دیا گیا۔ اس کا تعلق مہاراجہ شیر سنگھ اور کنور پرتاپ سنگھ کے خون سے نہیں بلکہ راجہ دھیان سنگھ کے خون سے تھا۔[6] بعد کو اس کا بدلہ چکانے کے لئے دھیان سنگھ کے بیٹے ہیرا سنگھ نے سندھا والیوں کا خون استعمال کیا تھا۔[7]

سکھ ودوانوں کو یہ بھی مسلّم ہے کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی والدہ ماجدہ رانی جندہ یا جند کور نے اپنے لختِ جگر کی خون سے تاجپوشی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اور اسے بدشگونی سمجھا تھا۔[8] مگر اس وقت اس کی کون سنتا تھا۔ سکھ سردار جو بھی جی میں آتا کرتے۔ اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ پر عمل ہو رہا تھا۔ رانی جند کور عموماً سکھ سرداروں اور فوجیوں کی من مانیوں پہ پریشان رہتی تھی۔ مگر

---

[1]:۔ بھائی مہاراج سنگھ شاہی قیدی صـ ۶۔

[2]:۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صـ ۱۲۵۔

[3]:۔ مہان کوش صـ ۴۶۸۔

[4]:۔ سکھ اتہاس لیکچر صـ ۳۸۹، سنت بابا بیر سنگھ صـ ۸۲۔

[5]:۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ صـ ۳۷۔

[6]:۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ صـ ۳۸، صـ ۳۷۔

[7]:۔ " " "

[8]:۔ سکھ اتہاس لیکچر صـ ۳۸۹۔

بے بس عورت کر کیا سکتی تھی۔ رانی جند کو بعض اوقات لوگوں کو عجیب عجیب سزائیں بھی دے دیتی تھی۔ مثلاً ایک مرتبہ اُس نے ایک کمیدان کی داڑھی جلا دینے کا حکم دیا تھا[۱] ان دنوں سکھ سرداروں اور فوجیوں کا دوسروں کو جان سے مار دینا بہت معمولی بات تھی۔ سکھوں میں بڑے بڑے قابل احترام بزرگ بھی اس قتل و غارت سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ بھائی بیر سنگھ جی نورنگا باد والے اور ان کے ہزاروں ساتھی راجہ ہیرا سنگھ نے توپوں سے اُڑا دیئے تھے۔ اور خود بیر سنگھ جی کے جو اس وقت گورو گرنتھ صاحب کے پاٹھ میں مشغول تھے پرخچے اُڑ گئے تھے[۲]

سکھ فوجوں نے بابا بیر سنگھ کے ڈیرے کو بھی لوٹ لیا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"انہوں نے سنگتوں کے چھکنے کے لیئے جو لنگر تیار کیا تھا۔ کڑاہ پرشاد اور مٹھائیاں تھیں۔ وہ سب چیزیں برچھوں نے برباد کر دیں۔ توپوں کے گولوں سے بچے ہوئے لنگر کی بھی بہت بے ادبی ہوئی۔ ڈیرے کا پچیس لاکھ روپے کا سامان بُرچھوں نے لُوٹ لیا۔"[۳]

اس حملہ کے وقت زخمیوں کو پانی پلانے والوں کو دو ہزار روپیہ جرمانہ کر دیا گیا تھا[۴]

اِس قتل و غارت اور لُوٹ مار سے متعلق ایک سکھ وِدوان کی سنیئے:۔

"لاہور دربار کے برچھوں نے ڈوگروں کی انگیخت پر سنت بابا بیر سنگھ ایسے مہاتما کو مارنے کے پاپ کرم پر فخر سے کہا:۔

بیر سنگھ نوں ماریا ڈاہ توپاں ؛ نہیں چھڈیا سادھ تے سنت میاں

لیکن بابا جی کو مارنے والی فوجوں کا نام "گورو ماریاں فوجاں" مشہور ہو گیا۔ لوگ انہیں مُنہ لگانے کے لیئے تیار نہیں تھے۔"[۵]

راجہ ہیرا سنگھ کا بھی بہت بُرا انجام ہوا۔ سکھ فوج نے سکھ راج کے وزیر ہیرا سنگھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اُس نے بھاگنے کی بہت کوشش کی۔ کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک سکھ صحافی سردار کرم سنگھ زخمی نے اس کی موت سے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"وہ لاہور سے بھاگ کر تھوڑی دُور ہی گیا تھا۔ پنڈت جلا (جو اس کا دوست تھا) اس کے ساتھ ہی تھا کہ خالصہ فوج نے اسے لاہور سے سات میل دُور جا پکڑا۔ معمولی سی لڑائی ہوئی۔ اور پنڈت جلا۔ راجہ ہیرا سنگھ ...... مارے گئے ......

۱:۔ سردار کرم سنگھ دی اتہاسک کھوج صفحہ ۴۲۳ ؛ ۲:۔ دلیپ سنگھ صفحہ ۲۱، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۲۵۳ ؛
۳:۔ سنت بابا بیر سنگھ صفحہ ۱۳۵ ؛ ۴:۔ سنت بابا بیر سنگھ صفحہ ۱۵۶ ؛ ۵:۔ سنت بابا بیر سنگھ صفحہ ۱۵۵ ؛

ہیرا سنگھ کا سارا سامان لوٹ لیا گیا...... ہیرا سنگھ کا سر لاہوری دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ بعد کو جلے کا سر بازاروں میں پھرا کر کتوں کو ڈال دیا گیا۔" ؎۱

سکھ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رانی جندکور نے جو ان دنوں اپنے حکمران لڑکے دلیپ سنگھ کی نگران ہونے کی وجہ سے سکھ راج کی سربراہ تھی اپنے وزیر ہیرا سنگھ کے مارے جانے کی خبر سنکر انتہائی خوش ہوئی۔ اس نے توپیں چلا کر خوشی منائی گئی۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ رات کو سارے لاہور میں چراغاں کیا جائے۔ اور ہر دوکاندار اپنی دوکان پر پانچ پانچ گھی کے دیئے جلائے۔ جیسا کہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے لکھا ہے کہ:۔

"راجہ ہیرا سنگھ، پنڈت جلا...... اور میاں لابھ سنگھ مارے گئے۔ شام کو راجہ ہیرا سنگھ۔ پنڈت جلے اور میاں لابھ سنگھ کے سر مائی صاحب کے سامنے پیش کئے گئے...... مائی صاحب کے حکم سے توپوں کی شلق کی گئی...... شام کے وقت تمام بازاروں میں حکم دیدیا گیا کہ ہر ایک دکان پر پانچ پانچ دیئے گھی کے جلائے جائیں۔" ؎۲

سکھ حکومت کی سربراہ کا اپنے وزیر کے مارے جانے پر اتنی خوشی منانا ایک عجیب سی بات ہے۔ ہیرا سنگھ کی سب جائیداد پر بھی سرکار نے قبضہ کر لیا تھا۔ ؎۳

ایک سکھ ودوان کے بقول راجہ ہیرا سنگھ کا سر گندی نالی میں پھینک دیا گیا۔ پہلے یہ سر لوہاری دروازہ پر لٹکایا گیا تھا۔ ؎۴

سکھ ودوانوں کو یہ بھی مسلّم ہے کہ ان دنوں رانی جندکور کے بھائی جواہر سنگھ کو بھی جو ہیرا سنگھ کے بعد مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وزیر بنا۔ بپھرے ہوئے سکھ فوجیوں نے ہلاک کر دیا ؎۵ اور اس کے تمام زیورات لوٹ لئے تھے۔ جیسا کہ سردار کرم سنگھ جی لکھتے ہیں کہ:۔

"مانگہ گاؤں کا ایک سکھ (منگتی) ہاتھی کی دُم پکڑ کر اُوپر چڑھ گیا۔ اور وزیر کے زیورات اُتار لئے۔ جب وہ اتر کر نیچے آیا تو سبھی اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسے لوٹ لیا۔ معلوم نہیں کہ وہ بچ گیا یا مر گیا۔" ؎۶

؎۱:۔ سکھ راج ص۴۲، ص۴۳ ؛ ؎۲:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص۴۲۹ ؛

؎۳:۔ گورسندیش ۱۹۶۴ء ؛ ؎۴:۔ سنت بابا بیر سنگھ ص۱۶۳ ؛

؎۵:۔ سکھ اتہاسک لیکچر ص۳۲۴ سکھ راج ص۱۱ سکھ اتہاس حصہ دوم ص۱۶۵ ؛ ؎۶:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص۳۴۴ ؛

رانی جند کور نے اپنے بھائی جواہر سنگھ کے قتل پر بہت واویلا اور چیخ و پکار کی۔ سکھوں نے اسے کہا کہ تجھے بھائی کے ساتھ ہی روانہ کردیں گے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:۔

"جواہر سنگھ کی لاش باہر ہی پڑی رہی۔ رات کو جنداں نے باہر آکر رونا پیٹنا شروع کردیا۔ سکھوں نے کہا کہ بھائی کے ساتھ ہی روانہ کردیں گے۔ وہ خوفزدہ ہوکر اندر چلی گئی۔" [۱]

رانی جنداں کا بھائی جواہر سنگھ اس سے قبل سکھ فوج کے ذریعہ راجہ دھیان سنگھ کے بیٹے ہیرا سنگھ کو ٹھکانے لگا چکا تھا [۲] یہ بہت زانی انسان تھا اس نے مہاراجہ شیر سنگھ کی ایک ایک بیوی کی جبراً عصمت دری کی تھی۔ چنانچہ جب اُس کی مردہ لاش جلائی جانے لگی تو رانی جنداں نے اسکی بیویوں سے کہا کہ:۔

"اگر اپنی عصمت کو محفوظ رکھنا ہے تو ستی ہو جاؤ۔ اور اگر تلنگوں کے بس میں پڑنا ہے تو زندہ رہو۔" [۳]

جہاں تک سکھ مذہب کی تعلیم کا تعلق ہے ستی کی رسم جائز نہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں ایک سکھ ودوان گیانی لال سنگھ سابق سیکرٹری پنچ خالصہ دیوان پنج کھنڈ بھسوڑ کا بیان ہے کہ:۔

"گورمگھر (یعنی سکھ مذہب) میں ستی کی رسم (خاوند کے ساتھ جلتی آگ میں جل مرنا) پاپ کرم (گناہ) ہے۔

دیکھا دیکھی من ہٹھ جل جائیے
پریا سنگ نہ پاوے بہہ جون بھرمائیے

......لوک لاج یا ضد سے دیکھا دیکھی (رواج کے مطابق) چتا میں جل جانا کوئی ستی پن نہیں ہے۔ اور نہ خاوند کا قرب حاصل ہوتا ہے۔" [۴]

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی رانی جند کور کا اپنے بھائی جواہر سنگھ کی بیوگان کو اپنے خاوند کی مُردہ لاش کے ساتھ زندہ جل جانے کا مشورہ بدیں وجہ دینا کہ اس طرح وہ

---

[۱]:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۳۲۲؛ [۲]: سکھ سلاں صفحہ ۲۶، بہہ وٹے اتہاسک لیکھ صفحہ ۲۸۳؛ [۳]:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۳۲۲؛ [۴]: سکھ قانون صفحہ ۲۶۸۔

عصمت دری سے بچ جائیں گی۔ اس بات کی علامت ہے کہ ان دنوں سکھ بہت بگڑ چکے تھے۔

اس سے قبل ایک مرتبہ راجہ ہیرا سنگھ جواہر سنگھ کو قید بھی کر چکا تھا۔[1] اس کشت و خون اور قتل و غارت کے دوران رانی جند کور کو بھی زہر دیکر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ بچ گیا[2] نیز مہاراجہ رنجیت سنگھ کا لڑکا کنور کشمیرا سنگھ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا[3] ان کے دوسرے لڑکے کنور پشاورا سنگھ کو مار کر اس کی لاش اٹک دریا میں بہادی گئی[4]

مختصر یہ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی وفات کے بعد ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۹ء تک دس سال کے عرصہ میں خون کی جو ہولی کھیلی گئی وہ بہت ہی ہولناک ہے اور خود مہاراجہ رنجیت سنگھ کا اپنا تمام خاندان خون میں لت پت ہو گیا۔ اور اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ یہ زمانہ صرف پنجاب کے عوام کے لئے ہی نہیں بلکہ خود مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گھرانہ کی عورتوں اور مردوں کے لئے ایک قیامت کا دور تھا۔

اس عرصہ میں باہمی قتل و غارت اور کشت و خون کے علاوہ سکھوں کی انگریزوں سے بھی لڑائیاں چھڑ گئیں۔ اور ان لڑائیوں میں سکھوں کو جو شکستیں نصیب ہوئیں۔ ان میں بہت بڑا دخل سکھ فوج کے افسروں اور سرداروں کی غداریوں کا تھا۔ اور آخری لڑائی سکھ تاریخ میں گجرات کی لڑائی کہلاتی ہے۔ جس کا آخری فیصلہ ۲۶ ر مارچ ۱۸۴۹ء کو راولپنڈی میں ہوا۔ جب سکھ فوج نے انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ اور اپنی آخری شکست تسلیم کر لی۔ سکھ فوج گجرات سے بھاگ کر وہاں چلی گئی تھی۔ اس وقت سکھ فوجیوں اور سرداروں نے آنسو بھری آنکھوں سے انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈالے اور زبان سے صرف اتنا ہی کہا کہ:۔

"آج مہاراجہ رنجیت سنگھ مرا ہے۔"[5]

جس خالصہ راج کی بنیاد سکھ مؤرخین اور مصنفین کے مطابق ۱۷۹۹ء میں رکھی گئی تھی۔ اور جو بڑے لمبے عرصہ کے قتل و غارت اور لوٹ مار کے بعد ۱۸۰۱ء میں ظہور میں آیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی

---

[1] سنت بابا ہیر سنگھ ص۸۷؛ [2] سکھ اتہاس کے لیکچر ص۲۹۴، سکھ اتہاس حصہ دوم ص۱۶۵، مہاراجہ دلیپ سنگھ ص۳۱؛ [3] تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم ص۱۴۶، سکھ مسلاں ص۳۶، مہاراجہ دلیپ سنگھ ص۳۰، سکھ اتہاس حصہ دوم ص۱۶۵؛ [4] مہاراجہ دلیپ سنگھ ص۳۵؛ [5] سکھ اتہاس حصہ اول ص۲۰۳، سکھ اتہاس کے لیکچر ص۴۳۰، سکھ راج ص۱۱۱؛

کی موت کے بعد اس کا جو حشر ہوا اس کا ہولناک خاکہ اکالی تخت امرت سر کے سابق جتھیدار سنگھ صاحب گیانی پرتاپ سنگھ جی نے یوں پیش کیا ہے :۔

"لاہور دربار سازشوں، بغاوتوں، معصوموں کے قتلوں، برچھا گردوں، غداروں خود غرضوں اور مغرور لوگوں کا اکھاڑہ بن گیا۔ آزادی کا "کلپ برکھ" جسے ست گوروؤں نے لگایا تھا۔ اور جسے مسلوں مہاراجہ رنجیت سنگھ اور بے شمار شہیدوں نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ اُسے گھُن لگ گیا۔ مُرجھا گیا۔ اور خشک ہو کر گر پڑا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دس بارہ سال بعد کی تاریخ پھوٹ، خانہ جنگی، سازشوں، غداریوں، تباہیوں اور بربادیوں کی دردناک کہانی ہے۔ جو رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے۔ اور آنکھوں میں خون کے آنسو لے آتی ہے"۔ [۱]

جس حکومت کی بنیاد انصاف پر نہ ہو جس کے سربراہ کی ساری زندگی ملک گیری کی ہوس میں گذری ہو۔ جس نے اس ہوس کی تکمیل کے لئے اپنے اور بیگانوں میں کوئی امتیاز نہ کیا ہو۔ بلکہ موقع پا کر سبھی کو روند ڈالا ہو۔ اس کا یہی حشر لازمی تھا۔ ایک سکھ بزرگ نے کیا خوب لکھا ہے کہ :۔

"انصاف سورج ہے۔ اور حکومت اس کا سایہ۔ اگر انصاف جاتا رہے تو حکومت بھی چلی جاتی ہے"۔ [۲]

نیز سکھ ودوانوں نے سکھ حکومت کے خاتمہ پر نوحہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

"مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت کے بعد قوم غدار، منافق طبع اور قوم فروش لوگوں کے ہاتھ آگئی۔ اور انہوں نے اس حکومت کو جس کی تعمیر میں سینکڑوں شہیدوں نے اپنی جان کی بازی لگائی تھی اپنوں کی منافقانہ چالوں اور دھوکوں سے صرف دس سال کے تھوڑے سے عرصہ میں ہی ختم کر دیا۔ اور ۱۸۴۷ء میں قوم کی آزادی (یعنی سکھ حکومت) ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی"۔ [۳]

ایک اور سکھ مصنف رقمطراز ہیں کہ :۔

"ہاں پنجاب کا شیر چل بسا۔ سکھ حکومت کا سورج غروب ہو گیا۔ ہمیشہ کے لئے۔ اس عظیم سلطنت پر وہ رات آئی۔ جس کے بعد کبھی دن نہیں چڑھا۔ اور

---

[۱] :۔ سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۷۳ ۔ [۲] :۔ گورونانک چمتکار صفحہ ۸۳ ۔ [۳] :۔ انکھی سورما صفحہ ۲۰ ۔

نہ چڑھے گا"۔ [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے سکھ حکومت کے بارے میں اپنی رائے یوں ظاہر فرمائی ہے کہ :-

"سکھوں کا دَورِ حکومت پچاس برس کے اندر اندر شروع ہُوا اور ختم بھی ہوگیا۔ .... آخر مظلوموں کی فریاد جنابِ الٰہی میں سُنی گئی۔ اور اس جانور (گائے) اور اس کے حامیوں پر منعمِ حقیقی کا غضب بھڑکا اور اُس نے عنانِ حکومت ہمیشہ کے لئے ہر ایک زمان و مکان سے ان کے ہاتھ سے چھین لی"۔ [2]

---

[1]: رسالہ سکھ دھرم امرت سر فروری ۱۹۶۳ء؂ [2]: سرمہ چشم آریہ ص ۱۳۸؂

۵

انگریزی حکومت کے دَور کا آغاز

انگریزی حکومت کے دَور کا آغاز

پنجاب میں سکھ راج کے خاتمہ پر انگریزی حکومت کا دَور شروع ہوا۔ تو بمطابق سکھ مؤرخین اور مصنّفین ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو لاہور کے شاہی قلعہ پر آخری بار سکھوں کا کیسری نشان صاحب لہرایا گیا۔ اور اس کے بعد اسے ہمیشہ کے لئے اتار کر انگریزی حکومت کا جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی گئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ آج سے پنجاب انگریزی راج میں شامل کر دیا گیا ہے [۱] اس طرح پنجاب کے لوگوں نے عموماً اور مسلمانوں نے خصوصاً لمبی اور اذیت ناک زندگی سے چھٹکارا پایا۔

پنجاب کے مسلمان تو اصل میں ۱۶۹۹ء سے ۱۸۴۹ء تک بے حد مصائب جھیلتے آ رہے تھے۔ سکھ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں ہزاروں افراد جن میں بچے، عورتیں، بوڑھے اور جوان شامل تھے تہ تیغ کر دیئے گئے [۲] ہزاروں کو زندہ جلا دیا گیا۔ اور ہزاروں ہی حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر چیر کر ان کے بچوں کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے [۳] الغرض سکھ تاریخ کے اوراق اس کشت و خون اور قتل و غارت سے بھرے پڑے ہیں۔ اس ڈیڑھ صدی کے عرصہ میں مسلمانوں کا جگہ جگہ خون بہایا گیا۔ بہت سی قبریں کھود کھود کر دفن شدہ مُردوں کو نذر آتش کر دیا گیا [۴] اور بہت سی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ [۵]

ہم کسی قوم یا فرد پر کوئی جھوٹا یا بے بنیاد الزام دینے سے اپنے ربّ العزّت کی پناہ چاہتے ہیں۔ ہم نے تقریباً نصف صدی کے عرصہ میں سکھ کتب کا جو مطالعہ کیا ہے اور قلمی اور مطبوعہ گرنتھوں کی جو ورق گردانی کی ہے اس سے یہی حقیقت ہمارے سامنے آئی ہے کہ قریباً ڈیڑھ صدی کے عرصہ میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا بے اندازہ خون بہایا گیا۔ اور ان کی مقدس کتب تلف کر دی گئیں [۶]

---

[۱] :۔ سکھ اتہاس حصہ دوم صفحہ ۲۰۲، سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۲۳۰، جگ پلٹاؤ گورو صفحہ ۴، مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۱۰۰، سکھ مسلاں صفحہ ۲۶ ؛ [۲] :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۹۹، صفحہ ۲۰۷ ایڈیشن اوّل ؛ [۳] :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۹۱، پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر صفحہ ۲۵۰، صفحہ ۲۴۳ ظفر نامہ مترجم صفحہ ۱۳۰، بابا بندہ بہادر صفحہ ۳۰ ؛ [۴] :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۸۶، صفحہ ۲۸۳، گور پرتاپ سورج این ۲ انسو ۸، ۹۹ ؛ [۵] :۔ گور پرتاپ سورج این ۲ انسو ۹، ۱۰ ؛ [۶] :۔ داراں بھائی گورداس ۔ وار ۱م پوڑی ۱۶، ۱۷ ؛

ان کے بے شمار مقدس مقامات، مسجدوں۔ بزرگوں کے مزاروں اور پیر خانوں کو تہس نہس کر دیا گیا[۱]
یا انہیں اپنے گوردھاموں میں تبدیل کر کے "گوردوارہ مست گڑھ" (یعنی مسجد گرا کر بنایا گیا گوردوارہ)
کا نام دیدیا گیا۔ اور یہ سب کچھ سکھ دودانوں اور تاریخ دانوں کو مسلّم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس
زمانہ کے تمام دانشوروں نے جن میں سکھ دانشور بھی شامل ہیں۔ انگریزی حکومت کے قیام کو اپنے
لئے ایک نعمت الٰہی تصور کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھ حکومت کے زوال اور انگریزی حکومت کے
قیام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

"سکھوں کا دَور حکومت پنجاب میں پچاس برس کے اندر اندر شروع ہوُا
اور ختم ہو گیا۔ اس زمانہ کی تحریروں اور واقف کاروں کے بیانات تائیدی سے یہ پُردرد ماجرا
معلوم ہوتا ہے کہ اس حیوان (گائے) کے کسی اتفاقیہ زخم لگ جانے پر بھی یا کسی
فاقہ کش کے ہاتھ سے ذبح کئے جانے پر چار ہزار سے کچھ زیادہ مسلمان متفرق
مقامات اور دفعات میں زمانہ عملداری سکھوں میں نہایت دردانگیز اور بے رحمی کے
طریقوں سے قتل کئے گئے۔ اور جلا دیئے گئے۔ اور پھانسی دیئے گئے۔ اور اس
سکھا شاہی میں ہمیشہ اس منحوس جانور کی حمایت میں ہندوؤں سے ایسی ایسی ظالمانہ
حرکتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک آخر مظلوموں کی فریاد جناب الٰہی میں سُنی گئی۔ اور
اس جانور اور اس کے حامیوں پر منعم حقیقی کا غضب بھڑکا اور اس نے عنانِ
حکومت ہمیشہ کے لئے ہر یک زمان و مکان سے ان کے ہاتھ سے چھین لی۔"[۲]

حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

"ایک ایسی مہذب قوم کو ابر رحمت کی طرح دُور سے لایا کہ جس میں انسان اور
حیوان میں فرق کرنے کی لیاقتیں موجود تھیں۔ اور جس کو قابلیت، رعیت پروری،
ملک داری و قدر شناسی اشرف المخلوقات حاصل تھی۔ اس قوم فتح اور قابلِ
شکر یعنی (گورنمنٹ برطانیہ) کی حکومت قائم ہونے سے سب مسلمان اس
عذاب سے رہائی پا گئے۔ کہ جو بنی اسرائیل کی طرح ایک مدت مدید سے

۱:۔ گورپرتاپ سورج ابن ۲ انسو ۹، تواریخ گورو خالصہ اُردو حصہ دوم صفحہ ۱۸۱، صفحہ ۲۵۳۔

۲:۔ سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۳۸۔

سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھ سے اٹھاتے تھے"۔[1]

آج وہ لوگ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر انگریزوں کی خوشامد کرنے کا الزام دیتے ہیں۔ اور جو جی میں آتا ہے کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔ وہ اس بات کو سرے سے بھول جاتے ہیں کہ حضور نے کن حالات اور واقعات کے پیش نظر انگریزی حکومت کی تعریف کی۔ حقیقت یہ ہے کہ سکھ کتب سے متعلق حضور کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ حضور نے خود ہی فرمایا ہے۔ کہ آپ نے تیس ۳۰ سال تک گورو گرنتھ صاحب پر نظر رکھی تھی[2] اور حضور کے سامنے وہ تمام مظالم تھے جو ڈیڑھ صدی کے لمبے عرصہ میں سکھوں کی طرف سے مسلمانوں پر کئے گئے تھے۔ بلکہ ان مظالم میں سے خود سکھوں اور ہندوؤں کو بھی وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ حصہ ملتا رہتا تھا۔ کیونکہ بپھرے ہوئے سکھ بسا اوقات ان کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ ان مظالم کے مقابل پر ایک امن پسند نظام حکومت کے قیام پر خوشی منانا اور اس کی تعریف کرنا۔ اور اس کے عوض میں اپنے رب العزّت کا شکر ادا کرنا اور اس کی حمد کے گیت گانا ہر دانشور کا بطور عبد شکور کے فرض بھی تھا اور ایک فطرتی ردّ عمل بھی۔

جب ہم اس نقطہ نظر کے پیش نظر سکھ کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ اس زمانہ کے سکھ اکابر نے خود بھی سکھ حکومت کے خاتمہ اور انگریزی سلطنت کے قیام کو خدا تعالیٰ کی رحمت قرار دیا ہے۔ چنانچہ مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے بیان کیا ہے کہ: جب مہاراجہ دلیپ سنگھ جی نے انگلینڈ سے واپس آکر اپنا راج[3] دوبارہ حاصل کرنے کیلئے سکھوں سے

---

[1]:۔ سرمہ چشم آریہ ص ۱۳۸ ۔ [2]:۔ ست بچن ص ۲۵، ص ۲۹ حاشیہ ۔

[3]:۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ جی نے اپنی چٹھی مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۶ء میں لکھا تھا کہ ان کا ارادہ بھارت آنے کا بالکل نہ تھا۔ مگر ان کے ست گورو نے اس امر کی تلقین کی ہے کہ وہ بھارت جائیں۔ ست گورو کے اس حکم کے تحت وہ بھارت آنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو سکھ اتہاسک لیکچر ص ۲۲۳۔ گورو دیو پرکاش حصہ سوم ص ۲۴۳، سکھ راج ص ۱۱۸، سکھ اتہاس تے کُوکے ص ۱۰۱، سچوں اُرے سب کو ص ۹۵، جگ پلٹا ڈ گورو ص ۱۶، مہاراجہ دلیپ سنگھ ص ۱۴۰، رسالہ گورمت پرکاش امرت سر مارچ ۱۹۶۵ء)۔

یاد رہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے قبل یہ اعلان فرما دیا تھا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ جی پنجاب کی سرزمین پر قدم نہ رکھ سکیں گے۔ میرے رب العزّت کا یہی ارشاد ہے۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء شحنۂ حق ص ۵۶، نزول المسیح ص ۲۲۶، سرمہ چشم آریہ ص ۱۸۸، روایات صحابہ ص ۵۵ جلد ۱۲، تذکرہ ص ۳۶۰-۱۳۶) خدا کے مسیح کی بات پوری ہوئی مہاراجہ دلیپ سنگھ بھارت کی زمین پر قدم نہ رکھ سکے۔

مدد چاہی تو اُنہوں نے اسے تاریخی جواب دیا تھا۔ جو یہ تھا کہ:۔

"آخر اکال پورکھ نے اپنی دکھی مخلوق کی فریاد سُنی۔ تو تمہاری حکومت چھین کر اپنے فضل سے سرکار انگریزی کو جو ات دیالو (یعنی بہت ہی مہربان) اور عادل اور غریب پرور ہے۔ اس کی پناہ میں دیکر حفاظت کر دی۔ اب ہم بہت آرام سے ہیں۔ کیونکہ حکمران منصف مزاج اور ایماندار ہیں...... ہر قسم کی آرام دہ چیزیں رعایا کو حاصل ہو رہی ہیں۔ ہر ایک اپنے مذہب کا پرچار اور روزگار کھلے دل سے کر رہا ہے۔" [۱]

گیانی صاحب موصوف تواریخ گورد خالصہ کے اُردو ایڈیشن میں لکھتے ہیں:۔

"اس سرزمین میں صدہا برس سے سوائے کُشت و خون اور آپس میں ایک دوسرے کے مذہب میں مخل اور دست انداز ہونے کے کوئی دوسرا کام نہیں ہوا۔ گاؤں کے گاؤں ویران ہو گئے۔ رعایا دُکھ سہتے سہتے اُجڑ گئی۔ کوئی ایسا دھرماتما راجہ قدم رکھے جس کے ملک میں امن قائم ہو۔ خلق اللہ کو آرام ملے اور پرجا سُکھ کی نیند سوئے۔ چنانچہ...... ۱۸۴۶ء میں سرکار انگلشیہ نے پنجاب میں قدم رنجہ فرمایا...... اکال پورکھ ایسی نیک اور عادل سلطنت کو ہمارے سر پر قیامت تک قائم رکھے۔" [۲]

سکھ حکومت کے مظالم

گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق سکھ اکابرین نے مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کو لکھی چھٹی میں وہ مظالم بھی گن گن کر بیان کئے تھے جو سکھ راج میں لوگوں پر کئے جاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا تھا کہ:۔

"ہم خالصہ پنتھ اور گوجرانوالہ کے سکھ جن سے تو اپنی جنم بھومی کا تعلق سمجھتا ہے۔ تیری اس چٹھی کا جواب دیتے ہیں۔ جو تو نے ۲۰ رجون ۱۸۸۹ء کو اخباروں میں

---

[۱]: تواریخ گورد خالصہ چھاپہ پتھر صفحہ ۱۰۵۴ ؀ [۲]: تواریخ گورد خالصہ اُردو حصہ دوم صفحہ ۳ ؀

شائع کروائی ہے۔ اور ہم سے امداد چاہی ہے[۵] اوّل جب ہم تیرے باپ کی حکومت سے (انگریزی حکومت کا) مقابلہ کرتے ہیں اور انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو تیری چھٹی ہمیں بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ تبھی تو ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ تیری چھٹی سے واضح ہوتا ہے کہ تو سرکار انگریزی سے اپنی بے عقلی کی وجہ سے ناراض ہے۔ تیری یہ ناراضگی خالصہ کو جوش نہیں دلا سکتی۔ کیونکہ ہم انگریزی حکومت کے سچے دوست ہیں۔ ہمیں اس کی مہربانی اور انصاف پر مکمل بھروسہ ہے۔ یہ بات ہم سچی کہتے ہیں۔ کوئی بڑائی یا خوشامد نہیں کرتے۔ تم خود ہی انصاف سے دیکھو تمہاری حکومت میں رعایا کیسی سکھی تھی۔ جب ہر ایک گاؤں میں تلوار کی دھار لہو سے بھری رہتی تھی۔ راہزن دن رات ڈاکے مارتے تھے۔ اور لوگوں کو لوٹتے رہتے تھے۔ تعلیم کا یہ حال تھا کہ تعلیم کا نام لینے والے کو بھی سکھ گناہ گار سمجھتے تھے اور مذہبی تعصب، جانبداری اور تکبّر کی آندھی کی دھول آنکھوں میں سے کبھی بھی کم نہیں ہوتی تھی۔ اسی لوٹ مار کا نام سکھا شاہی۔ اور بو چھہ گردی آج تک مشہور ہے۔ کیونکہ حکمران رعایا کا گھر اور سامان زور سے لوٹ لیتے تھے۔ سپاہی کھڑی فصل کو برباد کر دیتے تھے۔ اور کسانوں کی کوئی بھی نہ سُنتا تھا۔ اگر کوئی مقابلہ کرتا تھا تو دو ٹکڑے ہو جاتا تھا۔ سب غریب لوگ بے گاریں دھر لئے جاتے تھے۔ انہیں مزدوری دینا تو درکنار روٹی بھی نہیں دی جاتی تھی۔ اگر کوئی مانگتا تھا تو اُسے جُوتے مارے جاتے تھے۔ چور اور ڈاکو معمولی معمولی قصور کے عوض میں قتل کر دیئے جاتے تھے۔ یا ان کی ٹانگیں اور بازو کاٹ دیئے جاتے تھے۔ عورتوں کی عصمت دری زبردستی کی جاتی تھی۔

---

[۵]: ۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ جی نے یہ چھٹی عدن میں روکے جانے کے بعد رُوس پہنچکر لکھی تھی اور اس میں یہ مرقسم تھا کہ:۔

"ہندوستانی ایک پیسہ مہینہ۔ اور پنجاب کے باشندے ایک آنہ مہینہ (چندہ) دیں۔ مَیں آزاد بادشاہوں کی طرح روس کی فوج کے ساتھ اپنا راج لینے کیلئے آنیوالا ہوں"۔

(گور دیو پرکاش حصہ سوم صفحہ ۳۴۲، جگ پلٹاڈ گوردوصفحہ ۱، سنگھ سبھا لہر صفحہ ۶۱، مہاراجہ دلیپ سنگھ صفحہ ۱۲۵)

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ باوجود ہزار کوشش کے مہاراجہ دلیپ سنگھ بھارت کی سرزمین پر قدم نہ رکھ سکے۔ اور حسرت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئے ؛

متعدد عورتیں شادی کرکے یا زبردستی گھروں میں ڈال لی جاتی تھیں۔ اور قیدی بنالی جاتی تھیں۔ مسافر اور بازار دن دہاڑے لوٹ لیئے جاتے تھے۔ ایک پیادہ بھی بڑے سے بڑے معزز سردار کی بے عزتی کردیتا تھا۔ انصاف تو پر لگا کر اُڑ گیا تھا........ یہ حالت تمہاری حکومت کی تھی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس...

اب کسی کو چوروں یاروں کا ذرہ بھر خوف نہیں۔ ڈاکو اور راہزن کوئی نہیں رہا۔ جہاں جی چاہے سونا اچھالتے چلے جائیں۔ اب تم خود دیکھ لیں کہ ہمارے لیئے آپ کی حکومت بہتر ہے یا انگریزوں کی؟.......

اور جو تو سرکار انگریزی سے باغی ہوگیا ہے۔ تُو نے یہ عقل کی بات نہیں کی۔ ہم میں سے جو بھی کچھ تھوڑی بہت عقل رکھتا ہے۔ وہ کبھی بھی تیری امداد کا نام نہیں لے گا۔ تو ہم سے کوئی اُمید نہ رکھ۔ کوئی دیسی راجہ بھی تیری چھٹی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس لیئے ہم تجھے صدق دل سے تیرے خیر خواہ بن کر کہتے ہیں۔ کہ خالصہ کی تاریخ کھلی ہے۔ تو اپنی بادشاہی اور انگریزی حکومت کے عیوب اور خوبیاں دیکھ کہ اچھی طرح فیصلہ کرسکتا ہے۔ پس فیصلہ کرکے بُرے خیال چھوڑ دے۔ اور ہمارا کہنا مان۔ لنڈن واپس چلا جا اور معافی مانگ لے۔ ہمیں پختہ یقین ہے کہ سرکار انگریزی تیرے گناہ ضرور معاف کردے گی۔ اور تیری پرورش کرے گی۔ اگر تُو نے ہماری یہ بات مان لی تو سُکھ پلٹے گا۔ اور ہم بھی خوشی منائیں گے۔ اگر نہیں مانے گا تو تم جانو۔ ہاں آئندہ ہماری طرف کبھی بھی ایسی کوئی چھٹی نہ بھجوائیں۔" [۱]

ہم نے اپنی اس کتاب میں ڈیڑھ سو سال تک چھائے ہوئے سکھوں کے جن مظالم کا تفصیل سے ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ سب اس مندرجہ بالا چھٹی میں خلاصتہً موجود ہیں۔ یہ چھٹی غیر سکھوں کی نہیں ہے۔ کہ یہ کہا جاسکے کہ اُنہوں نے تعصب، بغض اور عناد کی وجہ سے سکھ حکومت پر غلط اور بے بُنیاد الزام خود تراشے ہیں۔ بلکہ یہ مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی کے مطابق اس زمانہ کے دانشوروں اور اہل علم سکھ لیڈروں کے تاثرات ہیں۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی بکثرت موجود تھے جنہوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی حکومت کا آخری دور۔ اس کے بعد

---

[۱]: تواریخ گورو خالصہ پنتھ۔ چھاپہ پتھر صفحہ ۱۰۵۳ سے صفحہ ۱۰۵۶ تک۔

سکھ راج میں کئے گئے قتل وغارت اور کشت وخون کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا اور جن کی زندگی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی بڑی بہو رانی چند کور اور کنور نونہال سنگھ جی کی حاملہ بیوی رانی پنجاب کور کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اور جنہیں اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ رانی جنداں کے بھائی جواہر سنگھ نے مہاراجہ شیر سنگھ کی بیوگان کی عصمت دری کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا۔

پس انگریزوں کے راج کی انصاف پروری اور امن پسندی سے متعلق اس چھٹی میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ ان لوگوں کی رائے پر مشتمل ہے۔ جو انگریزوں سے قبل پنجاب پر خود حکمران تھے۔ اور اس خطۂ عرض کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ یعنی جنہیں شکست دے کر انگریزوں نے پنجاب کا علاقہ اپنے قبضہ میں لیا تھا۔ لہٰذا کسی بھی سمجھدار اور دانشور کے لئے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ ایسے خالصہ راج میں جس سے خود سکھ بھی نالاں تھے مسلمانوں کا کیا حشر ہوا ہوگا۔

اب وہ لوگ جو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السّلام کو انگریزوں کا خوشامدی کہہ کر کوستے ہیں۔ ذرا دل میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھ کر سوچیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک امن پسند اور انصاف پرور حکومت کی اگر تعریف کی ہے تو اس میں بُرائی کیا ہے۔ نیک و بد کے موازنہ کے بعد کسی حقیقت کا اعتراف کرنا تو سراسر نعمت خداوندی کی حمد کرنے کے مترادف ہے۔ نہ کہ خوشامد اور چاپلوسی۔ نیز خود سکھ دانشوروں کو بھی یہ تسلیم ہے کہ ان کی اپنی سکھ حکومت میں دن رات قتل وغارت اور کشت وخون کا بازار گرم رہتا تھا۔ دن دہاڑے لوگوں کو لوٹ لیا جاتا یہ سکھ فوجیں لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے کی بجائے

ست سری اکال ⁜ گٹ مار کیتی تے کھوہ لیا مال [۲]

پر عمل کرتی تھیں۔

خُدا تعالیٰ نے فضل کیا کہ ایک بدامن اور انسانوں کے خون میں نہانے والی سکھ حکومت کی صف لپیٹ دی۔ اور اس کی جگہ امن پسند اور انصاف پرور انگریزی حکومت کو قائم کر دیا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا چھٹی سے ظاہر ہے۔ جو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور جیسے مشہور ومعروف سکھ

---

[۱] :۔ تواریخ گورو خالصہ بنیتھ چھاپہ پتھر ص ۱۰۵۳ ⁜ [۲] :۔ نامدھاری اتہاس حصہ اول ص ۶۴ ⁜

مؤرخ نے اپنی کتاب تواریخ گورو خالصہ میں درج کیا ہے۔

سکھ کتب سے ثابت ہے کہ سکھوں نے مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کو مندرجہ بالا جواب دینے کے علاوہ انگریز حکمرانوں کو بھی لکھا تھا کہ وہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو بھارت آنے سے روک دیں۔ کیونکہ ان کے آنے سے بدامنی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ ان کے اس مشورہ کی بنا پر مہاراجہ جی کو عدن میں روک لیا گیا تھا۔ اور بھارت جانے کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا گیا تھا۔ [۱]

ایک سکھ وِدوان رقمطراز ہیں کہ :۔

"سرکار پرست رئیسوں نے لارڈ ڈفرن کو لکھا کہ اس طرح پنجاب میں بدامنی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اس کے نتیجہ میں مہاراجہ عدن پہنچا تو ۔ بغیر وارنٹ گرفتار کر کے اسے ولائت واپس بھیج دیا۔" [۲]

اس کے بعد ایک مرتبہ سکھ اکابرین نے لارڈ ڈفرن وائسرائے ہند کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا تھا۔ اس میں یہ بات فخریہ طور پر پیش کی تھی کہ :۔

"ان (سکھوں) نے دلیپ سنگھ کے حقوق تسلیم کرنے سے انکار کر کے اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ وہ کس طرح انگریزی حکومت میں سُکھی ہیں۔ سکھوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ انگریزی حکومت میں رہ کر اچھی طرح پھول اور پھل سکتے ہیں ......
دلیپ سنگھ روس کی سازش سے علی الاعلان سکھوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ سکھ اسے دغاباز اور جھوٹا دعویدار سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی حکمران ملکہ کے لئے مر مٹیں گے۔ لیکن اس (دلیپ سنگھ) کو کبھی بھی اپنا حکمران تسلیم نہیں کریں گے ....
سکھوں پر اتنی مہربانیوں کی بارش برسائی جائے کہ یہ مکمل مہذب قوم بن جائے ......
.... یہ بھارت میں انگریزی راج کے سب سے زیادہ وفادار ہیں اور رہیں گے۔" [۳]

اس ایڈریس کے آخر میں یہ بھی مرقوم تھا کہ :۔

"یہ انگریزی حکومت کی برکت ہے کہ آج ہم آپ کی خدمت میں اپنی قوم کے لئے عرض کر رہے ہیں۔ سکھ حکومت یا کسی اور حکومت کے ماتحت کس کی مجال تھی کہ ایسا کر سکتا۔ اور نہ ایسی آزادی کسی سکھ ریاست میں سکھوں کو میسر آتی دکھائی دے

---

[۱] :۔ رسالہ گورمت پرکاش امرت سر مارچ ۱۹۲۵ء ؛ [۲] :۔ گوردیو پرکاش حصہ سوم ص ۲۴۱ ،
[۳] :۔ گوردیو پرکاش حصہ سوم ص ۲۲۴ ؛

رہی ہے ۔ یہ شاندار برکت انگریزی راج کی ہے ۔ ......

ایسی حکومت کے استحکام کے لئے ہم دن رات دُعاگو ہیں ۔ اور ایسی حکومت کے لئے ہم سب سے پہلے قربان ہوں گے ؟ [۵]

یاد رہے کہ یہ ایڈریس جملہ سنگھ سبھاؤں کے نمائندہ خالصہ دیوان لاہور کی طرف سے ۱۶ ر نومبر ۱۸۸۸ء کی شام کو چار بجے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں وائسرائے ہند لارڈ ڈفرن کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ۔ اور اس اجتماع میں بڑے بڑے سکھ لیڈروں اور سرداروں نے شمولیت اختیار کی تھی ۔

سکھ اکابر نے اپنے اس ایڈریس میں انگریزی حکومت سے اپنی وفاداری کے جو وعدے کئے وہ محض زبان تک محدود نہ تھے ۔ بلکہ ان کا عمل ان کے زبانی عہد کا موید تھا ۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں پورے ہندوستان میں جن لوگوں نے من حیث القوم انگریزوں کی مدد کی وہ سکھ ہی تھے ۔ ۱۸۸۸ء میں لارڈ ڈفرن صاحب وائسرائے ہند کی خدمت میں سکھ اکابر نے جو ایڈریس پیش کیا ، وہ اس کی منہ بولتی تصویر ہے ۔ لکھا ہے کہ :۔

" سکھوں نے اپنی سابقہ ذلت اور اہانت کو سر سے بھلا کر اپنی جانیں برطانوی تاج کے بدلہ میں قربانی کے ہون کنڈ میں بھسم کر دیں ۔ اور اس تاج کو قائم رکھنے کے پیش نظر ...... بہادروں کی طرح عمل کرتے ہوئے نام پیدا کیا ۔ فتح یا موت ......

ہم ان سکھ رئیسوں کو کہاں ڈھونڈیں ۔ جو ۱۸۵۰ء میں برطانوی تاج میں ہیروں کی طرح چمک رہے تھے ۔ اور کہاں ہیں ۔ وہ سکھ نوجوان جو ۱۸۵۷ء میں برطانوی مفادات کی خاطر اپنی قربانیاں دینے کے لئے یکدم جمع ہو گئے تھے ......

سکھ بڑے مشکل امتحانوں میں سے کامیابی سے پاس ہوئے ہیں ۔ انہوں نے ۱۸۵۷ء کی افسوسناک اور تاریخی گھڑی میں اپنے انگریز بادشاہ کے عوض اپنی قربانی کا شاندار ریکارڈ پیش کرتے ہوئے وفاداری کا اعلانیہ ثبوت دیا ......

یہ وقت بہت ہی خطرناک تھا ۔ سرکار ہند اس وقت ایسے نازک دور میں سے گذر رہی تھی ۔ جو اُسنے قائم ہونے کے وقت سے اس وقت تک کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ سکھ

---

[۵] :۔ گوردید پرکاش حصہ سوم ص ۲۳۵ ؎

ان دنوں مرد میدان بن کر ڈٹ گئے "۔ ف۱

اس ایڈریس کا ایک ایک لفظ شاہد ہے کہ ان دنوں انگریز بھگتی سکھ قوم کا طرہ امتیاز تھا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ :۔

" یہ وقت بہت نازک تھا۔ جو فوج انگریز افسروں نے قائم کی تھی۔ اور انہوں نے اس کی تربیت کی تھی۔ اس نے اُن کے خلاف ہی بغاوت کر دی۔ اور یہ ارادہ کر لیا کہ ہندوستان سے انگریزوں کی نسل کی جڑھیں اکھاڑ دی جائے .....

ایسے وقت استقامت دکھانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ جبکہ ہر گھڑی یورپین عورتوں اور بچوں کا ہولناک قتل عام، مصائب اور جھوٹے دوستوں کے بھاگ جانے کی نئی نئی خبریں آتی تھیں۔ اس وقت مرکزی ہند کے بڑے بڑے لیڈروں کی فوجیں باغیوں سے مل گئی تھیں۔ اور جب سارا ملک انبالہ تک ویران اور قتل گاہ کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔

ایسے وقت میں سکھ برطانوی حکومت کی مدد کے لئے مرد بن کر اُٹھے۔ اس وقت سکھ سرداروں کی روش " پنجاب راجان " کے مصنف کی طرف سے بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔ اس وقت کی خدمت نے انہیں ملکہ مہارانی کے سب سے پیارے اور وفادار سرداروں میں سب سے پہلی صف میں لا کھڑا کیا "۔ ف۲

ایک سکھ ودوان نے اس بارہ میں لکھا ہے کہ :۔

" ۱۸۵۷ء میں جب ہندو اور مسلمان ہندیوں نے مل کر انگریزوں سے اپنی چھن چکی آزادی واپس لینے کی کوشش کی تو انگریزوں نے اپنی حفاظت کے لئے سکھوں کو ڈھال بنایا "۔ ف۳

ان دنوں ایسے ٹریکٹ اور اشتہارات چھاپ کر بھی سکھوں کی طرف سے تقسیم کئے جاتے تھے۔ جن میں سکھ عوام کو انگریزی حکومت کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین کی جاتی تھی۔ جیسا کہ ایک مرتبہ خالصہ دیوان لدھیانہ کی طرف سے یہ اشتہار شائع کیا گیا تھا کہ :۔

ف۱ :۔ ایڈریس کی کاپی صفحہ ۲۴ بمنقول از جگ پلٹاؤ گوردوارہ، صفحہ ۹، صفحہ ۱۰، سکھ اتہاس تے کُوکے صفحہ ۱۰۲، صفحہ ۱۰۳ ؛

ف۲ :۔ جگ پلٹاؤ گوردوارہ صفحہ ۱۰، صفحہ ۱۱۔ ایڈریس کی کاپی صفحہ ۲۲، ۲۴۔ سکھ اتہاس تے کُوکے صفحہ ۱۰۳ ؛

ف۳ :۔ سکھ شہید صفحہ ۱۱۱ ؛

"میری مان یوگ پیارے خالصہ بھائیو۔ اور ہماری قوم کے معزز پردھان سردار بہادرو اور اہل علم لائق ودوانو۔ یہ تو آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ برٹش عادل حکومت کا راج خُدا تعالیٰ کے فضل سے اور دھرم کے محافظ نودیں گورو صاحب کے مقدس حکم کے مطابق (ہمیں لمبے عرصہ سے بے انصافی کے اندھیرے میں ستائے ہوئے لوگوں کو عدل وانصاف کی روشنی کا آرام دینے کے لئے) حاصل ہوا ہے۔ جو ہم سب کے سروں پر بڑی بھاری بخشش اور برکت ہے۔ اس لئے خالصہ قوم کا اہم فریضہ ہے کہ اپنے گورو مہاراج کی بخشی ہوئی ذات کو سب سے افضل سمجھ کر تن۔ من اور دھن سے خدمت کرلے۔ پیاری خالصہ بہادر قوم .... اب تیرا فرض ہے کہ گورو مہاراج کی بخشش سرکار انگلشیہ کی خدمت میں اپنا تن، من اور دھن قربان کرکے اپنا فرض پورا کریں۔" [۱]

سکھ مؤرخین کے نزدیک سکھ اکابران دنوں بڑے فخر سے ان خیالات کا بھی اظہار کرتے تھے کہ:۔

"سکھوں کو معلوم ہوگیا ہے کہ وہ انگریزی حکومت میں رہ کر اچھی طرح ترقی کرسکتے ہیں۔ اور سکھ راجاؤں (مہاراجہ رنجیت سنگھ وغیرہ) کے تحت بسنے والوں کی حالت سے مقابلہ کیا جائے۔ تو واضح ہوجاتا ہے کہ انگریزوں کا برتاؤ اچھا ہے"۔ [۲]

یعنی:۔

"اس وقت شمال اور دکن کے دونوں حصے اس مشرق کی طرف سے آئے پرکاش کے تحت یکساں ہوگئے۔ اور برٹش حکومت کی پالنا پوسنا میں تباہی سے بچ گئے۔ اور یہ بات دیکھنے والی ہے کہ ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے اس انگریزی راج سے ان سکھوں نے کتنا فائدہ حاصل کیا ہے۔

خدا تعالیٰ ان سکھوں کو ان کے اپنے فائدہ کے لئے انگریزی حکومت کے تحت لے آیا ہے"۔ [۳]

سکھوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے موقعہ پر انگریزی حکومت کو بچانے میں جو مدد کی اسے بھی

---

[۱]: سکھ اتہاس تے گوگے صہ ۱۱۱، ۴۔ [۲]: سکھ اتہاسک لیکچر صہ ۲۶۳۔

[۳]: گورو پد پرکاش حصہ سوم صہ ۲۲۹۔

سکھ اکابر فخریہ طور پر پیش کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے کہ :۔

"غدر کو دبانے کے لئے انگریزوں کی امداد کے طور پر پٹیالہ، جیند اور نابھ کے راجاؤں نے سترہ ہزار آدمی بھرتی کئے۔ کچھ سکھ راجاؤں نے اپنی فوجوں کی کمان خود کی...... غدر کو دبانے کے بعد انگریزوں کے سامنے بڑا مسئلہ پنجابیوں کو انعام دینا تھا...... نارنول کا ڈویژن مہاراجہ پٹیالہ کو دیدیا گیا۔ نابھ کے راجہ کو جھجھر کے علاقہ میں سے ایک حصہ دے دیا گیا۔ اور جیند کو دادری کا علاقہ۔ اسی طرح کپورتھلہ اور کشمیر کے راجاؤں کو بھی انعام دیئے گئے" ف۱

اس کے علاوہ اور بھی کئی سکھ سرداروں اور رئیسوں کو انعامات سے نوازہ گیا۔ ف۲

سکھ دانشوروں کو مسلّم ہے کہ اگر ۱۸۵۷ء کے غدر میں سکھ انگریزوں کی مدد نہ کرتے تو ان کے پاؤں ضرور اکھڑ جاتے اور بھارت انگریزوں کے قبضہ میں آنے سے بچ جاتا۔ جیسا کہ پیارا سنگھ جی پدم کا بیان ہے کہ :۔

"سکھ رئیسوں اور سرداروں نے انگریزوں کی ضرور مدد کی۔ مگر سکھ فوجیوں نے بغاوت کرنے کے لئے غدر میں پورا حصہ نہ لیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر پنجاب غدر میں پوری طرح مدد کرتا تو انگریزوں کا رہنا محال تھا۔" ف۳

دہلی کے چاندنی چوک میں گوردوارہ سیس گنج واقعہ ہے۔ دراصل یہاں پہلے مسجد تھی۔ ف۴ اسے سکھوں نے گرا کر گوردوارہ تعمیر کر دیا۔ سکھ فخریہ انداز میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں سے یہ انعام ان خدمات کے صلہ میں پایا ہے۔ جو انہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انجام دیں۔ ملاحظہ فرمائیے ایک سکھ محقق فرماتے ہیں کہ :۔

"مہاراجہ سروپ سنگھ والئے جیند نے انگریزی حکومت سے (یہ مسجد ناقل) غدر کی خدمات کے عوض میں مانگ کر گوردوارہ قائم کیا۔" ف۵

ف۱ :۔ بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب ص۳۸، ص۳۱ ؛ ف۲ :۔ سکھ اتہاس لیکچر ص۴۴، گورو پد پرکاش حصہ سوم ص۲۴۵ ؛
ف۳ :۔ سنکھیپ سکھ اتہاس منقول از سکھ اتہاس تے گورکے ص۱۹ ؛ ف۴ :۔ تواریخ گورو خالصہ اردو ص۳۲، گورمت لیکچر ص۲۳۰، نیتھو پرکاش ص۸۰۲، پراچین پنتھ پرکاش ص۳۴۹۔ گوردھام دیدار ص۲۳۶، گوردھام سنگرہ ص۲۳۳، مہان کوش ص۵۰۶، سکھ پنتھ کیتھے توں کیتھے ص۲۱۵، دلی دے گوردوارے ص۵۷، ص۴۶ ؛
ف۵ :۔ دلی دے گوردوارے ص۶۲ ؛

اور بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ :-

"بھارت ورش کی تاریخ میں یہ پہلا مقام ہے کہ جہاں آٹھ سو سال کی مسلمانوں کی مضبوط حکومت کے اندر ایک مسجد کو گرا کر اس کی جگہ گوردوارہ تعمیر کیا گیا جو اب تک موجود ہے۔" [۱]

ایک اور سکھ ودوان رقمطراز ہیں کہ :-

"ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کی اپنی حکومت میں مسجد مسمار کر کے اسکی جگہ گوردوارہ تعمیر کئے جانے کی یہ پہلی مثال ہے۔" [۲]

دہلی شہر میں ایک اور گوردوارہ رکاب گنج کے نام پر ہے۔ یہ بھی مسجد گرا کر بنایا گیا ہے۔ [۳]

یہاں یہ بیان کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ ڈبی بازار لاہور میں سکھوں نے ایک گوردوارہ باؤلی صاحب کے نام پر تعمیر کیا ہے۔ اس کی جگہ بھی پہلے مسجد ہی تھی۔ جسے سکھ مؤرخین کی شہادت کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے مسمار کروا دیا تھا۔ اور اس کی جگہ گوردوارہ بنانے کا حکم دیا تھا۔ نیز اس گوردوارہ کی تعمیر کے لئے اس نے اپنے ہر ایک چھوٹے بڑے ملازم کی ایک دن کی تنخواہ حکماً کاٹ لی تھی۔ یہ وصول شدہ رقم ستر ہزار تھی۔ مہاراجہ جی نے یہ گوردوارہ بنوا کر کرتارپور کے سوڈھی صاحبان کی تحویل میں دے دیا۔

سکھ تاریخ سے واضح ہے کہ سکھوں اور انگریزوں کی دوستی ۱۹۱۹ء تک برابر چلی آئی۔ اور بعض ودوانوں نے تو یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ اس دوستی کی بناء پر ہی سکھوں کو امرت چھکاتے وقت ان سے انگریزوں کے وفادار رہنے کا عہد بھی لیا جاتا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :-

"امرت چھکاتے وقت سکھوں کو جو مذہبی ہدایات دی جاتی تھیں۔ ان میں یہ اضافہ کیا گیا کہ امرت چھکاتے وقت ہر سکھ کو تلقین کی جاتی تھی کہ :-

"وہ آج سے انگریزی حکومت کا وفادار رہے گا۔"

اور اس کا وہ عہد کرتا تھا۔" [۵]

---

[۱] :- دلی دے گوردوارے صفحہ ۴۲ ؛ [۲] :- دلی دے گوردوارے صفحہ ۲۶ ؛

[۳] :- اخبار خالصہ سماچار امرتسر ۵ جون ۱۹۵۰ء ؛ [۴] :- پکھوراج صفحہ ۱۲۹ ، اکھی تے سکھ اتہاس صفحہ ۲۳ ؛

[۵] :- میکالف اتہاس حصہ ۵ صفحہ ۹۶ ، خالصہ ایڈووکیٹ امرتسر ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء ؛

سکھ تاریخ بتلاتی ہے کہ سکھوں پر ایک ایسا وقت بھی آیا جب انگریزی حکومت کے مخالف سکھ کو سکھ پنتھ سے خارج کر دیا جاتا تھا۔[۱]

اس کے علاوہ انگریزی حکومت کے قیام کی ایک پیشگوئی بھی گورو تیغ بہادر جی کی طرف منسوب کر کے سکھوں میں خوب پھیلائی گئی - اس میں یہ مذکور تھا ۔ سمندر پار سے ٹوپی والے سکھ (انگریز) بھارت آئیں گے ۔ اور وہ یہاں کی عنان حکومت سنبھال لیں گے ۔ جیسا کہ ایک سکھ بزرگ سنگھ صاحب گیانی پرتاپ سنگھ جی لکھتے ہیں کہ :-

"نویں گورو صاحب کے نام پر ٹوپی والا سکھ آنے کی پیشگوئی امرت سر کے ایک ای ۔ اے ۔ سی سے وضع کروائی گئی ۔ اور پٹیالہ کے ایک گیانی سے "گورو بنس" (کتاب) میں درج کروائی گئی"۔[۲]

بعض اور سکھ محققین نے یہ لکھا ہے کہ سکھوں میں گورو تیغ بہادر جی کی طرف منسوب کر کے یہ پیشگوئی مشہور کی گئی تھی کہ اب بھارت پر ٹوپی والے سکھ یعنی انگریز حکومت کریں گے ۔[۳]

ان دنوں سکھ لوگوں نے اپنے گھروں اور گوردواروں میں روزمرہ کی انفرادی اور اجتماعی ارداس میں یہ پڑھنا شروع کر دیا تھا کہ :-

"جگ جگ راج سوایا ٹوپی والے دا"۔[۴]

اسی سلسلہ میں ایک اور سکھ نے یوں بیان کیا ہے کہ :-

"گوردواروں میں انگریزی راج جگ جگ اٹل کی ارداسیں بھی شروع ہو گئیں"۔[۵]

---

[۱] :- گورو پد پرکاش صفحہ ۲۴۰ ؛ [۲] :- سکھ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۶۰ ؛

[۳] :- تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۳۸، صفحہ ۱۳۸۱، صفحہ ۱۴۹۸، صفحہ ۱۴۹۹ ، بچے مکت صفحہ ۲۴۲ ، گورمت لیکچر صفحہ ۳۲۳ ، نیارا خالصہ صفحہ ۱ ، جیون کتھا گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۵۵ ، سردار کرم سنگھ دی اتہاسک کھوج صفحہ ۹ ، رسالہ جیون سندیش پٹیالہ مئی ۱۹۵۱ء ۔ رسالہ گورمت امرت سر دسمبر ۱۹۵۱ء ؛

[۴] :- نامدھاری اتہاس حصہ اوّل صفحہ ۱۴ ، گورو گوبند سنگھ جی دا نانڈیڑ وں بعد دا جیون صفحہ ۲۳ ؛ سچوں ارے سب کو صفحہ ۹ ، ہفت روزہ ست یگ ۳ ماگھ سمت ۲۰۲۰ بکرمی مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۶۴ء ، نواں ہندوستان دتی ۲۳ جنوری ۱۹۶۴ء ، ست یگ اساڑھ سمت ۲۰۱۱ بکرمی ۔

[۵] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صفحہ ۵ دیباچہ ؛

جنرل ڈائر کو سروپاؤ

یاد رہے کہ بہت کم لوگ اس تاریخی حقیقت سے واقف ہیں کہ جب ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ امرت سر میں انگریز حکمرانوں نے گولیوں کی بارش کر کے سینکڑوں نہتے ہندوستانیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے دوسرے دن سکھوں کے مرکزی گوردھام دربار صاحب امرت سر کے سربراہ سردار اروڑ سنگھ نے جنرل ڈائر کو "اس خدمت" کے عوض میں اکالی تخت صاحب امرت سر کی طرف سے سروپاؤ (خلعت)، پیش کیا گیا تھا۔ جیسا کہ سنت وساکھا سنگھ جی نے لکھا ہے کہ :۔

"۱۳/اپریل ۱۹۱۹ء کو بساکھی کے دن جلیانوالہ باغ میں سرکار نے گولی چلائی جس میں بہت سے ہندو مسلمان اور سکھ شہید ہوئے۔ سری دربار صاحب امرت سر کے سربراہ اروڑ سنگھ نے جنرل ڈائر کو اکال تخت کی طرف سے سروپاؤ دیا۔" [1]

ایک اور سکھ ودوان فرماتے ہیں کہ :۔

"ایک طرف جلیانوالہ باغ میں خونی ڈائر سکھوں کے ...... خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہا تھا! اور دوسری طرف سکھوں کے بڑے دھرم استھان ہر مندر کے سربراہ اورڑ سنگھ کے ہاتھوں سے اسے سونے کا کڑا اور سروپاؤ (خلعت) دیا جا رہا تھا۔" [2]

بعض اور سکھ ودوانوں نے جنرل ڈائر کو اکال تخت سے سروپاؤ ملنا بیان کیا ہے۔ [3]

جنرل ڈائر کی جس فوج نے جلیانوالہ باغ میں گولی چلائی تھی۔ اس میں ۲۵ سکھ جوان بھی شامل تھے۔ اور انہوں نے بھی جنرل ڈائر کے حکم سے فائرنگ میں حصّہ لیا تھا۔

انگریزوں نے بھی سکھوں کی نازبرداریاں کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ چنانچہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے بیان کیا ہے کہ :۔

"غدر کے وقت جب پنجاب میں فوجوں کی ضرورت پیش آئی تو بہت سے بھنگی امرت چھک کر بھرتی ہوتے گئے۔ انہیں مذہبی سکھ کہتے تھے۔ دلی کی لوٹ مار

---

[1]:۔ مالوہ اتہاس حصّہ دوم صـ۵۱۳ ۔ [2]:۔ سکھ اتہاس تے کوکے صـ۱۵۶ ۔

[3]:۔ رسالہ سنت سپاہی امرت سر مارچ ۱۹۵۶ء ، گورمت پرکاش اگست ۱۹۶۴ء ۔

[4]:۔ سکھ اتہاس تے کوکے صـ۱۵۶ ۔

کے وقت یہ جالندھر کی لُوٹ مار کی طرح بہت سی عورتیں لُوٹ مار میں لے آئے۔
جن کو مہاراجہ نریندر سنگھ (پٹیالہ) نے چھڑانا چاہا۔ مگر انگریزی مصلحت نے
اجازت نہ دی"۔ [۱]

انگریزوں کی مصلحت سکھوں کی ناز برداری تھی۔ جس کی وجہ سے لُوٹ میں لائی گئیں مستورات کو اُنھوں نے واپس کرنے میں روک پیدا کر دی۔

پس یہ حقیقت واضح ہے کہ خود سکھوں نے جن سے انگریزوں نے پنجاب لیا تھا۔ انگریزی حکومت کا قیام خُدا تعالیٰ کا ایک فضل قرار دیا تھا۔ جو ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے مظلوموں اور سکھ حکمرانوں کے ہاتھوں ستائے گئے لوگوں کی فریاد سُنکر اس برّعظیم پر کیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ انگریز حکمرانوں کے ساتھ پُورا پُورا تعاون کرتے تھے۔ اور ان کی ہر مشکل میں کام آتے تھے۔ اور انگریز بھی ہمیشہ سکھوں کی ناز برداریاں کرتے اور انہیں ترجیح دیتے رہے۔

انگریزی حکومت اور ہندو ودوان

تاریخ شاہد ہے کہ ہندوؤں نے بھی پنجاب سے سکھ حکومت کا خاتمہ اور انگریزی حکومت کا قیام اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور انعام قرار دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود سکھ مؤرخین کے نزدیک سکھوں کی بربریت کی زد میں ہندو بھی آتے رہے [۲] اور ہندو مستورات پر بھی وقتاً فوقتاً مشکلات اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے رہے۔ اور ان کے مناور بھی مسمار ہوتے رہے۔ اور وید شاستر تلف کئے جاتے رہے

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ جب بھپرے ہوئے سکھ کسی جگہ حملہ آور ہوتے تو وہ مسلمان عورتوں کے ساتھ ہی ہندو عورتوں کو بھی مسل ڈالتے۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ :-

شیخانی۔ سیدانی۔ مغلانی تے پٹھانی ؂ کھترانی۔ برہمانی۔ بنیانی جو امیر نی

---

[۱] :- سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج صہ ۱۵۷ ؂

[۲] :- اگر دتی دی وار نامدھاری نت نیم ۲۸۹، لوکیاں دی دتھیا صہ ۱۴۸، داراں بھائی گورداس دا نام پوڑی ۱۶ ؂

سورسمی نہناری پور یو نہ جے پدھاری ✤ بھاری روپ گن واری جوبن گمبیرنی

... ... ✤ ... ...

بیابان بلاتی کھاتی سو بنا سپاتی ✤ پاتی جیو باسماتی ناسپاتی شیرنی [1]

ایک اور مقام پر اس ظلم کا منظر یُوں بیان کیا گیا ہے کہ :۔

سیّدانی تے مُغلانی ✤ شیخانی اور بنیانی

براہمانی اور کھترانی ✤ ہندوانی اودھک پٹھانی

جناؤتی پرکھ نہ ہیرا ✤ پردے میں پلی دھیرا

... ... ✤ ... ...

اکیلی بن میں بلاتی ✤ پوری سی دوڑی جاتی [2]

یعنی مسلمان عورتوں کے ساتھ ہی کشتری ۔ براہمن اور بنیا عورتوں پر بھی مصائب کے پہاڑ ٹوٹے اور وہ بھی مصیبت کی ماری جنگلوں میں چیختی چلاتی پھرتی تھیں ۔

گورو گوبند سنگھ جی نے ویدوں اور اوتاروں کا بھی ردّ کیا ہے [3] ۔ سکھوں نے جہاں اہل اسلام کی مساجد اور مقابر کو تہس نہس کیا ۔ وہاں ہندوؤں کے منادر اور ان کے بزرگوں کی سمادھوں کا بھی صفایا کیا [4] بلکہ بعض مندروں میں داخل ہو کر مورتیاں بھی توڑ پھوڑ دیں [5] خود گورو گوبند سنگھ جی کو بُت شکن ہونے کا دعویٰ تھا ۔ [6]

سکھ تاریخ سے یہ امر بھی واضح ہے کہ ایک مرتبہ سکھوں نے مشہور تیرتھ ہردوار پر حملہ کر کے لُوٹ مار کی تھی ۔ اور بے تحاشہ لوگوں کا قتل عام بھی کیا تھا ۔ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین لکھتے ہیں کہ :۔

”سکھ سوار دائیں بائیں گھوڑے دَوڑاتے تھے اور ننگے سادھوؤں اور نیم پاگل بیراگیوں پہ حملے کرتے تھے ۔ حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا ۔ اصل بات یہ ہے کہ بغیر کسی شناخت کے ہر مذہب کے فقیروں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا ..... اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ گھاٹوں پر خون بہہ رہا تھا ۔ کوئی پانچ سو آدمی قتل کیا گیا ۔

---

[1] :۔ نیتھ پرکاش چھاپہ پتھر ص ۶۲۴ ؛ [2] :۔ نیتھ پرکاش چھاپہ پتھر

[3] :۔ دسم گرنتھ ص ۵۲ ؛ [4] :۔ وار ام پوڑی ۱۶ ، ۱۷ ؛

[5] :۔ مالوہ اتہاس حصہ اول ص ۲۱۴ ، پنجاب دیاں لہراں ص ۱۲۹ ؛ [6] :۔ دسم گرنتھ ص ۱۲۵۷ ؛

"...... لوٹ مار میں بہت کچھ ہاتھ لگا...... جو یا تو انہیں مل جاتا۔ بغیر کسی امتیاز کے لُوٹ لیا جاتا" ۔ ؎۱

کپتان ہارڈوک اور کپتان مرے نے دخل دے کر اور فوجی کارروائی کر کے سکھوں کو اس کشت و خون سے روکا ورنہ خُدا جانے ہر دو اد کا کیا حشر ہوتا۔

الغرض سکھ فوجیوں کی لُوٹ مار ایک عام بات تھی۔ اور اس لُوٹ مار میں وہ ہندوؤں کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ اور ان سے اناج اور جانور چھین لاتے تھے۔ چنانچہ سردار کرم سنگھ جی ہسٹورین نے ایک سکھ فوجی کا بیان یُوں درج کیا ہے کہ:۔

"کبھی کبھی ہم ارد گرد کے دیہات میں لُوٹ مار کر لیا کرتے تھے۔ ایک فوجی بوٹا سنگھ ایک قریبی گاؤں میں گئے اور ایک بنئے کا آٹا دانا اُٹھا لائے۔ جیسے وہ انگریزوں کی طرف لئے جا رہا تھا۔ مگر جب ڈیرے آیا تو شیر سنگھ حسن والئے نے سب کچھ لے لیا۔ بنئے کے منت سماجت کرنے پر اسے تھوڑی بہت قیمت ادا کر دی......

ایک دن ہم چار آدمی ایک چوکی گاؤں میں گئے اور ایک موٹی تازی بکری لے آئے۔ ہندوؤں نے شور برپا کر دیا۔ کلال خانہ میں بیٹھے ایک سکھ نے سُنا اور شراب میں مست گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے پاس آیا۔ اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ میں ہردت سنگھ کاریگر سکھ۔ یہ بوٹا سنگھ چھینبا ہے۔ اور ہم نے اُس سے پُوچھا آپ کون ہیں؟

وہ جوش سے بولا۔ ٹھہر جاؤ چھینبیو اور ترکھانو۔ سنگھ کی موجودگی میں تم بکری لئے جا رہے ہو؟ بوٹا سنگھ نے تلوار مار کر بکری کا سر الگ کر دیا۔ اور پھر آلا سنگھ یہ کہتا ہوا اس کی طرف بڑھا کہ لے جا بکری۔ کس طرح لے جاتا ہے؟ حکمت سے بندوق (جو اُس نے ہمارے ایک ساتھی سے چھینی تھی) اور اس کی تلوار چھین کر ہم بکری اُٹھا کر چل دیئے۔ ڈیرہ پر آ کر سب خوش ہوئے۔ مگر ہم نے کسی اور کو حصہ نہ دیا" ؎۲

ان حالات اور واقعات کے پیش نظر ہندو لیڈروں اور دانشوروں نے بھی انگریزی حکومت کے قیام کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور اسے خُدائے واحد کی بخشش ظاہر کیا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

؎۱:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص ۱۳۶ ؛ ؎۲:۔ سردار کرم سنگھ ہسٹورین دی اتہاسک کھوج ص

"وہ (سوامی دیانند) انگریزوں کا اپنے دوستوں کی طرح استقبال کرتے تھے۔ اور وہ انگریزی حکومت کا اس ملک میں قیام خُدائے واحد کا فضل تصور کرتے تھے۔ کیونکہ ایماندارانہ طور پر ان کا یقین تھا کہ ہندوستان میں آتم گیان کے راستہ پر چلنے کے لئے اور ملک کے دماغی اور اخلاقی سادھنوں کو ایک جگہ جمع کرنے کیلئے امن کی ضرورت ہے"۔ [۱]

یعنی:-

(پنڈت دیانند جی اس بات کو ہمیشہ گرم جوشی سے تسلیم کرتے تھے کہ) ہمیں انگریزوں کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ہماری حفاظت کے لئے آئے ہیں۔ ان (دیانند) کے بیان میں کوئی سیاسی غرض نہیں ہے۔ .... وہ انگریزوں کی امداد ترک کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اس وقت صرف انگریزی حکومت میں ہندوستان کے لئے ایک اُمید ہے"۔ [۲]

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ ہندوؤں میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو انگریزی حکومت کی تعریف کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ اس کے ذریعہ ملک کو سکھا شاہی کی بدامنی سے نجات ملی ہے۔ اور امن حاصل ہؤا ہے۔

---

[۱]: بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب صفحہ ۱۵۷ ۔ [۲] دی آریہ سماج اینڈ اٹس ڈی ٹریکٹرز اے انڈی کیشن جلد اوّل صفحہ ۵۸ منقول از بھائی جودھ سنگھ ابھی نندن گرنتھ پنجاب صفحہ ۱۵۷ ۔

کتاب "تصویر کا دُوسرا رُخ" کے مصنّف

سے متعلق

سِکھ دانشوروں کے تاثرات

اس کتاب کے مصنف کے لکھے ہوئے سکھ مذہب سے متعلق مختلف تحقیقی اور علمی مضامین اکثر سکھ اخباروں میں چھپتے رہے ہیں ان کے بارہ میں اہل قلم سکھ صاحبان نے وقتاً فوقتاً جن تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ماہنامہ "خالصہ پارلیمنٹ گزٹ" پنج کھنڈ بھسوڑ نے یہ بیان کیا ہے کہ:۔

ا۔ عباد اللہ گیانی ایک دھان محقق ہیں اور ہر مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کے عادی ہیں آپ کو اپنی ہر بات کی تائید میں درجنوں کتب کے حوالہ جات پیش کر کے اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کی عادت ہے۔" (خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر ۱۹۵۲ء)

ب: "ہم سری عباد اللہ گیانی کی صدق دل سے تعریف کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے دل میں سکھ مذہب اور سکھ تاریخ کی تحقیق کا اور بھی شوق پیدا کرے" (خالصہ پارلیمنٹ گزٹ اکتوبر نومبر ۱۹۵۳ء)

ج: "سری مان گیانی عباد اللہ صاحب خواہ ایک غیر سکھ ہیں لیکن ان کی طرف سے بلند پایہ کی جو تحقیق پیش کی جاتی ہے وہ سونے پر سہاگہ کا کام دیتی ہے" (خالصہ پارلیمنٹ گزٹ فروری ۱۹۵۵ء)

د: "سری مان عباد اللہ گیانی جی خواہ مسلمان ہیں لیکن سکھ تاریخ پر انہیں اس قدر عبور

حاصل ہے کہ جو سکھ پرچارکوں کو بھی نہیں ... سری مان گیانی عباداللہ صاحب سکھ مذہب کی فلاسفی کے بہت بڑے عالم ہیں تاریخی تحقیق میں انہوں نے لاثانی مضامین لکھے ہیں۔" (خالصہ پارلیمنٹ گزٹ مارچ اپریل ۱۹۵۶ء)

۲- ماہنامہ "پنجابی ساہت" جالندھر میں بھی خاکسار کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس رسالہ نے خاکسار سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ :-

ا- "گیانی عباداللہ صاحب احمدی مسلمان ہیں... گوروبانی کا مطالعہ ان کا بہت گہرا ہے... اور لکھنے کا طریق بھی بہت مؤثر ہے" (پنجابی ساہت جالندھر ستمبر اکتوبر ۱۹۵۱ء)

ب- "ہم عباداللہ جی کی قابلیت اور گوربانی سے متعلق واقفیت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے" (پنجابی ساہت جالندھر جنوری ۱۹۵۲ء)

۳- دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ "نویاں قیمتاں" نے خاکسار کے ایک مضمون پر یہ نوٹ دیا تھا کہ :-

"گیانی عباداللہ جی کا یہ مضمون "نویاں قیمتاں" کے قارئین کرام کو پیش کرنے میں ہم راحت محسوس کرتے ہیں۔ اس کا لکھا جانا اس روح پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی اس وقت پاکستان اور ہندوستان میں بہت ضرورت ہے۔" (نویاں قیمتاں دہلی جون ۱۹۴۹ء)

۴- پنجابی رسالہ "لوک ساہت" امرت سر نے یہ شائع کیا تھا کہ :-

"میرے دیرینہ دوست گیانی عباداللہ صاحب کے دل میں پنجابی کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔" (رسالہ لوک ساہت امرت سر جنوری ۱۹۵۱ء)

۵ پٹیالہ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "میل ملاپ" نے ایک مرتبہ یہ لکھا تھا کہ :-

"سکھ پھلواڑی سے دُور بیٹھے گورونانک جی کے عقیدت مند مسلمان گیانی عباداللہ جی نے گوجرانوالہ (پاکستان) سے اپنے خیالات میل ملاپ میں شائع کرنے کے لئے بھجوائے ہیں۔ ہم بڑے احترام سے یہ مضمون اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔" (میل ملاپ پٹیالہ ۱۷ و ۲۴ نومبر ۱۹۵۱ء)

۶- بھارت کی راجدھانی دہلی سے شائع ہونے والے روزانہ اخبار "نواں ہندوستان" نے خاکسار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

ا۔ "سکھ قوم کو اس بات کا فخر ہے کہ ایک غیر سکھ (عباداللہ گیانی) کو گوربانی اور سکھ تاریخ سے متعلق بے پناہ واقفیت حاصل ہے"۔ (نواں ہندوستان دہلی ۱۷ر جولائی ۱۹۶۴ء)

ب:- "ہم گیانی عباداللہ جی (ایک مسلمان بھائی) کے بہت شکر گزار ہیں کہ انہوں نے سنت فتح سنگھ جی اور دوسرے سکھ صاحبان کو اس طرف توجہ دلائی ہے"۔ (نواں ہندوستان دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء)

۷- جالندھر سے شائع ہونے والے روزانہ اخبار "اجیت" نے لکھا ہے کہ :-

ا:- "اخبار الفضل کے مینجر گیانی عباداللہ جی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہمیں ملنے کے لئے آئے ... ... قارئین یہ سن کر خوش ہوں گے کہ گیانی عباداللہ جی نے قرآن شریف کا گورمکھی میں ترجمہ کیا ہے" (اجیت جالندھر ۳ر جون ۱۹۶۳ء)

ب:- "گیانی عباداللہ صاحب ... ... پنجابی زبان کے مشہور عالم ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سکھ مسلم اتحاد کے حامی ہیں"۔ (اجیت جالندھر ۲۶ر مئی ۱۹۶۹ء)

۸- "اکالی پتر" کا جالندھر نے گورونانک جی کے متعلق "اس کتاب کے مصنف" کے ایک مضمون کو مندرجہ ذیل نوٹ کے ساتھ شائع کیا تھا :-

ا۔ گیانی عباداللہ نے جو بلند پایہ عقیدت گورونانک جی سے متعلق ظاہر کی ہے۔ وہ خاص طور پر نوٹ کرنے والی ہے"۔ (اکالی پتر کا جالندھر ۱۶ر فروری ۱۹۶۵ء)

ب:- اس سے قبل ایک مرتبہ اسی اخبار نے یہ شائع کیا تھا کہ :-

"عباداللہ گیانی پنجابی کے مسلّم ودوان ہیں۔ گورمت سے متعلق بھی ان کی تحقیق کچھ کم نہیں" اکالی پتر کا جالندھر ۱۷ر ستمبر ۱۹۶۳ء)

۹- مشہور سکھ ودوان آنجہانی سنت اندر سنگھ جی چکرورتی نے ایک مرتبہ اپنے مضمون میں یہ بیان کیا تھا کہ :-

"میرے دوست گیانی عباداللہ سکھ تاریخ اور گوربانی کے جتنے واقف ہیں ہمارے سکھوں میں تھوڑے سے لوگ ہی ہیں" (اجیت جالندھر گورونانک نمبر ۱۹۶۷ء)

۱۰- ایک سکھ وِدوان ڈاکٹر ہری سنگھ جی گیانی نے اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ :-

"ہر من پیارے مشہور وِدوان گورودھر کے محقق گیانی۔ مولوی۔ عالم۔ فاضل۔ سری عباداللہ جی جو کہ امرتسر کوچہ تیلیاں میں پیدا ہوئے ... ... ہم سے ایسے لعل بچھڑ گئے۔" (اخبار ڈاکٹر امرت ۲۶ مئی ۱۹۶۶ء)

۱۱- ایک اور سکھ وِدوان سردار گورمیت سنگھ جی ایڈووکیٹ سرسہ ضلع حصار نے لکھا ہے کہ :-

"گیانی عباداللہ جی ریڈیو پروگرام پنجابی دربار میں گوربانی کے معنے اور سکھ تاریخ کی تشریح بیان کرتے ہیں" (رسالہ گورونانک سندیش اپریل ۱۹۷۰ء)

۱۲- سردار جسونت سنگھ کنول بیان کرتے ہیں کہ :-

"میرے دل میں آپ (عباداللہ گیانی) کے پنجابی ادیب اور گوربانی سے واقف ہونے کا بہت احترام ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ ایسے ستون ستلج کے مغربی کنارے پہ پاؤں جما کر کھڑے ہوں تو ہم دو ملکوں کے درمیان دوستی اور پیار کی تاریخی روایتوں والا مضبوط پل بنا سکیں۔" (آرسی دہلی ستمبر ۱۹۶۸ء)

۱۳- بھارت کے مشہور و معروف ادیب سردار دیوان سنگھ جی مفتون نے اپنی کتاب ناقابل فراموش کے ایک مقام پہ اس کتاب کے مصنف عباداللہ گیانی کو سکھ مذہب پر اتھارٹی تسلیم کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ناقابل فراموش ص۶۱۲)

۱۴- سرسہ ضلع حصار کے ایک سکھ وِدوان سردار گورمیت سنگھ جی ایڈووکیٹ ایک مرتبہ پاکستان آئے تو انہوں نے اپنی کتاب سکھ ازم اینڈ اسلام اپنے قلم سے اس نوٹ کے

ساتھ اس کتاب کے مصنف کو پیش کی کہ:۔

WITH LOVE, REGARDS
AND ADMIRATION
FOR
GIANI IBADULLAH
WHO IS A GREAT SCHOLAR.

Gurmit Sing Adv.

سردار گورمیت سنگھ جی ایڈووکیٹ نے اپنی ایک کتاب میں بیان کیا ہے کہ:۔

I am also thankful to Giani Abadullah of Radio Pakistan Lahore for supplying me valuable Literature on Islam. Giani...... Ibadullah's scholarly work, Guru NANAK KA Philosopha Tohid" has helped me a lot to understand the concept of God in Islam and other Religions.

The Versatile GURU NANAK P. 4

۱۵۔ گیانی کرتار سنگھ جی سرحدی نے بیان کیا ہے کہ:۔

"جناب گیانی عباداللہ صاحب احمدیہ جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے نیک دل اور دوان مسلمان ہیں کہ جن کے دل میں گوروگھر کیلئے محبت اور عقیدت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس جماعت کے آپ مربی ہیں۔ اس جماعت کی بنیاد اسی اصول پر رکھی گئی ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہر انسان کو "ربی پریم سندیش" کے ذریعہ ایک دوسرے کے قریب کیا جائے۔ اور باہمی محبت کو بڑھایا جائے۔" (رسالہ گوردسندیش بمبئی جولائی ۱۹۶۴ء)

۱۶۔ ایچ ایس مہر سنگھ کا بیان ہے کہ:۔

"جناب عباداللہ گیانی سکھ دھرم کے مشہور عالم ہیں۔"

(روزنامہ رنجیت پٹیالہ، دسمبر ۱۹۶۳ء)

۱۷۔ ۱۹۵۶ء میں پنچ خالصہ دیوان پنچ کھنڈ بھسوڑ (بھارت) والوں نے اس کتاب کے مصنف کو دعوت دے کر اپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پنچ کھنڈ بھسوڑ بلایا تھا اور وہاں اپنے سالانہ دیوان کے دوران سروپاؤ بھی دیا تھا۔ پنچ خالصہ دیوان کے نمائندہ نے اس وقت ان خیالات کا اظہار کیا تھا کہ

"ہم گیانی عباداللہ صاحب پر بہت خوش ہیں اور انہیں خوش آمدید کہتے ہیں میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ دیوان کی طرف سے انہیں سروپاؤ دیا جاوے۔ دیوان نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور جیکاروں کی گونج میں گیانی عباداللہ صاحب کو سروپاؤ دیا گیا۔ ... ... ایسے نیک دوست کی قدر کرنا ہمارا اوّلین فرض ہے۔"

(رسالہ پارلیمنٹ گزٹ امرت سر مارچ اپریل ۱۹۵۶ء)

اس کے بعد ایک مرتبہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ کے ایڈیٹر صاحب نے خاکسار سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:۔

" گیانی عباداللہ صاحب پاکستان کے باشندے ہیں ... ... گیانی عباداللہ جی کے نام سے خالصہ پارلیمنٹ گزٹ کے قارئین کرام اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کے قیمتی تحقیقی مضامین اس مذہبی رسالہ کی زینت بنتے رہے ہیں سکھ فلسفہ اور سکھ تاریخ کی تحقیق سے متعلق گیانی عباداللہ صاحب کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ نے لاتعداد کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ آپ ہندو سکھ اور مسلم اتحاد کے حامی ہیں۔"

(خالصہ پارلیمنٹ گزٹ دسمبر ۱۹۵۶ء)